التحقیق القوی

عن دفاع

الشیخ حمد اللہ جان الداجوی رحمہ اللہ

شیخ التفسیر والحدیث، حضرت مولانا حمد اللہ جان
ڈاگئ بابا جی صاحب رحمہ اللہ پر اعتراضات کا
علمی و تحقیقی جائزہ

ازافادات:
استاذ المناظرین وکیل احناف
ترجمان علماء دیوبند
حضرت مفتی محمد ندیم المحمودی
حفظہ اللہ تعالی عن کل سوء

جمع و تالیف
حضرت مولانا عبد الرحمن عابد
حفظہ اللہ

نوجوانان احناف طلباء دیوبند
کثر اللہ تعالی سوادھم پشاور پاکستان
رابطہ نمبر 0333-3300274

یا ایہا الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا (القرآن)

التحقیق القوي

فی الدفاع عن

الشیخ حمداللہ جان الداجوي رحمہ اللہ

[شیخ الحدیث والتفسیر امام المناطقہ والمناظرین حضرت مولانا حمد اللہ جان ڈاگئی بابا جی صاحب رحمہ اللہ (شاگردِ رشید شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ) پر مماتیوں (اشاعتیوں، پنجپیریوں) کی تکفیر بازیوں کا تحقیقی و علمی جائزہ]

از افادات: استاذ المناظرین وکیل احناف ترجمانِ علماء دیوبند حضرت مولانا **مفتی محمد ندیم المحمودی** حفظہ اللہ عن کل سوء و طول اللہ عمرہ

ترتیب و تالیف: حضرت مولانا **عبد الرحمٰن عابد** حفظہ اللہ تعالیٰ

ناشر: نوجوانان احناف طلباء دیوبند کثر اللہ تعالیٰ سوادھم پشاور پاکستان

رابطہ نمبر: 0333 3300274

نام کتاب التحقیق القوی فی الدفاع عن الشیخ حمداللہ جان الداجوی

ازافادات مناظرِ اسلام ترجمانِ علماء دیوبند حضرت مولانا مفتی محمد ندیم حفظہ اللہ

ترتیب وتالیف حضرت مولانا عبدالرحمٰن عابد حفظہ اللہ تعالی

ناشر: نوجوانانِ احناف طلباء دیوبند۔ کثر اللہ سوادہم پشاور پاکستان

رابطہ نمبر 0333 3300274

صفحات

سن اشاعت ستمبر ۲۰۲۴ء / صفر المظفر ۱۴۴۶ھ

فہرستِ مضامین

﴿ انتساب ﴾

میں اپنی اس تالیف کا انتساب تمام

نوجوانانِ احناف

طلباء دیوبند۔کثراللہ سوادھم

کی طرف کرتا ہوں۔

جن کی محنت، جد و جہد اور اخلاص سے اہل باطل کی فسادی سوچ و افکار کے مراکز ویران ہو گئے،

اور ہر طرف امن و سکون کا فضا قائم ہوا الحمدللہ ثم و ثم

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تقریظِ سعید

جامع المعقول والمنقول، امام الصّرف والمنطق، استاذالعلماء، مناظرِ وقت حضرت

علامہ محمد سلیمان شلماری حفظہ اللہ تعالیٰ ورعاہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ اما بعد!

پہلے زمانے میں اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجتے اور اکثریت ان انبیاء کرام علیہم السلام کی مخالفت ہوتی اور صرف بات کی حدتک ان کی نافرمانی نہ ہوتی بلکہ ان پر کئی سنگین قسم کے الزامات بھی لگائے جاتے، کبھی حکومتِ وقت کو ان کے خلاف بھڑکاتے، کبھی عوام الناس کی نظر میں ان کو ذلیل کرنے کی ناکام کوشش کی جاتی اور کبھی براہ راست ان پر مختلف قسم کے وہ اتہامات اور الزامات لگا دیتے جن سے انبیاء کرام علیہم السلام بالکل بے خبر بلکہ مبرّا ہوتے۔

چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ نبوت ختم ہوچکا ہے، اب ان کے ورثاء یعنی علماء کرام حضرات تشریف لائیں ہیں، یہی علماء کرام اپنے نبی کریم ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے لوگوں کو راہِ ہدایت دکھانے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ جزاھم اللہ خیرا

اس سلسلے میں بعض عناصر اپنے قدیم روایتی طریقے اور اپنے بڑوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علماء کرام کے متعلق مختلف قسم کے پروپیگنڈوں میں مصروف ہیں، ان کی جتنی طاقت اور بس چلتا ہے، ان پر الزامات اور اتہامات لگاتے ہیں۔

ان الزامات اور اتہامات کے خلاف کلمہ حق بلند کرنے کے لئے نوجوان عالمِ دین مولانا عبدالرحمٰن سلمہ الرحمٰن نے اپنی نوجوانی اور کم عمری میں وہ لاجواب، لاثانی اور بے مثل و بے مثال تحقیقی کام کیا ہے جو رہتی دنیاتک لوگوں کے دلوں میں زندہ و جاوید رہے گا۔ جزاہ اللہ خیرا عنی وعن سائر المسلمین۔

مصنف دام فیضہ کی کتاب پڑھنے والے پر یہ بات مخفی نہیں رہے گی کہ انہوں نے کتنی محنت، کتنی کتابوں بالخصوص خصم کی درجنوں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے ماشاء اللہ، اس سے مصنف کی کتابوں کے ساتھ شغل و محبت کا اندازہ بھی بخوبی ہوتا ہے۔

خود مصنف دام فیضہ نے قصہ سنایا کہ اس کتاب کے لئے میں نے دور دراز سے کئی کتابیں منگواکر بالاستیعاب مطالعہ کیا، چونکہ مجھے خود ان کی مالی حیثیت کا بھی علم ہے، اس مصروف ترین اور مہنگائی کے دور میں کتابیں خریدنا ہم جیسے لوگوں کو خوب معلوم ہے، اس سلسلے میں میں نے ازخود بھی مصنف کو چندکتابیں ہدیہ کیں، قارئین سے بھی موصوف کے ساتھ کھل کر مالی وکتابوں کاتعاون کرنے کی درخواست کرتا ہوں، یقین جانئیے یہ حضرات ہمارے لئے بہت اہم سرمایہ ہیں، ان کے ساتھ ہمارا تعلق رہاتوآنے والے وقت میں یہ حضرات اور بھی بہت سی خدماتِ عالیہ انجام دے سکتے ہیں۔ وفقهم الله جمیعًا

آخری کلمات لکھ کر میں اپنی بات ختم کرتا ہوں کہ اگر مخالفین کے قول کے مطابق خدانخواستہ ہمارے شیخ حضرت العلامہ ڈاگئی بابا جی رحمہ اللہ کے یہ عقائد غلط تھے جن کو یہ لوگ باور کرانے کے چکر میں ہیں تو میرے اور میرے احباب کے کئی گھر بریلویوں اور سیفیوں کی وجہ سے کیوں نذرِآتش ہوئے، ہمارے ان کے ساتھ جو کئی

مناظرے ہوئے وہ کس مسئلے پر ہوئے ..؟ بس پروپیگنڈوں کا کوئی جواب نہیں ! ہم اور ہمارے شیخ تو یہی کہتے کہتے تھک گئے کہ ہمارا عقیدہ وہی ہے جو علماء دیوبند کا ہے، ہم ہر اس عقیدہ سے برات کا اظہار کرتے ہیں جو علماء دیوبند کے خلاف ہو۔

چونکہ ہم بھی اپنی نوجوانی میں فن مناظرہ کے ساتھ بہت شوق رکھتے تھے بلکہ بالفعل کئی مناظرے بھی ہوئے ہیں تقبل الله منا، لیکن حالات بدلنے کی وجہ سے اب کنارہ کشی اختیار کرتے پہاڑوں میں اپنی باقی ماندہ زندگی گزار رہا ہوں، اللہ ہم سب سے راضی ہو جائے، اب یہ میدان مصنف جیسے محققین حضرات ہی سنبھال سکتے ہیں، اللہ قبول فرمائیں۔

میں نے موصوف کی دو کتابیں "نصرة المعبود فی مسئلة وحدة الوجود" اور "التحقیقات النافعه فی مسائل الجنازہ" بھی مطالعہ کیں، ماشاء اللہ موضوع کا حق ادا کر دیا ہے نیز مزید کتابوں کے لئے بھی ملتمس ہوں کہ اگر دستیاب ہوں تو ان کی زیارت سے بھی مشرف فرمائیں۔

میں اپنے علمی دوست مناظر ملت اسلامیہ حضرت مفتی محمد ندیم مدظلہ العالی کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے نہ صرف تقریری مباحثوں میں اہل السنة کا دفاع کیا ہے بلکہ تقریری مقابلوں میں بھی اہل باطل کا خوب تعاقب کیا ہے اور اپنے پیچھے اپنی ہی طرح لائق تلامیذ کو بھی تیار کیا ہے۔ جزاهم الله خیرا

آخر میں میں تمام قارئین کرام سے التماس کرتا ہوں کہ اس کتاب کا خوب باریک بینی سے دوبارہ، سہ بارہ گہری نظر سے مطالعہ کریں، کتاب تحقیقی مواد سے لبریز، الزامی حوالوں سے منوّر اور مزین ہے، میں مولانا عبدالرحمٰن عابد صاحب مدظلہ العالی کا انتہائی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے بڑی محنت کے ساتھ ایک عظیم کام سر

انجام دے کر اہل السنۃ والجماعۃ کی طرف سے ایک بھاری قرض ادا کیا ہے۔
دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مصنف و حضرت مفتی محمد ندیم صاحب حفظہما اللہ اور اس کتاب میں جتنے معاونین نے کسی شکل میں بھی حصہ لیا ہے سب کو اپنی شان کے مطابق بہت اجر عظیم فی الدارین سے نوازیں۔ آمین بجاہ النبی الامین

خادم الطلباء سید سلیمان المظہری

۱۳ رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ

تقریظِ سدید

جامع المعقول والمنقول شیخ التفسیر حضرت مولانا عبدالحلیم المظہری صاحب حفظہ اللہ

الحمدللہ و کفی والصلوۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اما بعد! بندہ عبدالحلیم شاہ مظہری نے کتاب "التحقیق القوی فی الدفاع عن الشیخ حمداللہ جان الداجوی" کا مکمل مطالعہ کیا جو کہ میرے قابل قدر عزت مآب دوست محقق العصر... مفتی عبدالرحمٰن صاحب حفظہ اللہ تعالی نے لکھی ہے، بہت اعلی علمی کتاب ہے اور یقینا ہم سب مظہری اور خصوصاً خاندانِ حضرت شیخ امام داجوی رحمہ اللہ پر مولانا عبدالرحمٰن صاحب حفظہ اللہ کا اور لسانِ دیوبندیت وکیل احناف محافظ عقائد اہل السنت والجماعت قاطع الشرک والبدعت محی السنۃ فاتح علی فرق الباطلہ مفتی محمد ندیم محمودی صاحب حفظہ اللہ تعالی کا بڑا احسان ہے کہ انہوں نے اہل باطل کے دسیسہ کے خلاف اتنا بڑا قدم اٹھایا جو کہ تقریبا چالیس سال میں کسی نے نہیں اٹھایا **تقبّلہ اللہ مساعیھم الجمیلۃ**

دعاگو ہوں کہ اللہ تعالی مصنف کی اس سعی کو شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمائے

اخوکم فی اللہ عبدالحلیم شاہ المظہری

خلیفہ مجاز لامام حمداللہ جان الداجوی المظہری

۱۵ صفر المظفر ۱۴۴۶ ہجری بمطابق ۲۱ اگست ۲۰۲۴ عیسوی

تقریظ

نوجوانِ عالمِ دین، عالم باعمل، مصنفِ کتبِ علمیہ محبوب العلماءِ والطلباءِ المحقق حضرت مولانا عمران شریف صاحب حفظہ اللہ تعالی.

الحمد للہ وکفی والصلوۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

اما بعد! اگر محقق العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا حمداللہ جان ڈاگئی باباجی رحمہ اللہ قدیم زمانہ میں ہوتے تو آج ان کے ساتھ "امام" کا لقب لازم پایا جاتا، اس زمانہ کے اہلِ حق کے مقتدا تھے، جب مرورِ زمانہ میں عام فطرت کے مطابق دین میں بدعات، خرافات اور جاہلانہ رسومات داخل ہوگئے، خالص سنت لوگوں کی نظروں سے اوجھل گئی تو اللہ تعالی نے اپنی وعدہ کے مطابق دین کی حفاظت کے لئے حضرت الشیخ ڈاگئی صاحب رحمہ اللہ جیسے محافظین کو پیدا فرمایا، حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ وہ شخصیت تھے جنہوں نے سنتِ رسول اللہ ﷺ اور صراط مستقیم اصلی شکل میں لوگوں پر واضح فرمایا یہ کام وہ لوگ کرسکتے ہیں جن کا قرآن وحدیث پر عبور حاصل ہو اور یہ مقام اللہ تعالی نے حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کو عطا فرمایا اور کیوں حاصل نہ ہوگا کہ حضرت شیخ زکریا رحمہ اللہ اور دیگر بڑے بڑے حضرات کی تربیت شدہ تھے، اور یہ عالی مقام کافی محنت اور جد وجہد سے حاصل کیا، ساری زندگی تحقیق وتفتیش، تدریس وتعلیم تصنیف وتالیف میں گزاری، تدریس کے ساتھ ساتھ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے کئی مناظرات بھی کئے ہیں اور بعض مسائل کی تحقیق کے لئے مستقل تصانیف بھی قلمبند کئے، اور یہ حقیقت ہے کہ

جب اہل باطل بے بس ہو جائے تو پھر یہ لوگ دجل اور فریب سے کام لیتے ہیں اور خصم کی کتابوں سے قطع و بُرید کر کے غلط مفہوم اخذ کرتے ہیں اور اپنے ساتھ عوام تو کُجا بعض خواص کو بھی اپنے ساتھ لپیٹتے ہیں اور اس غلط فہمی کے شکار کرتے ہیں، اسی سلسلے میں اہلِ باطل نے ایسا ہی حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ کیا اور اتنی بے خوفی اور دلیری سے جرات کی کہ قائل (حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ) کی وہم اور گمان میں بھی مخالفین کے تراشیدہ الزامات نہیں تھے

الغرض! بہت پہلے سے اس بات کی اشد ترین ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی عبارات کا صحیح مفاہیم اور توضیح ہو سکے تاہم دیر آید درست آید.

ایک عام موضوع پر مواد جمع کرنا تو آسان ہے لیکن کسی کی عبارات کی دفاع انتہائی محنت اور حد درجہ جد و جہد چاہتی ہے اور اس صاحب کا ساری کتب کا مطالعہ کرنا ہوگا کیونکہ اس کی اپنی تشریح اور توضیح دیگر تشریح سے بہت مؤثر ہوتی ہے دوسرے مرحلے میں اس عبارت کی ثبوت اور تشریح سلفِ صالحین کی کتب میں ڈھونڈنا پڑے گا یہ بھی بہت مطالعہ چاہتی ہےاور ساتھ اس کا الزامی جوابات کے لئے مخالفین کی کتب کو میسر کرنا اور ان کی کتب کو کھنگال کر کے ان کا بالاستیعاب مطالعہ کرنا بھی ضروری ہے یعنی وسیع مطالعہ سے مفر نہیں

قصہ مختصر یہ کافی مطالعہ قوی علم، تحقیق کا شوق اور ہمت چاہتی ہے اور یہ صفات اللہ تعالی نے برادرِ مکرّم حضرت مولانا عبدالرحمٰن عابدحفظہ اللہ میں رکھی ہے اس لئےاس مشکل ترین کام کا انتخاب فرمایا، حضرت مولانا موصوف کواس کم عمری میں ایسی تحقیقی اور علمی قلم عنایت فرمایا ہے کہ بہت سے موضوعات پر تحقیقی کام قلمبند کر چکے ہیں اور عام الناس ان کی تصانیف مقبول ہو چکی ہیں

آخر میں مولانا صاحب سے استدعا کرونگا کہ چونکہ کتاب اردو زبان میں ہیں اور

حضرت شیخ صاحب کے بہت سے تلامیذ اور متعلقین جو پشتو ایریا اور خصوصا افغانستان میں ہیں یہ حضرات اردو نہیں سمجھ سکتے اس کو پشتو زبان میں بھی ترجمہ کرکے ان کی بھی آنکھیں ٹھنڈا کریں.

جزاکم اللہ تعالی عنا وعن جمیع المسلیمن خیر الجزاء و تقبل من مسعاہ

بندہ محمد عمران شریف

مہتمم ومدرس بجامعۃ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ جلال آباد افغانستان

۱۸ صفر المظفر ۱۴۴۶ھ بمطابق ۲۲ اگست ۲۰۲۴ء

مختصر تعارف

امام المناظرین، امام المجاہدین، امام المفتین، امام المفسرین و المدرسین شیخ الحدیث حضرت مولانا حمد اللہ جان المعروف ڈاگئی باباجی رحمتہ اللہ علیہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حمد اللہ جان ڈاگئی باباجی رحمہ اللہ (۱۹۱۴ء - ۱۲ جنوری ۲۰۱۹ء) پاکستان سے تعلق رکھنے والے ایک مذہبی سیاستدان اور جید عالم دین تھے، حضرت ڈاگئی باباجی رحمہ اللہ ۱۹۱۴ء میں ضلع صوابی کے ایک گاؤں ڈاگئی میں پیدا ہوئے۔

مشہور قلم نگار، محقّق و ادیب مولانا ابن الحسن عباسی صاحب رحمہ اللہ (استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی) حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کا تعارف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مولانا حمد اللہ جان صاحب... ڈاگئی باباجی... بلاشبہ پاکستان میں اسلامی علوم کی کہکشاں ہیں، تفسیر، حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، منطق، فلسفہ، مناظرہ، علم کلام، نحو و صرف، شعر و ادب یعنی علوم آلیہ اور عالیہ دونوں میں کمال مہارت رکھتے ہیں، وہ تصوف کے چاروں سلسلوں میں مجاز اور فن عملیات کے بھی امام ہیں، ۱۹۱۴ء ان کی سن پیدائیش ہے، یوں ان کی عمر تقریبا ایک سو پانچ سال بنتی ہے اور اس وقت پاکستان میں عمر اور علم کے اعتبار سے کوئی دوسرا عالم ان کا ہم پلہ نہیں ہے۔

تعلیم: حضرت مولانا حمد اللہ جان باباجی اپنے زمانے کے مشہور مشائخ کے شاگرد اور اونچی نسبتوں کے امین ہیں، انہوں نے اپنے والد علامہ عبدالحکیم اور اپنے چچا مولانا صدیق صاحب سے ابتدائی تعلیم حاصل کی، یہ دونوں بزرگ حضرت شیخ الہند کے

شاگرد اور حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کے ہم درس تھے، فنون کی کتابیں انہوں نے مولانا حبیب اللہ سے پڑھیں، مولانا حبیب اللہ صاحب رحمہ اللہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے سابق شیخ الحدیث وصدر مفتی، مفتی فرید صاحب کے والد ماجد تھے، باباجی نے دارالعلوم دیوبند میں کچھ عرصہ پڑھا لیکن طالب علمی کے اخریٰ تین سال مظاہر عالعلوم سہارنپور میں گزارے اور سن ۱۳۶۶ ہجری (۱۹۴۷ء) میں وہیں سے انہوں نے دورہ حدیث کیا، صحیح بخاری شریف جلد اول شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ، جلد ثانی حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، ترمذی شریف ولی کامل مولاناعبدالرحمٰن کامل پوری صاحب اور سنن نسائی مولانا اسعداللہ صاحب سے پڑھیں، یہ سب مشائخ حدیث اپنے دور کے مانے ہوئے اہل اللہ تھے، اس وقت ان ہی نفوسِ قدسیہ سے مظاہر العلوم سہارنپور کا گلشن حدیث آباد تھا (اور شیخ الحدیث مولانا حسن جان شہید کے والد گرامی مولانا اکبر جان صاحب اور شیخ التفسیر والمناطقہ شمس الحق افغانی صاحب شیخ حمداللہ جان باباجی کے والد گرامی کے شاگرد تھے۔عبدالرحمٰن عابد عفی عنہ)

مولانا حمد اللہ جان باباجی نے پون صدی تک اپنے علاقہ "ڈاگئ" مردان میں اسلامی علوم کی تدریسی اور تصنیفی خدمات انجام دیں، شعبان رمضان میں ان کے ۴۰ روزہ دورہ تفسیر سے بھی ہزاروں علماء نے فیض اٹھایا۔

افغانستان میں (۱۹۹۷ء) میں امارت اسلامیہ قائم ہوئی تو اسلامی ریاست کی دعوت پر مولانا حمداللہ جان صاحب کابل تشریف لے گئے اور چند سال امارت اسلامیہ کے دارالعلوم فاروقیہ میں شیخ الحدیث اور شیخ التفسیر کے منصب پر تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، یہاں ہزاروں علماء نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

۲۰۱۱ء کے آخر میں، میں مردان گیا تو ان کی خدمت میں بھی حاضری دی، طویل نشست

رہی، آخر میں ان سے سند حدیث کی اجازت طلب کی، انہوں نے شفقت فرماتے ہوئے صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث کے ساتھ ساتھ چند وظائف کی بھی اجازت دی... وہ بڑی خوبصورت دینی اور علمی شخصیت ہیں، فلک برسوں پھرتا ہے پھر ایسے نابغہ روزگار لوگ نمونہ پاتے ہیں" (قلم نماص: ۱۳۷و۱۳۸، ناشر: مجلس تراث الاسلام کراچی اگست ۲۰۲۰ء)

حضرت ڈاگئی باباجی رحمہ اللہ مناظرے کے میدان میں جانا پہچانا نام ہے، دین کی سربلندی کے لیے مناظروں کے میدان میں بھی اعلی کردار کے مالک تھے، حضرت شیخ الحدیث ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ نے اہل باطل کو ناکوں چنے چبوائے، میدانِ مناظرہ میں بھی لاجواب، مضبوط اور مستحکم تھے۔

سیاست: انہوں نے ۱۹۷۰ء میں جمعیت علماء اسلام اور ۱۹۸۸ء کے عام انتخابات میں اسلامی جمہوری اتحاد کے پلیٹ فارم سے حصہ لیا لیکن کامیاب نہیں ہوسکے، جہاد کے میدان میں بھی مضبوط اور طاقتور تھے، کئی بار جہاد کے میدان سے کامیاب لوٹے اور بہت سے شاگرد حضرت باباجی رحمہ اللہ کے میدانِ جہاد میں دشمن کے خلاف موجود اور بالفعل عاملین ہیں۔ تقبلهم الله الجميع آمین.

وفات وجنازہ: کفن دفن کی تیاری کے دوران انتظار کے لمحات میں بہت سے جیّد علماء کرام و مفتیان عظام، محدثین و محققین حضرات اور دیگر صالحین و مسلمین کے راہبر و راہنماؤں نے اس موقع پر بیانات کئے اور خوبصورت ملفوظات سامعین کو ہدیہ کئے جن میں امام المناظرین ترجمانِ علماء دیوبند حضرت مفتی محمد ندیم المحمودی حفظہ اللہ ورعاہ، خطیب اسلام قاری اکرام الحق حفظہ اللہ، امام المتکلمین حضرت شیخ سجاد

الحجابی صاحب حفظہ اللہ، شیخ التفسیر شاہ منصور باباجی صاحب حفظہ اللہ، اسیر ختم نبوت مفتی کفایت اللہ حفظہ اللہ، مفکرامت قاری صدیق احمد قریشی حفظہ اللہ، مصلحِ امت مسلمہ پیر ظفر علی شاہ حفظہ اللہ، مفتی اعظم افغانستان شیخ عزیزاللہ مظہری صاحب حفظہ اللہ، اور دیگر کئی علماء کرام نے بیانات کئے جس کی استیعاب یہاں مقصود نہیں۔ جزاھم اللہ جمیعاً فی الدارین.

اور جنازہ میں تو اتنی کثیر تعداد نے شرکت کی تھی کہ تاریخ کا ایک مستقل باب بن گیا، پورے صوابی میں اتنا بڑا جنازہ اس سے پہلے کسی کا بھی نہیں ہوا بلکہ بقول مولانا عبدالحلیم مظہری حفظہ اللہ، (جو کہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے شاگردِ رشید ہیں)، شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہید اور ڈاکٹر شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ صاحب نوّراللہ مرقدہما کے گزشتہ تمام جنازے ان سے چھوٹے تھے!! (سبحان اللہ) اور ان کا جنازہ کیوں نہ بڑا ہوگا، جنازے کے لئے چالیس (۴۰) جریب پر مشتمل کھیت مختص کئے گئے تھے۔

کراچی (شیخ الحدیث والتفسیر مفتی زرولی خان رحمہ اللہ وغیرہ) سے خیبر تک، شمال سے جنوب تک، افغانستان اور دیگر بیرونِ ممالک سے بھی علماء کرام اور صالحینِ امت نے جنازے میں شرکت کی تھی جبکہ بہت سے لوگ تاخیر سے پہنچنے کی بنا پر جنازے میں شامل نہ ہوسکے، نوجوانان احناف طلباءِ دیوبند (کثّراللہ سوادھم) نے ایک بڑے قافلے کی شکل میں جمع ہو کر روانگی سے پہلے نماز، تلاوت اور دعا کی، پھر جا کر جنازہ میں شریک ہوئے لیکن افسوس صد افسوس بلکہ ہزار افسوس! میں (راقم الحروف عبدالرحمٰن عابد) نہ تو ان کی زندگی میں ان سے ملاقات کر سکا اور نہ ہی جنازہ

میں شریک ہو سکا (اُس وقت ٹائیفائیڈ بخار کی وجہ سے میری طبیعت ناساز تھی) اس پر اب تک میرا دل ایک عظیم حسرت کا شکار ہو کر رہ گیا ہے۔!!!

الغرض! نماز جنازہ میں لاکھوں شاگردوں، عقیدت مندوں، سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں، کارکنوں اور شہریوں نے شرکت کی، جزاھم اللہ خیرا

نماز جنازہ کے موقع پر ٹریفک کنٹرول کرنے اور سیکیورٹی کے خصوصی انتظامات کیے گئے تھے، دریں اثنا وزیراعلیٰ خیبر پختونخوا محمود خان اور وزیراعلیٰ پنجاب عثمان بزدار نے اپنے تعزیتی بیانات میں ایگزیکٹو ڈائیریکٹر آپریشنز ایکسپریس میڈیا گروپ اشفاق اللہ خان کے والد حضرت شیخ القرآن والحدیث مولانا حمد اللہ جان ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ کے انتقال پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کیا۔

مولانا عبد الغفور حیدری، مولانا محمد یوسف، مولانا محمد امجد خان، مولانا عبد القیوم ہالیجوی، حافظ حسین احمد، محمد اسلم غوری، حاجی شمس الرحمٰن شمسی نے بھی حضرت شیخ ڈاگئی باباجی صاحب نوّراللہ مرقدہ کے انتقال پر گہرے دکھ کا اظہار کیا اور دینی وملی خدمات پر انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ اے پی پی کے مطابق وفاق المدارس العربیہ کے قائدین مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر، مولانا انوارالحق، مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی اور مولانا محمد حنیف جالندھری (رحمہم اللہ و حفظہما اللہ) نے اپنے پیغامات میں حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے لواحقین و پسماندگان سے تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کے درجات کی بلندی کے لیے خصوصی دعائیں کیں۔

ان کے علاوہ بانی جماعت اشاعۃ التوحید والسنۃ اور ان کی "ہر خبر سے باخبر" شخصیت شیخ القرآن محترم مولانا طیب طاہری صاحب نے بھی تعزیت کے لئے شرکت کی تھی الحمدللہ، اور وہاں بیان بھی کیا جن میں مندرجہ ذیل باتیں بھی کی، جو کہ

قابل غور ہیں:

"محترم حاضرین! آج ہم اور آپ اس جگہ مولانا صاحب کی تعزیت اور ان کی دعاکے لئے جمع ہوئے ہیں... میں کل پنجاب کے دورے پر تھا جب مولانا صاحب کی وفات کی خبر ملی،

حقیقت یہ ہے کہ میں بہت اداس ہوا، میں نے اپنے ساتھیوں سے بھی کہا کہ جنازے کے لئے پہنچ جائیں اور جب میں پہنچ جاؤں تو پھر میں بھی تعزیت کے لئے جاؤں گا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک بار جب مولانا صاحب بیمار تھے تو میں اُس وقت بھی بیمار پُرسی کے لئے آیا تھا، میری اُن سے کچھ انفرادی باتیں بھی ہوئی تھیں، جب میرا بیٹا شہید ہوا تھا تو سب سے پہلے مولانا صاحب ہی نے بذریعہ فون کال مجھ سے تعزیت کی تھی اور کہا کہ ڈاکٹر صاحب اور اشفاق صاحب (ڈاگئ باباجی صاحب کے بیٹے ـــاز ناقل) بھی تعزیت کے لئے آتے ہیں، یہ حضرات ائے اور میرے دل پر ہاتھ رکھ کر مجھے تسلی دی، میں اس پر خوش تھا، میں نے بھی فرض سمجھا کہ یہاں حاضر ہو جاؤں، میرے بھائی اشفاق صاحب، ڈاکٹر صاحب، ان کے رشتہ دار اور عزیز واقارب کے ساتھ اس غم میں شریک ہو جاؤں... **ہم سب ان کے لئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ ان کے گناہ معاف فرمائے، ہم اس نیت سے ائے ہیں کہ مولانا صاحب کے لئے دُعا کریں اللہ تعالیٰ ' ان کے گناہوں کو بخش دیں..!**

میں آخر میں پھر یہ کہتا ہوں کہ یہ حضرات اکیلے نہیں ہیں، ہم سب ان شاء اللہ ان کے ساتھ تعاون کریں گے، یہ حضرات اس علمی گھرانے کے اس مقام کا اسی طرح خیال رکھیں گے جیسا کہ پہلے تھا، طلباء اور دیندار لوگوں کے ساتھ تعلق رکھیں گے، ہمارے ان کے ساتھ جیسے پہلے برادرانہ تعلقات تھے، اب بھی ہیں اور بعد میں

بھی رہیں گے۔ وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین، دُعاکیجئے " (پھر اس... تعزیت کے آخر میں اجتماعی (؟!) [1] دُعا کر کے مجلس ختم ہوئی) [2]

یاد رہے ! شیخ طیب صاحب محترم مفتی زرولی خان صاحب رحمہ اللہ کی تعزیت کے لئے بھی ان کے مدرسہ میں تشریف لے گئے تھے جو کہ ان کی وسعت ظرفی کی دلیل ہے۔ جزاه الله خیرا

تدفین : شیخ القرآن والحدیث اور ممتاز عالم دین مولانا حمد اللہ جان المعروف ڈاگئ بابا جی رحمہ اللہ کو ان کے آبائی قبرستان میں اپنے آباء واجداد کے ساتھ سپرد خاک کیا گیا اور یوں لاکھوں مسلمانوں کو غمزدہ اور حسرت و یاس کی تصویر بنا چھوڑ کر ایک گراں قدر علمی خزانہ اور صفاتِ حسنہ کا ایک عظیم نمونہ دفن کر دیا گیا!! رحمه الله تعالیٰ رحمة واسعة كاملة وافرة

تعزیت بعداز وفات : جمعیت علماء اسلام کے ذمہ داران مثلاً مفتی کفایت اللہ، مولانا عطا الحق درویش، اے این پی کے سردار حسین بابک، جماعت اسلامی کے صوبائی امیر سینیٹر مشتاق احمد، مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی، سینیٹر مولانا عطا الرحمٰن اور دیگر قائدین بھی موجود تھے،

مولانا حمد اللہ کے بیٹے ایگزیکٹو ڈائیریکٹر آپریشنز ایکسپریس میڈیا گروپ اشفاق اللہ خان کو مرحوم کا سیاسی جانشین و مدرسے کا مہتمم اور دوسرے بیٹے ڈاکٹر انعام اللہ کو نائب جانشین بنایا گیا، بڑے بیٹے مولانا لطف اللہ جان کی بحیثیت ناظم اعلیٰ دارالعلوم

---

[1] اجتماعی دُعا.. (؟؟!) جی ہاں اجتماعی دُعا..!

[2] یہ بیان اور منظر ویڈیو کی صورت میں سوشل میڈیا پر عام وائیرل ہو چکا ہے تاہم اگر کسی کو مطلوب ہو تو مطالبہ پر ہم ان کو دکھا سکتے ہیں، ہم نے اپنے ریکارڈ میں محفوظ کر رکھا ہے الحمدللہ !

مظہر العلوم اور پوتے مولانا اسد اللہ کلیم کی بطور دینی جانشین دستار بندی کی گئی، حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے جانشینوں کی دستاربندی سربراہ جے یوآئی قائد ملّت اسلامیہ سرمایہ امت مسلمہ مولانا فضل الرحمٰن حفظہ اللہ نے کی، مولانا فضل الرحمٰن صاحب طوّل اللہ عمُرہ اُن کی رہائیش گاہ پر تعزیت کے لیے آئے تھے۔

قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم نے حضرت شیخ صاحب مرحوم کے پوتے کو پگڑی پہنائی اور ان کو مذہبی جانشین مقرر کیا، حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب مدظلہ کا کہنا تھا کہ جس طرح شیخ الحدیث مولانا حمداللہ جان صاحب رحمہ اللہ نے دین کی خدمت کی ہے اسی طرح مولانا اسداللہ کلیم صاحب حفظہ اللہ، بھی دین کی خدمت کریں گے۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت فیوضہم نے ڈائیریکٹر آپریشنز ایکسپریس میڈیا گروپ اشفاق اللہ خان اور خاندان کے دیگر افراد سے تعزیت کرتے ہوئے کہاکہ حضرت شیخ صاحب مرحوم کی دین کے لیے خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا، ان کی رحلت سے صرف ان کا خاندان ہی نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ یتیم ہوئی ہے۔ مولانا حمداللہ جان مرحوم فرشتہ صفت انسان تھے، انہوں نے دین کی تعلیمات جہاں جہاں تک پہنچائی، وہاں وہاں ان کی رحلت پر صدمے کا احساس ہے۔ حضرت مولانا حمد اللہ جان صاحب مرحوم جیسی ہستیاں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔

ابتدائیات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

اللہ ربّ العزت نے اپنے دین کی حفاظت خود اپنے ذمہ لی ہے اور اس دین کے تحفظ کے لئے انسانوں کی شکل میں اللہ ربّ العزت نے علماء کرام کو چنا ہے اس لئے دین اور اہلِ دین (یعنی علماء کرام) کا تقدّس انتہائی اہم امر ہے، دین تو ہے ہی مقدّس، اللہ جل شانہ نے اہلِ دین کا بھی دفاع کیا ہے، جب منافقین نے دین کے محافظوں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر تبرا بازیاں شروع کیں تو اللہ رب العزت نے از خود اپنی طرف سے صحابہ کرام کا دفاع کرتے ہوئے منافقین کی منافقت اور حماقت کو طشت از بام کیا، اسی لئے تو اللہ جل شانہ نے واشگاف الفاظ میں یہ اعلان فرمایا:

"ان اللہ یدافع عن الذین امنوا۔۔۔"

ترجمہ: اللہ دشمنوں کو ہٹادے گا ایمان والوں سے۔

اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا:

"من رد عن عرض اخیہ رد اللہ عن وجھہ النار یوم القیامۃ" (سنن الترمذی رقم الحدیث ۱۹۱)

اسی وجہ سے دشمنانِ دین، دین کے محافظوں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تنقید کا نشانہ بناتے رہے ہیں، اب چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور ختم ہو چکا ہے تو اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ورثاء یعنی علماء کرام پر یہی دشمنانِ دین طعن کرتے ہیں، عوام کا ان پر اعتماد ختم کرنے کی چکر میں ہیں اور ائے روز علماء کرام پر مختلف قسم کی الزام تراشی اور ان کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈے کرتے رہتے ہیں لیکن الحمدللہ

علماء کرام کی کوئی عزت مجروح نہیں ہوتی بلکہ پہلے سے زیادہ ان کی عزت اور احترام میں ترقی ہی ہوتی رہتی ہے۔ فللہ الحمد والمنة

وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور انہی علماء کرام کی محنت وجد و جہد سے دین کی بقاء اور اہلِ باطل کی نیندیں حرام ہیں، خود قادیانی ملعون لکھتا ہے:

"اگر یہ علماء موجود نہ ہوتے تو اب تک تمام باشندے اس ملک کے جو مسلمان کہلاتے ہیں مجھے قبول کر لیتے" (روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۶ تذکرۃ الشہادتین)

اور اسی روش پر چلتے ہوئے آج کل بہت سے اہل باطل بھی علماء کرام پر خوب بھونکتے رہتے ہیں۔

وجہ تصنیف:

چونکہ یہ کتاب اقدامی نہیں بلکہ دفاعی ہے، ہماری اور بھی بہت سی علمی مصروفیات ہیں الحمدللہ، خصوصاً میرا انقص واحقر کی ذاتی دلچسپی مثبت انداز میں غیر مقلّدین کے ساتھ تحقیق المسائل میں ہے لیکن میں نے اس موضوع کو مجبوراً چند وجوہات کی بناء پر مقدّم کیا اور نوکِ قلم پر لایا بعونہ تعالیٰ!

(پہلی وجہ) جب مماتیوں کی طرف سے اس موضوع پر سخت لہجے میں الزامات کا سلسلہ شروع ہوا اور طوفانِ بد تمیزی برپا کیا گیا اور اشد ترین کفر و شرک کے الزامات لگائے گئے بلکہ بات اس حد تک پہنچی کہ سرعام ہمیں کفر و شرک کے فتوؤں سے نوازا گیا العیاذ باللہ! ہم حیران رہ گئے یا خدا! ہم نے آج تک حضرت شیخ الحدیث حمد اللہ جان ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ کی کتاب کا ایک صفحہ تک نہیں دیکھا،

پھر ہم پر یہ کفر و شرک کے فتوے کیوں...؟ کیا یہ ہماری کوئی عقیدے کی کتاب ہے کہ اس کو کُل علماء دیوبند پر بالاستیعاب حکم لگادیتے ہو اگرچہ کسی نے ہماری طرح اس کتاب کی زیارت تک بھی نہ کی ہو...؟

اور پھر خصوصاً علمِ غیب اور استعانت من غیر اللہ جیسے موضوعات کا قائل وعامل قرار دینا...؟ جبکہ اس موضوع پر تو خود ہمارے ہی استاذ المکرّم ترجمانِ علماء دیوبند حضرت مفتی محمد ندیم حفظہ اللہ کے بریلویوں اور سیفیوں کے ساتھ مناظرے ہوئے ہیں جن میں ان کو دن میں ہی تارے دکھائی دیئیے گئے[3]، الحمد للہ، علمِ غیب اور استعانت کا طریقہ کار تو ساری دنیا نے ہمارے ہی علماء دیوبند (کثر اللہ سوادھم) خصوصاً امام اہل السنۃ، محقق کبیر شیخ سرفراز خان صفدر صاحب نوّر اللہ مرقدہ سے سیکھا ہے، ہم ان کے کب اور کیسے قائل ہونگے؟ العیاذ باللہ

اسی وجہ سے میں نے اس موضوع پر مطالعہ کرنا ضروری سمجھا اور اپنی ساری مصروفیات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اسی کام میں مشغول ہو گیا اور تقریباً دو، اڑھائی مہینے حضرت شیخ الحدیث ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ اور ان کے خلاف لکھی گئی مماتیوں کی کتب کا مطالعہ کیا تو پتہ چلا کہ انہوں نے اپنی تحریروں میں ایسے گل کھلائے ہیں کہ ناطقہ سر بگریباں اور خامہ انگشت بدنداں رہ گیا کہ یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے؟ یہ کیسی نرالی تحقیق ہے؟ بہر حال اس کی حقیقت کو طشت از بام کرنا ضروری سمجھا اور قلم اٹھایا بتوفیقہ تعالیٰ!

---

[3] لیکن ان بیچاروں کو اتنی توفیق نہیں ملی کہ ان کے ساتھ مناظرہ کرلیں، سیفیوں اور بریلویوں بلکہ جملہ اہل باطل کے ساتھ مناظرے کرنا صرف نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند (کثر اللہ سوادہم) کی ہی خاصیت ہے الحمد للہ ثم وثم جس پر ویڈیوز اور کتب شاہد ہیں **تقبل اللہ سعیھم وجزاھم اللہ خیرا کثیرا فی الدارین.**

(دوسری وجہ) مخالفین (اشاعتی فرقہ) کے ہر چھوٹے بڑے کے ذہن میں حضرت شیخ الحدیث ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ کے خلاف اتنا منفی تاثر بٹھایا گیا ہے کہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ ان کی نظر میں ایک جید عالم تو کُجا ایک عام دیندار مسلمان کے رتبے سے بھی گئے گزرے ہیں!

یہاں مجھے اپنے بچپن کا ایک واقعہ یاد آ رہا ہے (شاید ۲۰۰۵ء یا اس سے قریب کا کوئی سال ہوگا) جب میں اپنے علاقہ کے مشہور اشاعتی عالم محترم المقام مولانا آیاز صاحب حفظہ اللہ کے مدرسہ میں ترجمہ کر رہا تھا، چونکہ اس وقت میں کم عمر اور ان مسائل سے ناواقف تھا اور علاقائی مدرسہ ہونے کی بناء پر ان کے مدرسہ میں جاتا تھا تو اس وقت امیرِ اشاعت محترم مولانا محمد طیب صاحب حفظہ اللہ بیان کے لئے مذکورہ مدرسہ آئے تھے، دورانِ بیان نہایت مضحکہ انداز میں یہ فرمایا کہ میں نے ان (حیاتیوں، ناقل) کو کہا کہ آپ اپنی خدمات ہمیں دکھائیں تو فلاں نے کہا کہ ڈاگئی مولانا کی خدمات ہیں نا (اور یوں عوام اور ان کے علماء کا مجمع سب خوب ہنسے) اگرچہ میں اس وقت حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کو نہیں جانتا تھا تاہم میرے دل و دماغ میں اُن کی بُرائی بیان کرنے کی وجہ سے موصوف حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے متعلق کچھ منفی تاثرات پیدا ہو گئے اور بعض جگہوں میں عملی انداز میں اس پر انقیاد بھی کیا استغفر الله العظيم وأتوب اليه.[4]

---

[4] ان میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ مدرسہ دار القراء نمکمنڈی پشاور میں دورانِ تجوید میرے ایک کلاس فیلو (جس کا نام مجھے ابھی یاد نہیں) نے مجھے حضرت شیخ الحدیث ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ کے متعلق بات چیت کے دروان یہ بتایا کہ مشہور علمی شخصیت ابن الحسن عباسی صاحب (رحمہ اللہ) نے بھی اپنی کتاب "کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ" میں (حضرت شیخ الحدیث) ڈاگئی (باباجی صاحب رحمہ اللہ) پر تنقید کی ہے، میں نے اسی وقت قریبی بازار قصہ خوانی بازار سے یہ کتاب خریدی لیکن اللہ کی شان دیکھئے کہ اس کتاب پر کام کرنے کے دوران اللہ جل شانہ نے بہت سی کرم نوازیاں فرمائیں الحمدللہ، جس میں ایک یہ بھی ہے

واقعہ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان حضرات نے حضرت شیخ الحدیث ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ کو عوام کے سامنے نہایت مضحکہ خیز انداز میں پیش کیا اور اُن پر تبرا بازی کو گویا کارِ ثواب سمجھا تھا العیاذ باالله! یہی وجہ ہے کہ جن حضرات نے حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کی کتب اور اُن کی عملی زندگی کا مطالعہ نہیں کیا اور میری طرح سنی سنائی باتوں اور پروپیگنڈوں کی وجہ سے اُن سے بدظن ہیں اور وہ ان کی مدح اور مخالفین کے خلاف کچھ بول نہیں سکتے۔

تو اس لئے میں نے دل میں کئی سال سے یہ بات ٹھان رکھی تھی کہ اس موضوع پر از خود تحقیق کرکے بات کی تہہ تک پہنچوں گا ان شاء اللہ۔

الحمد للہ..! اللہ جل شانہ کی توفیق سے بعد از مطالعہ جو کچھ میرے سامنے آیا وہ پیش خدمت ہے! اور اکثر مخالفین حضرات جو حضرت شیخ الحدیث ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ کے خلاف بدزبانی اور کفر و شرک کے فتوے لگاتے ہیں اُن کے متعلق میں پورے وثوق سے اور علی وجہ البصیرۃ کہتا ہوں کہ ان لوگوں نے خود کبھی حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی کتاب دیکھی ہی نہیں ہوگی بلکہ صرف اور صرف اپنے اکابرین کی آندھی تقلید میں فتوی بازیوں کا بازار گرم کیا ہوا ہے ورنہ اگر یہ لوگ تعصب کی عینک اتار کر از خود اس کتاب (اور حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی زندگی) کا مطالعہ کرلیں تو میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ لوگ اپنی اس غلط فہمی پر خُوب شرمندہ ہونگے اور میری طرح اپنی اس بدظنی پر خوب استغفار کرکے اپنی عاقبت کو خراب نہ ہونے دینگے ان شاء اللہ الرحمٰن.

کہ حضرت عباسی صاحب رحمہ اللہ نے بعد میں حقیقت جان کر اس کے برخلاف تعریفی کلمات بلکہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ سے اجازت حدیث بھی تبرّکاً و فخراً لی۔ دیکھئے (قلم نما صفحہ: 138)

(تیسری وجہ) مجھے تومماتی حضرات (بلکہ غیر مقلدین بھی) کی فتویٰ بازیاں اور پروپیگنڈے خوب معلوم تھے، جب میں نے مطالعہ کیا اور حقائق میرے سامنے آئے اور اس کے بعد فرصت میں مجھے کئی علماء کرام کے ساتھ ملاقات کرنے کا موقع ملا، اس دوران متکلم اسلام، محقق کبیر، ادیب، شیخ الحدیث مولانا سجاد الحجابی صاحب حفظه الله تعالیٰ و طوّل الله عمره سے اس موضوع پر گفتگو ہوئی، حضرت حجابی صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ اس موضوع پر اگر کچھ لکھ دو تو یہ ایک عظیم الشان کام ہوگا، اگرچہ اس وقت تک میرا اس موضوع پر لکھنے کا کوئی پختہ ارادہ نہ تھا مگر میں نے اسی وقت دل میں اس بات کا مصمم عزم کیا کہ اس پر میں ضرور لکھوں گا ان شاء اللہ! کیونکہ ایک تو اس موضوع پر مطالعہ بھی تازہ تھا اور پھر فرصت بھی میسر تھی تو میں نے اپنی اس خواہش کا اظہار اپنے استاذ مکرّم استاذ المناظرین حضرت مفتی محمد ندیم المحمودی حفظہ اللہ کے سامنے کیا تو حضرت الاستاذ المکرم حفظہ اللہ نے بھی اس پر خوب داد اور دعائیں دیں اور ساتھ اپنے بھرپور تعاون کی تلقین دہانی بھی کی جزاهم الله خيراً كثيراً فی الدارین.

میں نے بسم اللہ کہہ کر اس موضوع پر مواد اکٹھا کرنا شروع کیا بفضلہٖ تعالیٰ!
اس دوران مجھے کچھ کتابوں کی اشد ضرورت پڑی، چونکہ میرے پاس کتابیں بہت کم تھیں، نیز البصائر میں جن کتابوں کے حوالہ جات تھے وہ بھی میرے پاس نہیں تھیں اور اس کے ساتھ مماتیوں کی کتابیں دیکھنا بھی از حد ضروری تھیں تو میں نے شیخ طاہر صاحب رحمہ اللہ کی کتاب "البصائر" جس پر مقدمہ خان بادشاہ صاحب کا ہے وہ اپنے برادرِ مکرم مناظر اسلام مفتی فیض الحسین حقانی حفظہ اللہ سے مطالعے کے لئے استعارۃً طلب کی اور باقی جو میرے پاس دو تین کتابیں تھیں میں نے ان کا مطالعہ شروع کیا،

اس دوران میں نے کئی مکتبہ والوں (خصوصاً پنجاب میں مماتیوں کے کتب خانوں) سے اس موضوع پر کتابیں لینے کے لئے بات کی، اللہ کی قدرت دیکھئے کہ پنجاب کے ایک شخص نے مجھے بتایا کہ اگر آپ کو کتابیں درکار ہوں تو میں اپنا مکتبہ سیل کر رہا ہوں! میں نے بخوشی اس کو منظور کیا اور اُس سے بعض کتابیں منتخب کیں جو میرے موضوع سے متعلق تھیں، اگرچہ کتب استعمال شدہ اور مہنگی تھیں مگر مجھے اُن کی ضرورت تھی اس لئے خرید لیں! اور ساتھ ہی بعض کتب اپنے اہل السنۃ کی خریدیں اور موضوع کے متعلق مواد اکٹھا کر لیا الحمد للہ۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جو کام حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے اتنے زیادہ تلامذہ و متعقدین نے نہیں کیا الحمد للہ اس کام کو کرنا بندہ ناچیز (جو ہر لحاظ سے کمزور ہے) کی قسمت میں آیا...! ویسے ہی بر سبیلِ تذکرہ یہ بات کہہ دی ورنہ مجھے قطعاً کوئی تفاخر نہیں اللہ تعالیٰ عاجزی و اخلاص کی دولت نصیب فرما کر تکبر و انانیت سے بچائے۔

فرقہ اشاعۃ التوحید والسنۃ (پنج پیری) اور ان کی خصوصیات:

یہ وہ جماعت ہے جو خود انہوں نے لکھی ہے کہ "شیخ طاہر صاحب مرحوم نے جماعۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے نام سے ایک تنظیم بنائی"

(شیخ القرآن پنجپیر صفحہ ۴۵ از محمد مطہر)

اور یہ عجیب بات ہے کہ پھر ۱۹۷۵ میں اشاعت کے امیر بن گئے

(تبصرۃ الناظر علی ناقد الامام محمد طاہر صفحہ ۴۳ مؤلفہ مفتی اکمل محمد سعید ادینوی مدرّس جامعۃ الامام محمد طاہر دار القرآن پنجپیر)

اور کسی وقت شیخ القرآن مولانا محمد طاہر صاحب جمعیت علمائے ہند کے امیر تھے صوبہ

سرحد سے (ایضاً صفحہ ۲۷)
اور شیخ طاہر صاحب نے حضرت غور غوشتو سے حدیث کا دورہ کیا (!!) (ایضاً صفحہ ۵۴)
چونکہ شیخ القرآن طاہر صاحب پنجپیر علاقہ میں رہتے تھے تو بقول شیخ خان بادشاہ صاحب "پنجپیری شیخ طاہر کی وجہ سے کہا جاتا ہے" (قلائد العقیان صفحہ ۳۵۹)
اور یہ نیا عقائد گھڑلینے کی وجہ سے مستقل فرقہ بن گیا ہے اسی وجہ سے تو شیخ خان بادشاہ صاحب مماتی اس کو "فرقہ پنجپیریہ" سے یاد کرتا ہے (دیکھیے قلائد العقیان صفحہ ۲۳۹)
اور ان نومولود فرقہ کی یہ کتب کب سے وجود میں آکر منظر عام پر آئی وہ بھی ان ہی کی گواہی سے دیکھے:
ہمارے اکابر کی کتب لگ بھگ ۱۹۵۶ء سے چلی آرہی ہیں۔ (مفتی ندیم باغی ہو گیا (پشتو) صفحہ: ۴۲)
حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بحث ۱۹۵۹ء سے چلی آرہی ہے۔ (مفتی ندیم باغی ہو گیا (پشتو) صفحہ: ۱۴)
اور اپنے فرقے کے برخلاف دوسرے لوگ کس نظر سے دیکھتے ہیں تو ان حوالہ جات کو ملاحظہ فرما کر خود ہی فیصلہ کیجیے:
سرحد میں توحید کا جھنڈا صرف شیخ طاہر صاحب نے بلند کیا تھا۔ (البرہان الجلی ص: ۳۷)
دین کی خدمت ۱۹۸۳ء سے لے کر آج ۲۰۱۰ء تک شروع ہے۔ (رسائل مقدسہ ص۵۷)[5]
اور ان کی خصوصیات میں خود ان کی پوری عمر صَرف کرنے والا شخصیت حضرت شیخ القرآن مولانا عبدالسلام الرستمی صاحب یہ بات بھی لکھی ہیں: "صدافسوس اس بات

[5] واللہ مواد اور بھی ہے لیکن اس پر ہی اکتفاء کرتا ہوں اللہ نے چاہا تو دوسرا ایڈیشن میں مزید بھی آئے گی ان شاء اللہ العزیز

پر کہ پنج پیریت میں جھوٹ کو کوئی گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا ہے" (سہام الصیاد فی قلوب الحساد صفحہ ۱۷ از مرکزی دفتر جمعیۃ اشاعت التوحید والسنۃ علی منہاج السلف الصالحین)

عوام الناس پر تو جھوٹ تو ایک طرف، خود آنحضرت ﷺ پر کتنا جھوٹ بولا ہے وہ بھی ملاحظہ کیجیے:

نبی کریم ﷺ پر جھوٹ العیاذ باللہ: مولانا قمر زمان صاحب مماتی ایک مقولے کو نبی کریم ﷺ کا فرمان لکھتے ہوئے کہتے ہیں: "نبی علیہ السلام نے فرمایا: "الساکت عن الحق شیطان اخرس" (الحدیث) کہ حق سے سکوت اختیار کرنے والا گونگا شیطان ہے" (تبلیغی جماعت کا اصل دشمن کون؟ ص: ۱۲۳، مکتبہ دارالقرآن کوٹھا صوابی)

مماتی حضرات سے گزارش ہے کہ گالیوں اور سب وشتم کی بجائے یہ قول جناب نبی کریم ﷺ سے باسند ضعیف ہی سہی دکھا دیں ورنہ جھوٹ بولنے سے باز آجائیں

اسی طرح مماتیوں کے ایک اور مشہور کتاب میں ہے کہ: "ایسا ہی رسول اللہ ﷺ کا قول ہے "انبیاء اللہ تعالی لایموتون ولکن ینقلون من دار الی دار" (ندائے حق ج ۱ صفحہ ۲۷۹)

اہلِ اشاعت حضرات سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ اس حدیث کا مخرج بمع صحیح السند دکھادیں ورنہ خود اپنے مسلک کا یہ حوالہ قبول فرمالیں، شیخ خان بادشاہ صاحب مظاہرِ حق سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "بعض علماء مثلاً امام جوینی نے تو اس جرم کو قابل نفرین اور سخت خیال کیا ہے کہ وہ ایسے شخص کے بارہ میں کفر کا حکم لگاتے ہیں" (البرہان الجلی صفحہ ۱۰۶)

حقائق سے دشمنی: اور حقائق سے ایسی دشمنی کہ انسان انگشت بدنداں رہ جائے کہ یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے؟ مثلاً عام طور پر یہ مسئلہ مشہور و معروف ہے کہ سماع موتی عندالقبور عہدِ صحابہ سے اختلافی چلا آرہا ہے، اس لئے کسی ایک جانب پر بھی تضلیل و تکفیر کا فتویٰ نہ لگایا جائے مگر یہ حضرات کھلے عام تکفیر کرتے ہیں! ان حضرات نے حقائق مسخ کرنے کی کوشش کی ہے، کہتے اور لکھتے ہیں کہ یہ اختلافی مسئلہ ہے لیکن شوافع اور احناف کے مابین نہ کہ صحابہ یا احناف کے مابین... لا حول ولا قوۃ الا باللہ! زیادہ دُور جانے کی بجائے اگر اپنی ہی کتب دیکھ لیتے تو ایسی طفلانہ بات نہ کرتے! ان ہی کے مشہور عالم شیخ شاہ ولی اللہ کابلگرامی لکھتے ہیں:

"مسئلة سماع الموتى اختلافية سلفا وخلفا فى الصحابة والتابعين والأئيمة الكرام رحمهم الله" (فتاوی شیخ شاہ ولی اللہ ص: ۴۷)

مزید دیکھئے (تفسیر جواہر القرآن ج: ۲، ص: ۹۰۲ سورۃ الروم، مجموعہ برزخی غمی و خوشی کی زندگی ص: ۱۸۰ و ۱۸۱ للشیخ سعید الرحمٰن الخطیب، خط از شیخ القرآن مولانا طاہر، اقامۃ البرہان ص: ٦٧)

ذاتی تجربہ: جہاں تک میرا مطالعہ ہے میں نے مماتیوں کی کتب میں جہاں بھی حضرت شیخ الحدیث ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ کی کوئی عبارت دیکھی ہے تو وہ عبارت ادھوری پائی ہے جس کو یہ لوگ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے خلاف دلیل بنا کر پیش کرتے ہیں مثلاً حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کسی اور کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ قال فلان کذا و کذا یعنی فلاں نے ایسا کہا لیکن مماتی حضرات دجل سے کام لیتے ہوئے قال فلان کو حذف کرکے آگے عبارت ذکر کر دیتے ہیں یعنی "لقد کفر الذین قالوا" کو چھوڑ کر "ان اللہ ثالث ثلاثۃ" ذکر کرتے ہیں۔

چونکہ یہاں امثلہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ پھر بات کافی طویل ہوجائے گی جبکہ ہم یہاں ابتدائیات میں صرف تمہیدی بات کرتے ہیں، تفصیلی بحث خود کتاب کی مقصودی ابحاث میں ملاحظہ کیجئے، تاہم اپنی بات کے ثبوت میں صرف ایک مثال دینے پر اکتفاء کرتا ہوں بعونہ تعالیٰ[1] :

مماتیوں کے مناظر اور قلم نگار محترم مولوی صدیق اکبر صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: "مولوی حمداللہ جان صاحب داجوی لکھتے ہیں وقد تواتر کثیر من الاولیاء...الخ" (دیوبندی لبادہ ص:۷۰)

جبکہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی پوری عبارت یوں ہے: "وایضا ذکر فی التفسیر المظھری... وقد تواتر کثیر من الاولیاء... " (البصائر ص:۱۶)

تو یہاں مماتی حضرات منقول عنہ کو چھوڑ کر لوگوں کو یوں باور کراتے ہیں گویا یہ بات خود حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے خود اپنی طرف سے لکھی ہے جبکہ حقیقتِ حال اس کے بالکل برعکس ہے جیسا کہ آپ حضرات نے ملاحظہ فرمایا۔

اور اسی طرح یہی مہربان (مولوی صدیق اکبر صاحب) اسی صفحہ پر لکھتے ہیں: "اسی طرح (مولوی حمداللہ جان صاحب، ناقل) لکھتے ہیں فھذا ایضا صریح فی ابقاء التصرف لخواص الاولیاء" (دیوبندی لبادہ ص:۷۰)

جبکہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی اصل عبارت یوں ہے: "تفسیر عزیزی، سورۃ انشقت ص:۱۱۳، فھذا ایضا صریح فی ابقاء التصرف لخواص الاولیاء" (البصائر ص:۶۲)

قارئین کرام! خود ہی ذرا غور فرمالیں کہ حقیقت کا کس قدر خون کیا ہے؟ اس لئے مماتی حضرات کے اعتراض پر بالکل یقین نہ کریں بلکہ اصل کتاب دیکھ لیا

کریں، آپ کا دل مطمئن رہے گا ان شاء اللہ الرحمٰن۔

اپنے نام لیوا پر فتوے: غلو اور حد سے تجاوز تو اتنا ہے کہ مصنف محمد فضاد صاحب لکھتے ہیں: "مولانا احمد سعید خان نے میانوالی میں مولانا خلیل احمد کی موجودگی میں گنگوہی کے بارے میں جو الفاظ استعمال کیے وہ نقل کرتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے" (خس کم جہاں پاک ص: ۱۱۷)

اور صرف یہی نہیں بلکہ امام اہل السنۃ، فاتح بریلویت، قاطع عروق بریلویت حضرت شیخ سرفراز خان رحمہ اللہ کو بھی ان لوگوں نے اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج قرار دیا ہے دیکھئے (البرہان الجلی ص: ۳۳) [6]

بلکہ یہ جہلاء تو سرعام علماء دیوبند کے متعلق بکواس کرتے ہے کہتے ہیں: "وہ لوگ جو اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کے نام سے پکارتے ہیں اور اپنے آپ کو فرقہ حیاتیہ کہتے ہیں لیکن کفر اور اور بدعات اور رسومات میں شیعہ اور بریلویوں سے آگے ہیں" (نفی سماعِ انبیاء واموات صفحہ ۴۸۳، نیز دیکھے صفحہ ۳۲۸ و ۴۳۸)

بلکہ ایک اور جگہ تو صاف لکھتے ہیں: "اب آخر میں علمائے دیوبند کی چند وہ باتیں وہ نقل کر دیتا ہوں جن سے لوگ **کفر اور شرک** میں مبتلا ہو سکتے ہیں اور چند باتیں اس لئے کہہ دیں کہ اگر علمائے دیوبند کی ساری کتابوں سے وہ **کفر اور شرک**

---

[6] ان متعصبین کو اپنے گھر کی کتابیں مطالعہ کرنا چاہئیں تا کہ یہ تعصب و سرعام جہالت مقدر میں نہ ہو، چنانچہ حافظ احمد عبد اللہ سنی حنفی دیوبندی حسینی (مستند ذرائع اور وثوق اطلاع کے مطابق یہ فرضی نام ہے، یہ دراصل خضر حیات مماتی ہی ہے) لکھتے ہیں: "شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر، علامہ دوست محمد قریشی، حضرت مولانا محمد نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہم نے جو توحید وسنت پر کتابیں لکھی ہیں، ہم ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خدمتِ توحید وسنت کی وجہ سے ان کی تمام خطائیں معاف فرمائے" (الفتح المبین ص: ۳۶)
اور دوسری کتاب میں حضرت شیخ سرفراز صفدر صاحب نوّر اللہ مرقدہ کے علمی مقام کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "مولانا سرفراز صاحب بلاشبہ علمی طور پر بڑی شخصیت ہیں" (اکابر کا باغی کون؟ (مماتی، ناقل) ص: ۱۲۸)

کے پھیلنے والی باتیں میں نقل کرنا شروع کردوں تو پھر تو صرف اُنہی سے یہ کتاب بھر جائے گی. (نفی سماعِ انبیاء صفحہ ۵۳۹)
اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمہ اللہ کی مشہور ترین کتاب (فضائل اعمال و فضائل صدقات) کے متعلق لکھتے ہیں:
"اللھم اھد لہ فانہ اضل الناس بھذا الکتاب"

(الصواعق المرسلہ ص:۸۶، نیز دیکھئے ص:۹۱ و ۹۲)

اور تبلیغی جماعت کو کافر کہتے ہیں۔ (خس کم جہاں پاک ص:۶۹)
اور اسی طرح حضرت حیات بدزبان نے بھی کہا ہے کہ موجودہ حیاتی مرتد ہے العیاذ باللہ (جو کہ یہ ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل ہو چکی ہے)
خود اپنے آپ پر فتوے: ایک اور حیران کن بات بھی ملا حظہ کیجئے جو کہ آپ حضرات کے لئے انتہائی لمحہ فکریہ ہے، وہ یہ کہ ان حضرات سے صرف علماء دیوبند۔کثر اللہ سوادھم فتوؤں سے نہیں بچے بلکہ خود بیٹا اور والد گرامی بھی ایک دوسرے کے دست و گریبان ہو چکے ہیں، تفصیل اس کی یہ ہے کہ خود مماتیوں نے اقرار کیا ہے کہ مشہور خطیب احمد سعید خان ملتانی صاحب اپنے بیٹے (مولانا عصمت اللہ) کو، اور بیٹا اپنے والد (احمد سعید ملتانی، ناقل) کو مسلمان نہیں سمجھتے..!! (خس کم جہاں پاک ص:۱۳۹)

ایک اور اشاعتی عالم حافظ منصب خان صاحب لکھتے ہیں: "احمد سعید ملتانی ضال اور مضل ہوا تو اس کے اپنے اعمال اور بدزبانی کا نتیجہ تھا" (اظہارِ حقیقت ص:۸۰)
او سنیو، دیوبندیو! اللہ کا شکر ادا کرو کہ الحمد للہ ہمکو اللہ تعالیٰ نے صحیح دین اور صحیح و معتدل (دیوبندی) منہج نصیب فرمایا ہے فلک الحمد یا ربنا حمدا کثیرا طیبا

مبارکا فیہ ورنہ ہم بھی ان جیسے لوگوں کی طرح تکفیری ہوتے اور تکفیری عینک سے ہر کسی کو دیکھتا الحمدللہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ۔

غیروں کی مدح سرائی: علماء دیوبند رحمہم اللہ پر کفر اور خارج عن اہل السنۃ کے فتوے لیکن غیروں کی گود میں یوں پالتے ہوئے مدح سرائی کرتے ہیں،

شیخ خان بادشاہ صاحب مماتی لکھتے ہیں:

"لیکن غیر مقلدین کو اہل السنۃ والجماعۃ سے نکالنا درست نہیں" (البرہان الجلی ص:۱۵۵)

اسی وجہ سے تو خان بادشاہ صاحب البانی صاحب غیر مقلد سے اپنی کتاب میں استدلال بھی کرتے ہیں (البرہان الجلی ص:۱۲۸) بلکہ خضر حیات صاحب مماتی تو ان الفاظ میں ان سے استدلال کرتے ہیں: "عرب کے مشہور محدث علامہ البانی[7] فرماتے ہیں... " (اکابر کا باغی کون؟ (تم، ناقل) ص:۱۸۰)

اور کبھی نعمان آلوسی غیر مقلد کی گود میں سر رکھتے ہوئے اپنے لئے مستدل بنا دیتے ہیں، کبھی قاضی بشیر الدین قنوجی غیر مقلد اور کبھی سید امیر علی صاحب کو اپنا مستدل بنادیتے ہیں بلکہ خضر حیات صاحب مماتی کی ایک عجیب جہالت دیکھئے، لکھتے ہیں: "حضرت علامہ سید امیر علی دیوبندی" (اکابر کا باغی کون؟ (آپ ہی کا فرقہ، ناقل) ص:۲۰۷)

---

[7] خضر حیات صاحب وادی تناقض میں خوب غوطے لگا رہے ہیں کیونکہ اپنی دوسری کتاب میں اپنے مخاطب (مولانا عبدالجبار سلفی صاحب ادام اللہ ظلہ علینا) کو طعنہ کے طور پر لکھتے ہیں: "صاحبِ شر ور سے گزارش ہے کہ البانی غیر مقلد کی گود میں بیٹھنے کا شوق کب سے سوار ہوا ہے اور کیا لینا چاہتے ہو؟" (الفتح المبین ص:۱۸۲)
توہم بھی موصوف کو کہیں گے کہ غیر مقلدین کی گود میں تو ویسے بھی آپ لوگوں کی تربیت ہو چکی ہے لیکن یہاں یہ بات لکھتے وقت آپ کو اپنا استدلال یاد نہیں تھا؟ کُند ذہن تھے یا کہ تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے؟

عجب کش مکش میں تیرا بیمار محبت ہے
شفا کچھ اور کہتی ہے قضاء کچھ اور کہتی ہے

واہ سبحان اللہ ! اس جہالت کا جواب نہیں ! اس پر تو اِن کو بہت بڑا ایوارڈ ملنا چاہئے . . .
یہ صاحب تو پکا غیر مقلد ہے گو کہ قاضی بشیر الدین قنوجی صاحب اور سید نذیر حسین دہلوی صاحب وغیرہ کا شاگرد ہے، خود غیر مقلدین حضرات نے اس کی گواہی بھی دی ہے، خیر تفصیل کا یہ موقعہ نہیں.

مماتیوں میں غلو: یاد رہے کہ فرقہ مماتیہ میں تقریباً سات فرقے ہیں، ان فرقوں میں احمد سعید خان ملتانی مماتی کا فرقہ "مرکزی جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ" ہے جس کا امیر مشہور مماتی مناظر یونس نعمانی صاحب تھا (خس کم جہاں پاک ص:۱۴۹) اپنی جماعت کے متعلق سخت غلو والا نظریہ رکھتے ہیں

مثلاً محمد الفضاد صاحب مماتی اپنے ہم مسلک احمد سعید ملتانی مماتی کے متعلق لکھتے ہیں: "جو مولانا حسین علی کے جوتے کی توہین کرے وہ بھی مرتد ہے" (خس کم جہاں پاک ص:۱۲۹)

اور مزید یہی صاحب اپنے ہم عقیدہ ساتھی احمد سعید خان ملتانی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں: "اسی طرح انہوں (احمد سعید، ناقل) نے کبیر والا میں اکبر خان صاحب بلوچ اور مجاہد یحی اصغر صاحب چغتائی سے باتوں باتوں میں کہا: حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد جس شخص نے کھلم کھلا توحید سنائی ہے وہ پیر عنایت اللہ شاہ بخاری ہے" (ایضاً ص:۱۲۹)

اورتبرک بآثار الصالحین کے متعلّق کہتے ہیں کہ یہ ثابت نہیں۔ (موت کا پیغام صفحہ ۲۹۶)

لیکن اپنے شیخ کے تھوک کو صرف تبرّک ہی نہیں سمجھتے بلکہ اس کو شوق سے کھاتے بھی ہیں العیاذ باللہ !

چنانچہ فرقہ اشاعت کے قائد محترم مولانا شیخ طیب صاحب اپنی زبان سے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"دشیخ القرآن د کټ د لاندی اوده ووم څمونږه کور کښې یو پکښې وو هغه زمانه کښې پکیښی نه وو، مونږه به قالین اچولي وو کمره کښې، کټ کښې به شیخ القرآن پروت وو نو څه به د هغه د کټ د لاندی اکثرسملاستم، لاس می هسی بهر کړي وو،شیخ القرآن ناساپه لاړی اوتوکلی څما په لاس راغلی،ما سوچ کولو چه دا اوغورزوم نوما دا برداشت نه کړل چه څه د خپل پلار لاړی خکته اوغورزوم نو ما هغه راواغستی او اومی ستهلی، (او د پنجپریانو سامعینو د طرفنه سبحان الله نعری اولگیدلی...)

ترجمہ: شیخ القرآن کی چارپائی کے نیچے میں سویا تھا ہمارے گھر میں ایک پنکھا تھا اُس زمانے میں پنکھے نہیں تھے ہم کمرے میں قالین بچائے تھے چارپائی پر شیخ القرآن لیٹے تھے تو میں اکثر ان کی چارپائی کے نیچے لیٹتا تھا میں نے ویسے ہاتھ باہر کیا تھا شیخ القرآن نے اچانک تھوکا وہ میرے ہاتھ پر آیا، میں سوچ رہا تھا کہ یہ پھینک لوں تو میں نے یہ برداشت نہیں کیا کہ میں اپنے والد کا تھوک نیچے گرادوں، تو میں نے وہ (تھوک) لیا اور چاٹ لیا(اور یوں پنجپیریوں کے سامعین نے سبحان اللہ کا نعرہ لگایا اور وہ بھی جہراً ذکر....!!)

یاد رہے یہ ویڈیو عام سوشل میڈیا پر کافی وائرل بھی ہو چکی ہے اور ہمارے پاس ریکارڈ میں بھی محفوظ ہے، بصورتِ مطالبہ یا انکار ہم ان کو دکھانے کے لئے تیار ہیں بعونہ تعالیٰ!

کتاب "البصائر" کا تعارف

کتاب "البصائر" کی اہمیت بزبانِ مخالفین:

"البصائر" کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود اشاعتیوں کے مناظر مولوی صدیق اکبر صاحب لکھتے ہیں: "شیخ القرآن امام محمد طاہر رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کاملۃ سابغۃ کی ڈائری کے مطابق ان کی کتاب "البصائر للمتوسلین باھل المقابر" جمادی الثانیہ ۱۳۷۸ھ بمطابق جنوری ۱۹۵۹ء کو طبع ہوئی جو کہ قبوری شرکیات کی تردید میں لکھی گئی ہے۔ ان کی اس کتاب کی تردید میں مولوی حمد اللہ جان داجوی (ڈاگئی) صاحب نے "البصائر لمنکری التوسل باھل المقابر" کے نام سے ۲۰۸ صفحات پر مشتمل کتاب لکھی جو پہلی بار ۱۹۶۳ میں طبع ہوئی" (دیوبندی لبادہ بریلوی نظریات ص:۹)

یعنی یہ ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ کی یہ کتاب "البصائر" ۱۹۶۳ء میں لکھی گئی! مطلب یہ کہ شیخ طاہر مرحوم کی کتاب کے جواب میں یہ کتاب صرف تین (۳) سال کی مدت میں شائع ہوئی اور شیخ القرآن مولانا طاہر صاحب مرحوم نے ۱۹۸۷ء میں وفات پائی، گویا اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد بھی وہ چوبیس (۲۴) سال زندہ رہے لیکن اس کتاب کا جواب نہ لکھ سکے۔ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ مناظرہ کرنے والے شیخ عبدالسلام رستمی مرحوم بھی اس وقت زندہ تھے لیکن وہ بھی اس کا جواب نہ لکھ سکے، اس کی کیا وجہ تھی؟ تو اس کا جواب خود مماتیوں کے محقق اور مناظر سے ملاحظہ فرمائیں:

شیخ خان بادشاہ صاحب شیخ عبدالسلام رستمی صاحب مرحوم کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ملا ڈاگئی نے جب حضرت شیخ القرآن والحدیث مولانا محمد طاہر رحمہ

اللہ کی کتاب "البصائر" کی تردید میں کتاب لکھی تو تیرے جیسے بے وفا لوگ حضرت مرحوم کے شاگردوں میں موجود تھے اور تیرے شاگرد بھی تھے لیکن کیا آپ اس کی تردید کر سکتے تھے؟" (قلائد العقیان فی تصیح سند شیخ القرآن ص: ۱۷)

اور خان بادشاہ صاحب جو اپنی کتاب پر ناز کرتا ہے تو خود اس کی کتاب بھی بیس (۲۰) سال بعد شائع ہوئی جو کہ غیر ضروری طوالت پر مشتمل کتاب ہے اور اِن صاحب کا تعارف خود شیخ عبدالسلام رستمی صاحب ہی کی زبانی سنیں:

" (شیخ خان بادشاہ صاحب نے) تکبر اور قصوں سے کتاب کو بھر دیا ہے... اتنے کذابین ہیں... اس کتاب میں اُس (خان بادشاہ، ناقل) نے کتنی تلبیس کی ہے، ایک تو نہایت تکبر سے کام لیا ہے کہ میں فلاں جگہ مناظرہ میں جیت گیا اور فلاں جگہ...! یہ ابلیس سے بھی اوپر ہے...! یہ کچھ نہیں جانتا، یہ جاہل ہے...! منطق نے اس کو دیوانہ بنا دیا ہے... " (قلائد العقیان ص: ٦و٧)

(یاد رہے کہ میں فقط ناقل ہوں اور بقول شیخ خان بادشاہ صاحب ساری ذمہ داری منقول عنہ پر ہوگی نہ کہ ناقل پر لہٰذا مجھ سے ناراض ہونے کی بجائے اپنا غصہ شیخ عبدالسلام رستمی صاحب پر نکالیں... فافھم وتدبر)

☆... مماتیت کی رد میں میرا یہ پہلا قدم ہے چنانچہ میں نے اس مبحث کے لئے اپنے پاس موجود مماتیوں کی تمام کتب کا بالاستیعاب مطالعہ کیا لیکن ان میں ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف صاحب کی دو کتابیں "البصائر کا تحقیقی جائزہ" اور "البصائر پر تعلیق و تخریج" نہایت عجیب تھیں کیونکہ جب میں نے ان کا مطالعہ کیا تو مجھے اپنے موضوع کے لئے کچھ خاص مواد نہیں ملا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں ڈاکٹر صاحب نے زیادہ تر توسّل وغیرہ مضامین کی اسنادی حیثیت اور دعوی و دلائل میں مطابقت کی بحث چھیڑی

ہے جو کہ میرے موضوع سے بالکل خارج ہے کیونکہ میرا موضوع تو یہ ہے کہ مماتی حضرات نے جن عبارات کو کفریہ و شرکیہ کہہ کر حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ پر چونکہ چنانچہ اگرچہ وغیرہ کا مربہ بنا کر کفر و شرک کے فتوے لگائے ہیں اُن کا منصفانہ جائزہ لے سکوں جبکہ اس کتاب میں مجھے اپنے موضوع سے متعلق کوئی تفصیلی مواد نہ مل سکا۔

البتہ ان کی کتابوں پر دل چاہتا ہے کچھ تبصرہ ضرور کرونگا ان شاء اللہ الرحمٰن، کیونکہ ان کی کتابوں میں زبان نرم لیکن قطع و بُرید اور حقائق سے انتہائی دشمنی کی گئی ہے جس کی شہادت خود انہی کے گھر سے ملاحظہ فرمائیں:

مشہور اشاعتی عالم محترم علامہ نصیرالدین ضیاء صاحب مرحوم ڈاکٹر صاحب کے متعلق لکھتے ہیں: "یا ایھاالذین امنوا لاتقربوا الصلوۃ تک پڑھا ہے وانتم سکاری چھوڑ دیا ہے" (سولاتِ بے چین صفحہ ۸۹)

☆... "البصائر" کے پشتو اور اردو تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں لیکن ہم آگے حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی زبانی نقل کرینگے کہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے ان تراجم کو اپنی زندگی میں ہی غیر معتبر قرار دیئے تھے، پشتو ترجمہ اگرچہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے بھانجے حافظ کفایت اللہ صاحب نے کیا ہے لیکن خود حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے اس کو بریلوی کہہ کر اس کا رَد کیا تھا جیسا کہ استاذ محترم استاذ المناظرین حضرت مفتی محمد ندیم محمودی حفظہ اللہ الباری فرماتے ہیں کہ مجھے خود حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حافظ کفایت اللہ بریلوی ہے، کفایت اللہ اگرچہ میرا بھانجا ہے لیکن اس نے میری اجازت کے بغیر اس کا پشتو ترجمہ کیا ہے، میں نے اس کو اس کام پر ڈانٹا بھی، اس ترجمے سے میں متفق نہیں ہوں اور اس سے برات کا اظہار کرتا ہوں۔

اس کتاب کا اردو ترجمہ ایک سیفی نے کیا ہے جو بالاتفاق مردود اور ناقابل قبول ہے چنانچہ اس کے متعلق خود مولوی صدیق اکبر صاحب مماتی لکھتے ہیں: "حافظ

کفایت اللہ صاحب نے "البصائر لمنکر التوسل باہل المقابر" کا پشتو میں ترجمہ کر کے حاشیہ لکھ کر ۴۶۴ صفحات پر مشتمل کتاب "تسہیل البصائر" کے نام سے مظہری کتب خانہ ڈاگئی سے شائع کی، اس کے بعد مولوی سید منور شاہ صاحب سواتی (جو کہ پیر سیف الرحمٰن بریلوی صاحب کا سچا معتقد اور پکا مرید ہے) نے پشتو سے اردو میں منتقل کر کے حاشیہ لکھ کر ۲۶۵ صفحات پر مشتمل کتاب کو شائع کیا" (دیوبندی لبادہ صفحہ : ۱۰)

نوٹ: بین القوسین سمیت مکمل کلام خود مصنف ہی کا ہے۔

نیز اسی صفحے پر مولوی صدیق اکبر صاحب نے یہ بھی لکھا ہے: "البصائر للمتوسلین باہل المقابر (شیخ طاہر مرحوم کی کتاب، ناقل) کے جواب میں حافظ کفایت اللہ صاحب نے پشتو زبان میں "الذخائر لاھل البصائر" کے نام سے ۶۴ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ لکھا" (ایضاً)

معلوم ہوا "تسہیل البصائر" نامی پشتو کتاب اور اردو میں مترجم کتاب (اس کا نام کیا ہوگا؟ میرے علم میں نہیں ہے اور نہ ہی میرے پاس یہ کتاب ہے) غیر معتبر ہیں، ان کے ساتھ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کا کوئی تعلّق نہیں، اصل کتاب عربی زبان ہی میں ہے۔

محترم قارئین! مماتی حضرات کے چالاکیوں سے ہوشیار رہے، اکثر یہ لوگ اِن ترجمہ شدہ کتب سے حوالہ دے کر حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کو بدنام کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں جو کہ دیانت اور انصاف کے سراسر خلاف ہے، اس لئے اگر کوئی ترجمہ شدہ کتب کا حوالہ پیش کرے تو ہوشیار رہیں اور اُس کو اصل کتاب کا حوالہ پیش کرنے پر مجبور کریں۔

کتاب کے مؤلف (حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ) اور ان مترجمین کے عقائد میں اختلاف کا اندازہ اس سے بھی بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ مولوی صدیق اکبر صاحب مماتی نے اپنی کتاب میں "ماتن اور محشیٰ کا جھگڑا" کا عنوان دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ماتن کچھ اور کہتا ہے جبکہ محشیٰ کچھ اور کہتا ہے یعنی ان دونوں کے عقائد و نظریات میں فرق ہے دیکھئے (دیوبندی لبادہ ص:۱۲۶)

بلکہ اگر خود صاحبِ علم دونوں کتاب کا تقابل کر لیں تو خوب معلوم ہوگا کہ واقعی ماتن کا عقیدہ بالکل مختلف ہے اور شارح کا بالکل یکسر مخالف۔ صرف ایک ہی حوالہ اس بات کی تقویت کے لیے دیکھیے:

کفایت اللہ بریلوی پشتو زبان میں لکھتے ہیں: "که قریب وی یو سړي قبر د نبی کریمﷺ ته یا بعید وی ځکه چه "مُسْلِمٌ" نکره ده او کلمه د ما نافیه ده او نکره چه په سیاق د نفی کښی واقع شی فائده کوی عموم او استغراق نو جنس مومن که قریب وی او که بعید وی نو که څوک تخصیص په قریب پوری کوی نو غلطه ده" (الذخائر لأهل البصائر صفحه۲۵)

نوٹ: اردو ترجمہ کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کا تعلّق پشتو برادری حضرات کے ساتھ ہے

جبکہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کا عقیدہ کیا ہے وہ بھی ملاحظہ کیجیے اور خود فیصلہ کریں کہ شارح و ماتن کے عقائد میں کتنی بُعد ہے:

حضرت شیخ صاحب لکھتے ہیں:

"وایضا سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم لایخلو اما ان یکون من القریب او من البعید...وان کان الثانی فلایخلو اما بلاواسطة او بواسطة فان کان الاول فلانذعیه...الخ" (البصائر ص:۹۷، وفی نسخۃ اخریٰ ص:۱۰۵)

اور دوسری جگہ یہی کفایت اللہ صاحب ماتن کے عقیدہ کے خلاف لکھتے ہیں:
څوک چه په دی زمانه کښې د سماع موتی نه منکر دي نو هغه زنديق دي" (الذخائر صفحه ٣٦)
جبکہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ اس عقیدے کے خلاف لکھتے ہیں کہ ہم سماع موتی بالجملہ کے قائل نہیں:

"لانا لا ندعی السماع فی کل مکان فی کل زمان لکلّ مسموع"

(البصائر ص: ١٠٩، وفی نسخۃ اخریٰ ص: ١١٧)
کیونکہ ہم ہر وقت ہر جگہ سے ہر کسی کے لئے سماع کا دعوی نہیں کرتے (یعنی ہم بالجملہ کے قائل نہیں)
ایک اور جگہ لکھتے ہیں: "ولا ندعی السماع من ای مکان"
(البصائر ص: ٨٣، وفی نسخۃ اخریٰ ص: ٨٩)
یعنی ہم ہر جگہ سے سماع (سننے) کے قائل نہیں ہیں۔
معلوم ہوا کہ باباجی صاحب رحمہ اللہ ہر جگہ سے سننے کے قائل نہیں یعنی فی الجملہ سماع کے قائل ہیں۔

اسی وجہ سے مولانا شیر احمد منیب صاحب مماتی بھی اعتراف کرتے ہوئے حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں:
"ملا صاحب ہر وقت سماع الموتی کے قائل نہیں تھے" (لایستوی الاعمی والبصیر ص: ٢٢٠)
ان حوالہ جات کو منصفین حضرات دیکھ کر خوب یہ بات معلوم کر سکتے ہیں کہ واقعی ماتن اور شارح کے عقائد میں تو زمین اور آسمان جیسا فرق ہے
بس اس دو حوالوں پر اکتفاء کرتے ہیں اللہ نے چاہا تو مزید ایڈیشن میں شارح اور ماتن کے عقائد میں تفریق کا پورا باب لگائینگے ان شاء اللہ.

شیخ ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ پر مماتیوں (پنج پیریوں، اشاعتیوں) کی فتویٰ بازی:

☆... مماتیوں کے شیخ ادیب مولانا شیر احمد منیب صاحب لکھتے ہیں: "مولانا ڈاگئی کے عقائد مشرکین و مبتدعین والے ہیں" (لایستوی الاعمی والبصیر ص: ۲۴۴)

☆... مولوی صدیق اکبر مماتی صاحب لکھتے ہیں: "ان ساری کتابوں خصوصاً البصائر از مولوی حمد اللہ جان صاحب اور ذخائر از مولوی کفایت اللہ صاحب میں سوائے شرکیات، کفریات، بدعات، خرافات، واہیات کے کچھ نہیں ہے" (دیوبندی لبادہ ص: ۱۱)

☆.. خان بادشاہ صاحب مماتی مختلف دعاوی کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "الداجوی الرافضی" (الصواعق المرسلہ ص: ۳۵۹)، رئیس الشیاطین (ایضاً ص: ۴۰۶) یا رئیس الجہلاء (ایضاً ص: ۴۲۹) الداجوی الدجال (ایضاً ص: ۴۳۵) اور دوسری کتاب میں یہ شاتم ہی لکھتے ہیں: اجھل من ابی جھل (ارشاد الناظر ص: ۹۵)

بے ادبی اور گستاخیاں کرنا ان کے خمیر میں شامل ہے اور کیوں نہ ہو گی اِن کی مشہور شخصیات کے متعلق انہی کے مسلک کے محقق و مصنف محمد الفضاد صاحب لکھتے ہیں: "مولانا احمد سعید خان اور ان کے رفیق مولانا محمد یونس نعمانی (ان دونوں نے مناظر اہل السنۃ حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ سے تاریخی شکست کھائی ہے جو کہ ریکارڈ پر موجود ہے، ناقل) جماعتی قواعد و ضوابط کی دھجیاں بکھیرنے لگے، نہ کسی بڑے کا احترام رہا نہ چھوٹے کا، نہ استاد کی عزت و تکریم کا خیال رہا نہ شاگرد کا" (خس کم جہاں پاک ص: ۴۸)

بلکہ محمد فضاد صاحب ایک اور جگہ صاف الفاظ میں احمد سعید ملتانی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شاگرد حلالی وہی ہوتا ہے جو پہلے اپنے استاد پر بھونکے" (خس کم جہاں پاک ص:۱۵۰)

قارئین کرام! ان لوگوں سے اب شریف لوگ کیا گلہ کریں ...؟ ان لوگوں سے ادب و احترام کی توقع رکھنا بے سود ہے۔

چند اُصول

مماتی حضرات کو حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی عبارات سے غلط فہمی لگی ہوئی ہے یا جان بوجھ کر تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہیں، عبارت کی توضیح سے پہلے بطور فائدہ چند تمہیدی باتیں ملاحظہ کیجئے:

(ا) جب بھی ایک صاحب کا قول لیا جاتا ہے تو یہ قول اس کے عقائد کے مزاج کے مطابق ہونا چاہئے نہ کہ عبارت و الفاظ کے مطابق اور مفہوم کسی اور اصطلاح کے مطابق لے کر قائل کے منشاء کے خلاف لیا جائے۔

چنانچہ اس اصل کی نظیر مہتمم دارالعلومِ دیوبند، نکتہ رس محققِ کبیر حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نوّراللہ مرقدہ کی وہ تحریر ہے جو مودودی صاحب کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "اصول یہ ہے کہ ہر شخص کے قول کا مطلب اس کی مجموعی زندگی کو سامنے رکھ کر لیا جاتا ہے، اگر عقیدہ و عمل اور خلق و حال کی زندگی درست ہے تو اس کے موہم کلام کو بھی توجیہ کر کے اسی زندگی کے مطابق بنایا جائے گا لیکن اگر اعتقادی اور عملی و اخلاقی زندگی خود مبہم یا کھلے طور پر فاسد ہے تو ایسے شخص کی موہم عبارتوں کو بلاتوجیہ و تاویل اسی زندگی پر محمول کرلیا جاتا ہے کیونکہ توجیہ نہ کرنے کی صورت میں فساد عقیدہ ہی کا تو ایہام ہوسکتا ہے جس سے بچنے کیلئے

توجیہات کی جاتی ہیں لیکن جب وہ فساد خود ہی موجود اور واقع ہے تو ایہام فساد سے بچنا تحصیل لاحاصل ہے"

(تنقیحات حکیم الاسلام حصہ دوم ص: ۴۹۸، ۴۹۹، ناشر فرید بک ڈپو، نیو دہلی طبع: ۲۰۰۶)

اور دوسری جگہ "صاحب تحریر کی اعتقادی اور عملی زندگی کے تناظر میں اس کے کلام کا محمل متعین کیا جائے گا" عنوان قائم کرکے فرماتے ہیں:

"اس تفصیل سے میری غرض صرف ناقل و مستفتی کی کارروائی پر روشنی ڈالنا تھی نہ یہ کہ آپ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی عبارت کے سیاق و سباق ملانے کی زحمت میں مبتلا ہوں اور پھر جھٹ کہہ دیں کہ اسی طرح مولانا مودودی کی عبارات کا سیاق و سباق بھی ملالیا کرو، میں جس موضع پر متوجہ کرنے کی جرأت کر رہا ہوں وہ صرف یہ ہے کہ آپ عبارت کے سیاق و سباق سے زیادہ عبارت والے کی اعتقادی و عملی زندگی کو سامنے رکھ کر اس کی عبارت کا محمل اور مقصد متعین کریں، ناقل عبارات نے عبارتوں کو کتر بیونت کرنے کی بجائے اگر صاحب عبارات کے معتقدات و اخلاق اور صفات کی زندگی کو دیکھ لیا ہوتا یا استفتاء میں مفتی کو متنبہ کر دیا ہوتا تو ان کی عبارات کا مطلب خود بخود سامنے آجاتا اور اس صورت میں بھی سامنے آجاتا کہ عبارت اس کی ادائیگی سے قاصر بھی ہوتی، پھر بھی نہ بنتا تو اس کی زندگی سامنے رکھ کر اس کی تاویل کرلی جاتی، پس ہم اگر حضرت کی عبارت میں تاویل و توجیہ سے کام لیں گے تو اس وقت کہ ان کی عبارت کا کوئی مفہوم ان کی اعتقادی زندگی کے خلاف مترشح ہوتا ہو، ورنہ نہیں" (تنقیحات حکیم الاسلام حصہ دوم ص: ۵۲۰)

ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں: "علماء دیوبند کا مسلک اس بے انصاف روش کو برداشت نہیں کرتا کہ کسی برگزیدہ شخصیت کے کسی مبہم و موہم قول کو زور لگا لگا کر کسی باطل معنی پر محمول کرنے کی سعی کی جائے جبکہ اس کا اصلی اور صحیح محمل موجود بھی ہو، اس پر کلام محمول بھی ہو سکتا ہو، اس کی زندگی اس محمل کی مقتضی بھی ہو اور ساتھ ہی اس کے کلام کا اول و آخر اس محمل کو چاہتا بھی ہو مگر پھر بھی پورا زور لگا کر اور پوری سعی و ہمت صرف کر کے اسے غلط ہی معنی پہنائے جائیں اور اس کی پارسایانہ زندگی کو کسی نہ کسی طرح مخدوش اور مجروح ہی ٹھہرایا جائے تو ظاہر ہے کہ یہ نہ دین ہے اور نہ دیانت، نہ عدل ہے نہ انصاف، نہ عقل ہے نہ نقل بلکہ عناد ہے جو مسلکی چیز نہیں صرف جذباتی بات ہے، ہاں کلام والا ہی خود راہ پر پڑا ہوا نہ ہو اور اس کی عام روش زندگی ہی دین و سنت سے الگ خودساختہ زندگی ہو جس میں اتباع سلف و احترام خلف کی گنجائش نہ ہو جس پر اس کا طرز زندگی شاہد ہو تو وہ صاحب حال و مقام ہی نہیں، اس لئے اس کی کوئی بات بھی کسی حال و مقام کی بات نہیں کہ اس کی توجیہ ضروری ہو"
(علماء دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج ص: ۱۳۳)

(۲) قائل کی بات کو دیکھنا چاہئے کہ یہ بات ان صاحب نے از خود لکھی ہے یا کہ نقل کی ہے، اگر نقل کی ہے تو ناقل اور منقول عنہ اس نظریہ میں دونوں شریک ہیں، تو پھر منقول عنہ کو چھوڑ کر صرف ناقل پر آنکھیں نکالنا اور اس کو کافر و مشرک کہنا کہاں کا انصاف ہے؟

(۳) موصوف نے جس اصطلاح میں مضمون کو لایا تو وہ عبارت صرف اسی موضوع کے مناسب ہی مستعمل ہوگی، اگر دوسرے موضوع کے ساتھ بھی معناً موافق ہو تو

وہاں بھی لیا جاسکتا ہے، ورنہ صرف اسی موضوع کے ساتھ محصور رہے گی۔

اس تمہید کے بعد ایک اہم بات اور ساری کتاب کا مقصد جان لیجئے، وہ یہ کہ ہم چونکہ الحمدللہ علماء دیوبند (رحمہم اللہ جمیعا) کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور علماء دیوبند کے حق ہونے پر ساری دنیا گواہ ہے فللّه الحمد والمنّة، اس بات کا اندازہ اس سے بھی لگایا جائے کہ مماتی حضرات[8] بھی عوام کو دھوکہ دینے کے لیے خود کو علماء دیوبند کی طرف منسوب کرتے ہیں (اگرچہ ان حضرات کا علماء دیوبند رحمہم اللہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں جیساکہ ان کی کتب کا مطالعہ کرنے والے حضرات پر مخفی نہیں) اور غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری صاحب (التوفی: ۱۹۴۸ء) نے اپنے لیے دارالعلوم دیوبند کی سند کو قابل فخر سمجھتے ہوئے اپنی کتاب میں افتخاراً واعزازاً لکھا ہے (دیکھئے رسائل ثنائیہ ص: ۱۱)

اور امین اللہ پشاوری صاحب کے چچازاد اور غیر مقلدین حضرات کے مجتہد العصر شیخ ابوعمار سمیع اللہ صاحب لکھتے ہیں: "علماء دیوبند نے توحید وسنت کی بہت خدمات کی ہیں" (ائمہ اربعہ کامذہب (پشتو) ص: ۱۵۷) وغیرہ

اس باب میں سب سے پہلے ہمارا عقیدہ ملاحظہ فرمائیں:

اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کا عقیدہ: ہمارے علماء دیوبند کا اس باب میں جو عقیدہ ہے وہ مختصراً ملاحظہ کیجئے:

مفتی دارالعلوم دیوبند مفتی عزیزالرحمٰن صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "استمداد من اہل القبور اگر اس عقیدہ کے ساتھ ہے کہ وہ متصرّف فی الامور ہیں جیساکہ عوام کا عقیدہ ہے تو یہ درست نہیں ہے بلکہ اس میں خوف کفر ہے" (فتاوی درالعلوم دیوبند ج: ۵،

---

[8] ان لوگوں نے اپنی کتاب میں لکھاہے کہ "سب سے بڑا مماتی ابوبکر تھے" (کلمہ حق ص ۸۴) تو ہم نے انہی کی صحابی کے لئے استعمال کی گئی اصطلاح "مماتی" منتخب کیا

ص: ۴۲۳، مسائل زیارت و قبور)

مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ ایک سائل کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "غیر اللہ کو کسی کی استمداد کرنے کی قدرت نہیں اس لئے غیر اللہ سے استمداد بھی ناجائز ہے" (کفایۃ المفتی ج:۱، ص:۹۰، کتاب العقائد)

☆... فتاویٰ حقانیہ میں ایک سائل کے جواب میں یوں درج ہے:

"مصائب و مشکلات میں غیر اللہ سے استمداد اور اعانت ناجائز اور حرام ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی فوت شدہ نبی یا ولی دنیا میں بندوں کے امور میں مداخلت اور تصرف کر سکتے ہیں اور لوگوں کی مشکلات حل کرتے ہیں، یہ عقیدہ رکھنا کفر ہے یعنی مافوق الاسباب بغیر کسی سبب کے سہارا لینے کے، شریعت نے اللہ تعالیٰ سے استعانت و استمداد کا حکم دیا ہے" (فتاوی حقانیہ ج:۱، ص:۱۹۰، کتاب العقائد)

☆... مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ سے کسی سائل نے پوچھا کہ:

"اولیاء کے مزار پر جا کر ان سے مراد و حاجت مانگ سکتے ہیں یا نہیں؟"

تو جواب میں حضرت مفتی محمود رحمہ اللہ نے فرمایا "نہیں" (دیکھئے فتاوی مفتی محمود ج:۱، ص:۱۶۹، کتاب العقائد)

اور آخر میں امامِ اہل السنۃ، ترجمانِ علماء دیوبند، علماء حق کے مابین فیصل اور ریڈ لائن کی مانند، محقق و مدقق، فاتح فرق باطلہ و قاطع بدعات و مبتدعین حضرت شیخ سرفراز خان صفدر نوّر اللہ مرقدہ و کثّر اللہ امثالہ کی تو ہر کتاب سے سنت کا اثبات اور تردید بدعات کی خوشبو مہک اٹھتی ہے رحمہ اللہ، تاہم اُن کا صرف ایک ہی حوالہ ملاحظہ کیجئے،

امامِ اہل السنۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ان آیات سے یہ بات بخوبی اور بلاشک و شبہ ثابت ہو چکی ہے کہ غیر اللہ کو مافوق الاسباب طریق پر حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کہ مصیبت کے وقت پکارنا شرک ہے اور یہی مشرکینِ عرب کا شرک تھا" (گلدستہ توحید ص ۱۱۱)

فائدہ: درج بالا کتاب کے متعلق مولانا ابو احمد جمشید صاحب مماتی لکھتے ہیں: "شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بریلویوں کے خلاف بہترین کتاب لکھی ہے جس کا نام "گلدستہ توحید" ہے...الخ" (نفی سماعِ انبیاء واموات ص: ۵۳۲، طبع اول، ناشر: مدرسہ مظاہر العلوم ضلع باجوڑ)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: "شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بہت ہی بہترین کتاب لکھی ہے اُس کتاب کا نام ہے "گلدستہ توحید" اُس کتاب میں شیخ الحدیث صاحب نے بہت ہی اچھے انداز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو ثابت کیا ہے اور کفر اور شرک کی خوب تردید کی ہے" (ایضاً ص: ۲۰۹)

اب اگر علماء دیوبند کے اتفاقی نظریہ اور موقف کے خلاف کسی نے بھی چاہے وہ کتنا ہی بڑا علامہ کیوں نہ ہو کچھ لکھا ہو تو وہ ہمارے ہاں قابل قبول نہیں، ہم اس شخص کی رائے کو چھوڑ سکتے ہیں لیکن علماء دیوبند کے اتفاقی عقیدہ و نظریہ کو ہر گز چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ علماء دیوبند رحمہم اللہ میں یوں تو بہت سارے بہترین اور جید جید علماء ہیں لیکن ان سب علماء میں یکتا اور ممتاز محققِ کبیر و مصنّف کتبِ کثیرہ امامِ اہل السنۃ شیخ سرفراز خان صفدر نوراللہ مرقدہ وکثر اللہ امثالہ نے علماء دیوبند کی وہ ترجمانی کی ہے اور تالیف وتصنیف کے میدان میں اتنا زیادہ اور محققانہ کام کیا ہے جو شائد ہی کسی اور کی قسمت میں آیا ہو! اس لیے ہم علی الاعلان اور ببانگ دہل پھر وہی بات کہتے ہیں جو استاذ محترم استاذالمناظرین حضرت مفتی محمد ندیم محمودی حفظہ اللہ نے مماتی حضرات کو صوابی اور باڑہ (مقامات) کے تاریخی مناظرہ میں واضح الفاظ میں کی تھی کہ ہمارے لیے امام اہل السنۃ شیخ سرفراز خان صفدر صاحب نور اللہ مرقدہ علماء دیوبند کے ترجمان اور معیار ہیں اور اُن کی تحقیق حرفِ آخر ہے، جو شخص امام اہل

السنۃ کے خلاف کچھ بھی لکھے وہ ہمیں ہر گز قابل قبول نہیں ہے۔

اب آئیں! سب سے پہلے حضرت شیخ الحدیث ڈاگئ باباجی صاحب رحمہ اللہ عقائد ملاحظہ کیجئے، پھر اُن کی عبارات پر گفتگو کریں گے ان شاء اللہ! تاکہ ان کے عقائد کی روشنی میں وہ عبارات جن پر مخالفین کو اعتراضات ہیں آسانی سے حل ہو جائیں اور ہم مثبت نتائج تک پہنچ سکیں بعونہ تعالیٰ!

شیخ الحدیث ڈاگئ باباجی صاحب رحمہ اللہ کے عقائد و نظریات:

معروف صاحبِ مطالعہ کتبِ مماتیہ مولانا بشارت حسین صاحب دامت برکاتہم نے جب یہ بات محسوس کی کہ شیخ الحدیث ڈاگئ باباجی صاحب رحمہ اللہ پر مماتی حضرات (پنج پیری/ اشاعتی) کچھ بے بنیاد الزامات لگا رہے ہیں تو ان الزامات کو رفع ودفع کرنے کے لیے موصوف محترم نے شیخ الحدیث ڈاگئ باباجی صاحب رحمہ اللہ سے کچھ سوالات کے جوابات طلب کئے جس کو ویڈیو کی صورت میں محفوظ کیا گیا ہے اور وہ ویڈیو سوشل میڈیا پر بھی بہت وائرل ہو چکی ہے، اگر پھر بھی کسی کو نہیں ملی تو ہم سے رابطہ کریں، ہم ویڈیو بھیج دیں گے ان شاء اللہ (یاد رہے کہ وہ انٹرویو پشتو میں ہے)

مولانا صاحب محترم نے شیخ الحدیث ڈاگئ باباجی صاحب رحمہ اللہ سے چند استفسارات کئے اور پھر حضرت شیخ الحدیث باباجی صاحب رحمہ اللہ نے ان سوالات کے جو جوابات دیئے، اُن کو مولانا صاحب مدظلہ نے بطور مذاکرہ تکراراً ویڈیو کی صورت میں بھی حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے سامنے اس کو دہرایا اور حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے اس کی تائید و تصدیق کی، آئیں وہ اصل انٹریو ملاحظہ فرمائیں:

مولانا بشارت حسین صاحب مدظلہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی موجودگی میں کہتے ہیں:

"ہم اس وقت شیخ التفسیر والحدیث مولانا حمد اللہ جان کے ساتھ موجود ہیں، یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے اور دھوکہ دیا جاتا ہے کہ یہ (باباجی صاحب رحمہ اللہ، ناقل) اللہ تعالیٰ کے علاوہ کے لیے بھی علم الغیب کے قائل ہیں جبکہ ہم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ عالم الغیب ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، ہم نے ان سے حاضر و ناظر کے مسئلے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہر جگہ حاضر و ناظر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اللہ تعالیٰ [1] کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے۔

یہ پروپیگنڈا بھی کیا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو غائبانہ طور پر پکارنا جائز ہے اور غیر اللہ حاجت روا ہے تو اِنہوں (باباجی رحمہ اللہ) نے یہ بات ارشاد فرمائی کہ یہ جائز نہیں ہے، نبی کریم ﷺ قبر کے نزدیک خود سنتے ہیں اور دُور سے فرشتے پہنچاتے ہیں لہٰذا نہ نبی کریم ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور نہ عالم الغیب ہیں۔

یہ لوگ یہ پروپیگنڈہ بھی کرتے ہیں کہ مولانا صاحب (باباجی صاحب رحمہ اللہ) نے یہ بھی لکھا ہے کہ قبر کو سجدہ کرنا جائز ہے، الحمد للہ اِنہوں (باباجی رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ قبر کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے، اگر سجدہ بطورِ عبادت ہو تو شرک ہے، اگر بطورِ تعظیم ہو تو حرام ہے اور یہ منسوخ ہو چکا ہے۔

اور یہ لوگ یہ پروپیگنڈہ بھی کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ کہنا بطورِ استعانت کے جائز ہے، یہ (باباجی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ یہ بالکل جائز نہیں ہے بلکہ منع ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ نزدیک سے خود سنتے ہیں اور دُور سے فرشتے پہنچاتے ہیں۔

اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ "البصائر" کے جتنے تراجم (پشتو و اُردو) ہو چکے ہیں وہ معتبر نہیں ہیں، اگرچہ مترجم کفایت اللہ میرا بھانجا ہے لیکن اس میں بریلویت

ہے اور جو اردو ترجمہ [9] ہو چکا ہے وہ ہم نے خود نہیں دیکھا ہے، لہٰذا اس کا اعتبار نہیں ہے، ہم نے اصل کتاب عربی میں لکھی ہے اور اعتبار اسی کو ہے۔

الحمد للہ! ہم یہاں بیٹھے ہیں اور بہت خوش ہوئے، بعض لوگ دھوکہ دیتے ہیں اور غلط فہمیاں پھیلاتے ہیں تو ہم نے یہاں ان کے سامنے ان کی موجودگی ہی میں یہ باتیں پیش کیں، موبائل میں ریکارڈ کیں اور آج تئیس (۲۳) اپریل (۲۰۱۷ء) عصر کا وقت ہے جب ان سے ملاقات ہوئی، لہٰذا لوگوں کے پروپیگنڈوں میں نہیں آنا چاہئے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین"

مندرجہ بالا انٹرویو سے حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے مندرجہ ذیل عقائد روزِ روشن کی طرح عیاں ہوئے:

(۱) عالم الغیب ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

(۲) ہر جگہ حاضر و ناظر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہے۔

(۳) غیر اللہ کو ہر جگہ سے پکارنا اور اس کو حاجت روا سمجھنا جائز نہیں ہے، نبی کریم ﷺ قبر کے نزدیک خود سنتے ہیں اور دُور سے فرشتے پہنچاتے ہیں۔

(۴) قبر کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے، اگر سجدہ بطور عبادت ہو تو شرک، اگر بطور تعظیم ہو تو حرام ہے۔

(۵) یارسول اللہ بطور استعانت (حقیقی) کہنا جائز نہیں بلکہ ممنوع ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ نزدیک سے خود سنتے ہیں اور دُور سے فرشتے پہنچاتے ہیں۔

[9] اردو ترجمہ کے متعلق تعارف خود مماتیوں کے مناظر صدیق اکبر صاحب لکھتے ہیں... (دیوبندی لبادہ)

(٦) "البصائر" کے جتنے تراجم ہو چکے ہیں اعتبار صرف عربی نسخہ کو ہے۔

نتیجہ: اب انصاف قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں کہ کیا اتنی واضح اور صاف وشفاف الفاظ میں اقرار کے باوجود بھی حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ پر الزام تراشی اور اتہامات انصاف پسندی اور خوفِ آخرت رکھنے والا کا کام ہو سکتا ہے؟ یا بے انصاف اور عقل کے دشمن کا..؟

حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کا عقیدہ خود ان کے قلم سے:

سُرورِ قلب اور مزید تسلّی و تشفی کے لئے حضرت شیخ الحدیث باباجی صاحب رحمہ اللہ کی یہ تحریر بھی ملاحظہ کیجئے، حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے اپنے ذاتی لٹرپیڈ!!! جی ہاں ذاتی لٹرپیڈ پر جو توحید سے لبریز عقائد درج ہیں وہ بھی ملاحظہ کیجئے:

علماء کا ایک وفد حضرت باباجی صاحب رحمہ اللہ کے ہاں گیا اور وہاں اُن سے چند استفسارات کئے جن کے جوابات حضرت باباجی صاحب رحمہ اللہ نے تحریراً اپنے لٹر پیڈ پر یوں دیئے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد!

میرے چند عقائد مثلاً "علم غیب، حاضر وناظر، مسئلہ استمداد، مسئلہ حیاۃ الانبیاء، توسل، نذر لغیر اللہ، مختار کل" کے متعلق بعض حضرات کو شکوک و شبہات ہیں، ان تمام عقائد میں میرا نظریہ وہی ہے جو میرے استاذ محترم شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ اور جملہ حضرات دیوبند کا ہے جو "المہند علی المفند" اور "براہین قاطعہ" میں مذکور ہے۔ لہٰذا میری کتاب "البصائر" کی چند مغلق عبارات جس کو بعض

حضرات یا تو سمجھ نہ سکے اور یا سمجھنے کی کوشش نہیں کی اُن کو میں نے کتب اہل السنۃ والجماعۃ سے نقل کیا ہے تو ان کی وہی تشریح مراد ہے جو اکابرین دیوبند کرتے ہیں اور میں ہر اس عقیدے کو غلط سمجھتا ہوں جس کو اکابر علماء دیوبند غلط سمجھتے ہیں۔

مولوی حمد اللہ بقلم خود

دستخط گواہان:

مولوی قاری اکرام الحق صاحب، مولانا رسال محمد صاحب، افسر علی آف زیدہ، مولانا سلیمان عثمانی صاحب، حافظ محمود الحسن بن قاری اکرام الحق بتاریخ ٦ جولائی ۲۰۱۷ء بروز بدھ بعد العصر

(شیخ صاحب کی تحریر کا سکین)

"البصائر" (کتاب) سے چند شہادتیں:

اگرچہ ہم نے حضرت شیخ الحدیث باباجی صاحب رحمہ اللہ کا عقیدہ واضح الفاظ میں انہی کی زبانی نقل کیا تاہم اُن کی کتاب "البصائر" سے بھی مختصراً چند عقائد ملاحظہ کیجئے:

(۱) حضرت شیخ الحدیث باباجی رحمہ اللہ "اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اصحاب القبور" کے ظاہری معنی کی نفی کرکے اس کی توجیہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"وقد ذکرہ الغزالی ولذا قیل ولیس بحدیث کما توھم (اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اصحاب القبور) ... انه یحصل لزائیرھم مدد روحانی ببرکتھم..التوسل الی اللہ تعالیٰ بحرمتھم"

(البصائر ص: ۴۳و۴۴، وفی نسخۃ اخریٰ ص:۴۶)

یعنی امام غزالی رحمہ اللہ نے بھی اس کو ذکر کیا ہے (اس لئے یہ عام بولاجاتاہے) لیکن یہ حدیث نہیں ہے جیسا کہ وہم کیا جاتاہے (کہ شاید یہ حدیث ہوگی) ہاں اس میں شک نہیں کہ ان نفوسِ فاضلہ کی زیارت کرنے (سے) ان کی برکت سے روحانی مدد (یعنی روحانیت نہ کہ روح کا مدد کرنا) اور ان کی حرمت سے توسل الی اللہ مراد ہے۔

(۲) دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ اس کے کئی صحیح معانی اور توجیہات موجود ہیں جس کو مولانا عبدالحئی[10] صاحب رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے اول یہ کہ آپ جب کسی مشتبہ حکم میں واقع ہوجائے کہ یہ حلال ہوگا یاحرام؟ توآپ سابقہ فوت شدہ حضرات کے اقوال سے مدد طلب کیجئے کہ انہوں نے اس بارے میں کیا کہا ہے خود اپنی

---

[10] جس کو اشاعت کے مناظر مولوی صدیق اکبر صاحب نے دیوبندیوں کی فہرست میں شمار کیا ہے سبحان اللہ! (دیکھئے دیوبندی لبادہ ص:۱۱۸)

طرف سے اس پر عمل مت کریں (مزید دو توجیہات ہم آئندہ بحث میں پیش کریں گے ان شاء اللہ وہاں ہی ملاحظہ کیجئے تاکہ بحث لمبی نہ ہو)

بلکہ صاف ہی لکھتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ایسا عقیدہ رکھیں کہ یہ مردے مشکلات کو حل کرتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تدبیر العالم میں شریک ہیں کیونکہ ایسا عقیدہ تو ظاہر طور پر شرک ہے، اصل عبارت ملاحظہ کیجئے:

"لا ان تزعموهم حلّالين للمشكلات او مشاركين لله تعالیٰ فی تدابير العالم لانه شرك ظاہر" (البصائر ص: ۱۴۰، وفی نسخۃ اخریٰ ص: ۱۴۱)

(۳) دوسری جگہ بھی فرماتے ہیں: "ان اعتقاد كون الوسيلة حلّال المشكلات شرک" (البصائر ص: ۲۳۷، وفی نسخۃ اخریٰ ص: ۲۵۷)

حضرت شیخ صاحب کے مزید عقائد بھی ملاحظہ کیجئے:

(۴) استغاثة بمخلوق کا مطلب یہ ہے کہ اس سے دعا طلب کی جائے اگر زندہ ہو تو جائز اور اگر فوت ہو تو اس کے ناجائز ہونے میں کوئی عاقل بھی شک نہیں کرتا بلکہ یہ بدعت ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: "وتحقيق الكلام ان الاستغاثة بمخلوق وجعله وسيلة بمعنى طلب الدعاء منه لاشك فی جوازه ان كان المطلوب منه حيا... واما اذا كان ميتا فلا يستريب عاقل انه غير جائز بل من البدع التی لم يفعلها احد من السلف من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا من ضجيعه"

(البصائر ص: ۴۵ وفی نسخۃ اخریٰ ص: ۴۷)

(۵) اور دوسری جگہ کتاب میں یوں عبارت ہے کہ: "یاسیدی فلان اغثنی" کو علماء نے شرک یا شرک کے قریب قرار دیا ہے اور میں نے کسی ایک کو بھی نہیں دیکھا جس نے ایسے پکارنے والے کو پکارا ہو جو زندہ غائب ہو یا مردہ غائب، اس اعتقاد کی بناء پر کہ یہ علم غیب جانتا ہے اور میری آواز سنتا ہے اور خیر حاصل کرنے یا

شر دفع کرنے پر قادر ہے اس کو پکارا ہو۔

”(یاسیدی فلان أغثنی) ولیس ذالک من التوسل المباح فی شئی واللائق بحال المؤمن عدم التفوہ بذالک وان لایحوم حول حماہ وقد عدّہ الناس من العلماء شرکا وان لایکنہ فھوقریب ولا اری احدا ممن یقول ذالک الا وہو یقصد ان المدعو الحی الغائب او المیت المغیب یعلم الغیب ویسمع النداء ویقدر بالذات او بالغیر علی جلب الخیر او دفع الاذی والا لما دعاہ ولا فتح فاہ (...وفی ذالکم بلاءمن ربکم عظیم) فالحزم التجنب عن ذالک وعدم الطلب الا من اللہ القوی الغنی الفعال لما یرید“ (البصائر ص:۴۸، وفی نسخۃ اخریٰ ص:۵۱و۵۲)

(٦) ”الاستعانۃ من اللہ تعالیٰ بوسیلۃ الذوات الفاضلۃ من اصحاب القبور لیس فیھا طلب الامور الغیر المقدورۃ...واما الامور الغیر المقدورۃ لھم فلا نسالھا منھم...والتوسل بالذوات الفاضلۃ لیس خارجا عن دائرۃ الاسباب“

(البصائر ص: ٦۵، ص:۲۵۵، وفی نسخۃ اخریٰ ص:۲٦۷)

ذواتِ فاضلہ جو قبور میں ہیں ان کے وسیلے سے اللہ سے مدد مانگنا یہ اُمورِ غیر مقدورہ (مافوق الاسباب) کے قبیلے سے نہیں ہیں اور ہر چہ امورِ غیر مقدورہ ہیں وہ ہم ان (مخلوق) سے نہیں مانگتےاور توسل بذوات الفاضلہ دائرہ اسباب سے خارج نہیں (بلکہ ماتحت الاسباب ہی میں داخل ہیں)

(۷) ”ان التوسل من قبیل التمسک بالاسباب لا انہ فوق الاسباب“

(البصائر ص:٦۷، وفی نسخۃ اخریٰ ص:۸۲)

یعنی بے شک توسل اسباب کے ماتحت قبیلے سے ہے نہ کہ مافوق الاسباب قبیلے سے!

معلوم ہوا کہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ مافوق الاسباب امور کے قائل نہیں!

(۸) "ولایطلب المؤمن الرزق من غیر اللہ تعالیٰ ولایعتقد کاشف الضر الا اللہ تعالیٰ وشافی المرضی الا اللہ"

(البصائر ص: ۲۴۲و۲۴۳، وفی نسخۃ اخریٰ ص: ۲۶۲)

یعنی مؤمن اللہ کے سوا کسی اور سے رزق طلب نہیں کرتے اور تکلیف کو ہٹانے والا اور مریض کو شفا دینے والا بھی صرف اللہ ہی (کو سمجھتے) ہیں۔

(۹) "لانا لا ندعی السماع فی کل مکان فی کل زمان لکلّ مسموع"

(البصائر ص: ۱۰۹، وفی نسخۃ اخریٰ ص: ۱۱۷)

کیونکہ ہم ہر وقت ہر جگہ سے ہر کسی کے لئے سماع کا دعوی نہیں کرتے (یعنی ہم بالجملہ کے قائل نہیں)

(۱۰) ایک اور جگہ لکھتے ہیں: "ولا ندعی السماع من ای مکان"

(البصائر ص: ۸۳، وفی نسخۃ اخریٰ ص: ۸۹)

یعنی ہم ہر جگہ سے سماع (سننے) کے قائل نہیں ہیں۔ نیز دیکھئے (صفحہ: ۸۴)

معلوم ہوا کہ باباجی صاحب رحمہ اللہ ہر جگہ سے سننے کے قائل نہیں یعنی فی الجملہ سماع کے قائل ہیں۔

(۱۱) اسی وجہ سے مولانا شیر احمد منیب صاحب مماتی بھی اعتراف کرتے ہوئے حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں: "ملا صاحب ہر وقت سماع الموتی کے قائل نہیں تھے" (لایستوی الاعمی والبصیر ص:۲۲۰)

(۱۲) "وایضا سماع النبیﷺلایخلو اما ان یکون من القریب او من البعید...وان کان الثانی فلایخلو اما بلاواسطۃ او بواسطۃ فان کان الاول فلاندعیه...الخ" (البصائر ص: ۹۷، وفی نسخۃ اخریٰ ص: ۱۰۵)

یعنی اسی طرح نبی پاک ﷺ کا سماع دو حال سے خالی نہیں ہوگا یا تو قریب سے سنے گا یا دُور سے... اگر شق ثانی ہو (یعنی دُور سے) تو پھر خالی نہ ہوگا یا بلا واسطہ ہوگا یا بالواسطہ ہوگا، اگر شقِ اول ہو (یعنی بلاواسطہ ہو) تو ہم اس کا دعوی نہیں کرتے۔

(۱۳) ایک جگہ یوں نقل کرتے ہیں: "ونیست این بندہ درمیان مگر وسیلہ، ونیست قادر و فاعل و متصرف در وجود مگر حق سبحانہ" (البصائر ص: ۵۲، وفی نسخۃ اخریٰ ص: ۵۶)

یعنی توسل میں بندہ صرف وسیلہ (ذریعہ) ہوتا ہے ورنہ قادر و فاعل اور متصرِّف تو صرف اللہ سبحانہ تعالیٰ ہی ہے۔

(۱۴) "فعلم ان المالک للنفع والضرر هو الله تعالیٰ والانبیاء والاولیاء وسائط و وسائل" (البصائر ص: ۱۷، وفی نسخۃ ص: ۷۶)

پس معلوم ہوا کہ نفع اور نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور انبیاء کرام اور اولیاء عظام تو صرف وسائل اور ذرائع ہی ہیں۔

(۱۵) "السؤال من المیت باعتقاد انه مالک النفع والضرر امر ممنوع بل شرک" (البصائر ص: ۱۲۶، وفی نسخۃ اخریٰ ص: ۱۳۶)

یعنی میت سے سوال کرنا اس اعتقاد پر کہ یہ نفع اور نقصان کا مالک ہے یہ کام ممنوع بلکہ شرک ہے۔

(۱۶) "فان المتوسل بالانبیاء والاولیاء لایعتقد ولایخطر علی باله ان الانبیاء او الاولیاء یقضون له حاجته التی یتوسل بهم الی الله تعالیٰ ان یقضیها له وانما الذی یعتقده ویعمله وینطق به کل متوسل ان قضاء الحوائج بیدرب العالمین لایسال فی قضائها غیره ولایقضیها سواه ولیس المخلوق کائنا من کان ان یقضی حاجة" (البصائر ص: ۳۰۴، وفی نسخۃ اخریٰ ص: ۳۲۷و۳۲۸)

یعنی پس بیشک توسل کرنے والے کا نہ یہ عقیدہ ہے اور نہ ان کے دل میں یہ

خیال آتا ہے کہ انبیاء یا اولیاء کو جو اس نے اللہ کو وسیلے میں پیش کیا ہے ان کی حاجات پوری کرتے ہیں حالانکہ توسّل کرنے والے کا یہ اعتقاد اور عمل اور قول ہوتا ہے کہ بیشک تمام حاجات کو پوری کرنا اللہ کے ہاتھ اور قبضہ میں ہے، اپنی حاجات اللہ کے سوا کسی سے بھی نہیں مانگی جائیں گی، مخلوق میں سے کسی سے بھی مانگنا جائز نہیں۔

(۱۷) ''فان المعبود والمستعان هو الله تعالیٰ'' (البصائر ص:۲۳۶)

یعنی بیشک عبادت اور مدد کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(۱۸) " لاینبغی أن یعتقد أن أرواح المشائخ حاضرة ناظرة فی کل وقت وکل مکان" (البصائر ص: ۵۳، وفی نسخۃ اخریٰ ص: ۵۶)

یعنی مناسب و جائز نہیں ہے ایسا عقیدہ رکھنا کہ مشائخ کی ارواح ہر وقت اور ہر جگہ حاضر ناظر ہوتی ہیں۔

(۱۹) "وأما الذبح والنذر إن کان باسم غیر الله تعالیٰ فلاشک أن النذر لغیر الله حرام" (البصائر ص: ۲۳۸، وفی نسخۃ ص: ۲۵۷)

یعنی بہر حال ذبح اور نذر اگر غیر اللہ کے نام پر ہو تو بیشک نذر لغیر اللہ حرام ہے۔

"والنذر لغیر الله حرام" (البصائر ص: ۱۲۵، وفی نسخۃ اخریٰ ص: ۱۳۵)

یعنی نذر غیر اللہ کے لئے حرام ہے۔

(۲۰) "نعم من یقول مجیب الدعوات والمستعان وکاشف الضر وشافی المرضی مثلا الوسیلة حقیقة فهذا شرک" (البصائر ص: ۲۳۷، وفی نسخۃ اخریٰ ص: ۲۵۷)

ہاں! اگر کوئی یہ کہے کہ متوسل منہ (یعنی جس کو وسیلہ میں پیش کیا جاتا ہے) دعا قبول کرنے والا ہے، ہمارا مددگار ہے، نقصان کو دفع کرنے والا ہے، مریض کو شفا دینے والا ہے، اس وسیلہ کو حقیقی سمجھا جائے تو یہ شرک ہے۔

(۲۱) "قلنا لم نقل بالافعال الاختیاریة" (البصائر ص:۱۰۰، وفی نسخۃ اخریٰ ص:۱۰۷)
یعنی ہم میت کے لئے افعالِ اختیاری کے قائل نہیں ہیں۔

(۲۲) "وھذہ الاستعانة المرغّب فیھا غیرالاستعانة الخاصة بالله تعالیٰ"
(البصائر ص:۳۱۰، وفی نسخۃ اخریٰ ص:۳۳۴)
یعنی مخلوق سے استعانت ایسی استعانت نہیں جو اللہ کے ساتھ خاص ہے۔

(۲۳) "واما اعتقاد اصابة الضرر لاجل عدم الوفاء بنذور الاولیاء فشان العوام والعوام لیسوا من اھل التمسک باعمالھم" (البصائر ص:۱۳۳)
یعنی رہا یہ عقیدہ کہ نذر پوری نہ کرنے پر اولیاء کرام نقصان دیں گے تو یہ عوام الناس کی بات ہے اور ان کے اعمال حجت نہیں ہیں۔

(۲۴) "مایزعمه سخفة العقول من ان الاولیاء یتصرفون بعدوفاتھم بنحوشفاء المریض وانقاذالغریق والنصرعلی الاعداء وغیر ذالک... والکل جھل" (صفحہ ۴۴)
یعنی بعض حمقاء کا جو خیال ہے کہ اولیاء بعدالوفات تصرفات کرتے ہیں جیسے مریض کو شفاء دینا، ڈوبتے کو بچانا اور دشمن کے خلاف مدد کرنا وغیرہ یہ سب سراسر جہالت ہے

فیه کفایة لمن له هدایة

درج بالا تفصیل کے بعد قارئین کرام پر واضح ہوچکا ہوگا کہ ان مذکورہ عبارات میں کتنی واضح توحید اور کتنے صحیح عقائد مذکور ہیں الحمدللہ، اس تفصیل کے باوجود بھی حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ پر مختلف قسم الزماتِ فاسدہ لگانا انصاف کا قتلِ عام اور صداقت و دیانت کے ساتھ دشمنی ہے، جو کوئی اس روش سے باز نہ آئے وہ آخرت کے حساب کتاب کے لئے تیار رہے۔

آمدم بر سر مقصد: حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کا عقیدہ بالتفصیل ملاحظہ فرمایا، اب ہم اُن اعتراضات کے جوابات پیش کرتے ہیں جو عموماً شیخ صاحب رحمہ اللہ پر کئے جاتے ہیں بعونہ تعالیٰ!

پہلا اعتراض: غیر اللہ سے مدد مانگنے کا الزام

اعتراض: اہل باطل (مماتی، پنج پیری فرقہ اشاعۃ التوحید والسنۃ) حضرت علّامہ شیخ الحدیث ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ پر الزام لگاتے ہوئے کہتے ہیں کہ باباجی قبروں (غیر اللہ) سے مدد مانگنے کے قائل ہیں! اس الزام کے ثبوت میں باباجی رحمہ اللہ کی کتاب سے مختلف عبارات پیش کرتے ہیں، "ابو عبداللہ التوحیدی" نامی شخص کی تحریر جو ہمیں پی ڈی ایف کی شکل میں ملی ہے، اس کے سرنامہ میں یوں درج ہے:

"شیخ حمد اللہ جان ڈاگئی جن کے عقائد کفریات وبدعات پر مشتمل ہیں، چند عقائد دیکھئے: قبروں (اموات) سے مدد مانگنا جائز ہے۔ (البصائر ص:۱)"

اور پھر اس کے لیے حضرت شیخ الحدیث ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ کی کتاب سے یہ عبارت پیش کرتے ہیں کہ باباجی صاحب نے لکھا ہے: "إذا تحيرتم فاستعينوا من أصحاب القبور" کہ قبر والوں سے مدد مانگا کرو۔

اسی عبارت کی وجہ سے باباجی صاحب رحمہ اللہ پر کئی مماتی حضرات کفر و شرک وغیرہ کے فتوے لگاتے ہیں اور کئی طریقوں سے اُن کی تردید کرتے چلے آرہے ہیں مثلاً دیکھئے (خالص مناظرہ سماع الموتی کے لیے صفحہ:۳۱)

الجواب بعون الوہاب: سمجھنا چاہئے کہ حضرت شیخ الحدیث باباجی صاحب رحمہ اللہ نے یہ عبارت کس تناظر کے پیش نظر لکھی ہے..؟ مؤلف نے یہ مقولہ

جہاں تک میرا مطالعہ ہے پانچ (۵) جگہوں میں نقل کیا ہے (دیکھئے البصائر ص: ۱۵، ۱۶، ۱۳۰، ۴۳، ۴۴، وغیرہ) واللہ اعلم.. .. اور وہ بھی اپنی طرف سے نہیں بلکہ ائمہ کرام سے نقل کیا ہے (جن کے حوالہ جات آگے آرہے ہیں ان شاء اللہ العزیز) نہ کہ ازخود گھڑ لیا ہے اور پھر صفحہ: ۱۳۰ پر اس مقولے کی مفصل توجیہات کو نقل کرکے بیان کئے ہیں۔

(جواب نمبرا) ضابطہ: ناقل پر صرف تصحیحِ نقل ضروری ہے:

میں پنج پیری حضرات کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں بفضلہٖ تعالیٰ کہ جب حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ ناقل ہوئے (آگے منقول عنہم کی تعیین اور ان کے حوالہ جات آرہے ہیں ان شاء اللہ الرحمٰن) تو ناقل جب نقل کا حوالہ دے تو اس حوالے سے ناقل کی براءت ہو گئی! اب اس کی ذمہ داری منقول عنہ پر ہے، ناقل پر صرف تصحیحِ نقل لازمی ہے، یہی قاعدہ فن مناظرہ کی مشہور کتاب "رشیدیہ ص: ۶۲" پر بھی موجود ہے، فی الحال دیگر حوالوں سے قطع نظر.... خود مماتیوں کے اپنے گھر سے ہی حوالہ جات ملاحظہ کیجئے بعونہ تعالیٰ!

مماتیوں کے گھر سے ثبوت:

(ا) مماتیوں کے ایک مناظر مولانا ابو صفوان صدیق اکبر صاحب لکھتے ہیں:

"جن حضرات کی کتابوں میں اس قسم کی شرکیہ، بدعیہ نقول نظر آرہی ہیں تو قاعدہ یہ ہے کہ نقل من حیث النقل پر فتویٰ نہیں لگایا جاسکتا بلکہ فتویٰ عقیدے پر ہوتا ہے"

(دیوبندی لبادہ، بریلوی نظریات ص: ۱۷۱)

چونکہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کا صاف عقیدہ اوپر تفصیلاً ذکر ہوا، اب اس کے بعد بھی مماتیوں کو "البصائر" میں نقل کی گئی عبارتوں میں (اگرچہ اس کا وہ معنی

نہیں جو مخالفین لیتے ہیں) شرک نظر آتا ہے تو ان کو صدیق اکبر صاحب کا درج بالا قول یاد رکھنا چاہئے۔

(۲) مماتیوں کے ایک مشہور مصنّف مولانا حسین نیلوی صاحب ایک بریلوی کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "کسی کی عبارت نقل کرنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس کا اپنا مسلک بھی یہی ہے اور نہ ہی کسی کی عبارت نقل کرنے کے بعد اس کا جواب دینا ضروری ہوتا ہے" (مجموعہ رسائل نیلوی ج: ۴، ص: ۳۶۲)

(۳) مماتیوں کے الشیخ الادیب شیر احمد منیب صاحب لکھتے ہیں: "چوتھا یہ بھی مکر اور تلبیس کا ایک شعبہ ہے کہ ایک عالم کا فتوی جب کسی آدمی کی طبعیت کے خلاف ہو تو وہ یہ فتویٰ اُس عالم کی طرف منسوب نہیں کرتا بلکہ اُس سے منسوب کر دیتا ہے جس نے نقل کیا ہو، اُس فتویٰ دینے والے عالم پر رد نہیں کرتا، ناقل پر رد کرتا ہے اور اُس مفتی صاحب کا نام تک نہیں لیا جاتا، اب آیئے دیکھئے کہ یہ فتویٰ کس نے دیا ہے؟" البصائر ص: ۶۹ میں" حضرت شیخ، امام شاہ ولی اللہ سے نقل کرتے ہیں... معلوم ہوا کہ اس کتاب میں یہ فتویٰ امام الہند (شاہ ولی اللہ) سے نقل ہوا ہے! منقول عنہ کا جلد و صفحہ لکھا ہوا ہے اور حضرت شیخ نے اس سے دلیل پکڑی ہے! شاہ صاحب کے عقیدہ اور حکم کا واضح فیصلہ ناقل کی طرف منسوب کرنا دھوکہ وفریب ہے...اور یہاں اُن (شاہ ولی اللہؒ، ناقل) کے نام تک کا ذکر نہیں کیا بلکہ ناقل پر رد کیا ہے فھل ھذا الا جنون وفي الجنون فنون (پس یہ جنون ہی ہے اور جنون میں اقسام ہیں) " (لایستوي الاعمی والبصیر ص: ۱۵۱، ۱۵۲، مکتبۃ الاشاعۃ قصہ خوانی پشاور)

پس اس حوالہ کی روشنی میں بھی یہ بات مصرّح ہوئی کہ منقول عنہ کو چھوڑ کر صرف ناقل پر کفر و شرک کا فتویٰ لگا دینا بقول مذکورہ مماتی دھوکہ، مکر اور تلبیس ہے۔

یاد رہے! درج بالا کتاب "لا یستوي الاعمی والبصیر" مسلک مماتیت کے بانی شیخ القرآن مولانا طاہر مرحوم کی پسندیدہ کتاب تھی بلکہ اس کو وہ اپنی کتاب کہتے تھے دیکھئے (لایستوي الاعمی والبصیر ص:۱۱)

اور اس کتاب پر مماتیوں کے معتمد عالم اور شیخ التفسیر مولانا عبدالسلام رستمی صاحب کی تقریظ بھی تحریر ہے دیکھئے (ایضاً ص:۱۲)

(۴) مولوی خان بادشاہ صاحب مماتی اپنے ہم مسلک ساتھیوں کو مشورہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "کسی کتاب یا رسالے سے نقل کریں تو پھر اس کا حوالہ دیا کریں چاہے اس میں غلطی ہو، اس طرح کرنے سے گویا کہ آپ نے اپنے کندھوں سے بوجھ اٹھا کر اُس (منقول عنہ، ناقل) پر ڈال دیا ہے" (ماہنامہ التوحید والسنۃ ج:۳، شمارہ:۹، ص:۲۰)

یہ چار حوالے کافی ہیں، پانچواں حوالہ قصداً عمداً ذکر نہیں کرتے کیونکہ پھر یہ لوگ ہماری تحریر سے بھی پانچ حوالوں کی مناسبت سے "پنج پیر" ثابت کریں گے جیسا کہ ان کے شیخ طیب صاحب نے قرآن پاک میں تحریف کرتے ہوئے سورۃ الفاتحہ سے بھی پنج پیر ثابت کرنے کی جرات کی ہے (العیاذ باللہ ثم وثم) اور یہ صرف موصوف کی حد تک بات نہیں بلکہ ان کی ایک اور کتاب میں بھی یہ کارنامہ سرانجام دیا گیا ہے العیاذ اللہ، دیکھئے (مناہل العرفان فی اصول القرآن ج:۲، ص:۱۲۸، للشیخ سلطان غنی عارف)

(جواب نمبر۲) منقول عنہم کی تعیین:

ہم نے پچھلے صفحات میں یہ بات کہی تھی کہ یہ اقوال حضرت شیخ صاحب کی اپنی طرف سے ازخود نہیں تھی بلکہ حضرت شیخ صاحب نے محدّثین و فقہاء کرام سے ہی نقل کی ہیں، اب آئیں اور ان منقول عنہم کی تعیین ملاحظہ کیجئے کہ یہ قول کن کن حضرات نے نقل کی ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی ملاحظہ فرمائے کہ انہوں نے اس

جملے کیا مراد لی ہیں:

شیخ الحدیث باباجی صاحب رحمہ اللہ نے سب سے پہلے جو حوالہ نقل کیا ہے وہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ (المتوفّی: ۱۲۷۰ھ) سے نقل کیا ہے، چنانچہ حضرت شیخ باباجی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وذکر المفسر البغدادي الآلوسي في تفسیرہ في الجزء الثلاثین في تفسیر (فالمدبرات، النازعات: ۵) ولیس بحدیث کما توھم (اذا تحیرتم في الأمور فاستعینوا من أصحاب القبور)... الخ" دیکھئے (البصائر، ص: ۱۵، ۱۶، مکتبۃ الحقیقۃ استنبول ترکی، وطبع مظہری کتب خانہ ڈاگئ صوابی، ص: ۱۵)

اور دوسرے مقام پر بھی علامہ آلوسی رحمہ اللہ ہی سے نقل کیا ہے دیکھئے (البصائر ص: ۴۳، ناشر: مظہری کتب خانہ ڈاگئ صوابی پاکستان وطبع استنبول، ص: ۴۶)

مطالبہ: تو اگر اس قول کے ذکر کرنے سے کوئی مشرک بن جاتا ہے تو پھر حضرت شیخ الحدیث باباجی رحمہ اللہ سے پہلے علامہ آلوسی رحمہ اللہ پر کفر وشرک کا فتویٰ لگایا جائے گا، معاذاللہ من هذه الجرأة الفاسدة۔

اور صفحہ نمبر ایک سو تیس (۱۳۰) پر اپنی طرف سے جو یہ عبارت پیش کی ہے تو اس کی بہترین تشریح اور توجیہات ذکر کی ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

"اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا... الخ کا مطلب وتشریح حضرت شیخ باباجی صاحب رحمہ اللہ کے قلم سے:

حضرت شیخ الحدیث ڈاگئ باباجی صاحب نوراللہ مرقدہ کے واضح عقائد صحیحہ تو پچھلے صفحات میں تحریر ہوئے کہ ان کا عقیدہ بالکل استمداد الاموات کا نہیں الحمدللہ البتہ اس کے باوجود حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے ازخود اس کی تشریح جن الفاظ میں قلمبند کی ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں بعونہ تعالیٰ:

حضرت شیخ الحدیث ڈاگئی باباجی صاحب نوراللہ مرقدہ نے (اذا تحیرتم...) مقولہ کی چند توجیہات اپنی کتاب میں ذکر کی ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

اولاً: حضرت شیخ الحدیث باباجی صاحب رحمہ اللہ نے اس سے توسل[11] مراد لیا ہے کیوں کہ کتاب کا نام "البصائر لمنکری التوسل باھل المقابر" ہی توسل کے اثبات پر رکھا گیا ہے، لہٰذا اس استعانت سے حقیقی استعانت نہیں بلکہ مجازی استعانت یعنی توسل مراد ہے جس کی تفصیل استغاثہ والی عبارت میں آرہی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ثانیاً: حضرت شیخ صاحب نے یہ مقولہ اس باب کے تحت نقل کیا ہے "المقصد الثانی: فی اثبات التوسل الی اللہ تعالی فی الحاجات ببرکۃ الانبیاء والاولیاء وبحرمتھم وشرفھم وقربھم من اللہ حین الحیاۃ وبعد الوفاۃ" (صفحہ ۳۳)

ثالثاً: حضرت شیخ الحدیث باباجی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قول حضرت مولانا عبدالحئ لکھنوی[12] رحمہ اللہ نے بھی ذکر کرکے فرمایا ہے کہ یہ حدیث نہیں بلکہ ایک عام مقولہ ہے[13] جس کی توجیہ یہ ہے کہ جب آپ کسی حکم میں مشتبہ ہوں کہ یہ حلال ہوگا یا حرام؟ تو آپ ان متقدمین کے اقوال سے مدد حاصل کرو جو قبور میں

---

[11] اور توسل اور استعانت سے مراد توسل تو خود حضرت شیخ القرآن حسین علی، الشیخ غلام اللہ خان اور الشیخ مولانا محمد طاہر کی کتابوں میں بھی موجود ہے (بشرط) اگر یہ شرک ہو تو سب سے پہلے ان حضرات کو کفر و شرک کے فتووں سے نوازیں پھر اس پر بھی کبھی علمی تحقیقات کرینگے ان شاء اللہ الرحمٰن

[12] جس کے متعلق مفتی رحمت اللہ امین صاحب مماتی لکھتے ہیں: "خاتم المحققین علامہ عبدالحئ لکھنوی..." (میت کے گھر سے کھانا (پشتو) ص: ۵۷)

[13] غیر مقلدین کی طرح یہ جرأت نہ کرنا کہ انہوں نے اس کو مرفوع حدیث بنایا ہے العیاذ باللہ، چنانچہ اسعد اعظمی صاحب جامعہ سلفیہ بنارس الہند اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: "کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اھل القبور" (تصوف میں شیخ اور تصور شیخ صفحہ ۹۴)

پڑے ہیں، نہ کہ اپنی رائے پر عمل کریں۔

(ب) یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ دنیاوی امور میں پھنس جائیں تو آپ اصحاب القبور کو دیکھئے کہ کیسے یہ لوگ دنیا چھوڑ کر آخرت کے سفر پر چل نکلے ہیں۔

(ج) یا یہ مراد ہے کہ جب آپ اپنا مقصد حاصل کرنے میں عاجز اور ناکام ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ سے اصحاب قبور کے وسیلے سے مانگیں تاکہ ان کی برکت سے آپ کی دعا قبول ہو جائے، اس خیال سے نہیں کہ وہ مشکل کشا ہیں یا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تدبیر العالم میں شریک ہیں کیوں کہ یہ تو صاف شرک ہے۔

(د) آخر میں حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "**فعلم من کلام هذا الحبر المحقق مشاق الفقهاء ان هذه مقولةوليس بحديث ولها معان صحيحة و باعتبار المعنى الاخير دليل التوسل بالاموات الفاضلة فضلاً عن ان يكون شركا كما لايخفى على ذى لب**"

(البصائر ص: ۱۳۰، مظہری کتب خانہ استنبول، ترکی ص: ۱۴۰، ۱۴۱)

اس علامہ مفتی اور محقق کے کلام سے معلوم ہوا کہ یہ مقولہ حدیث نہیں ہے، اس کا مفہوم صحیح ہے **اور آخری توجیہ کے مطابق اس سے مراد توسل بالاموات الفاضل ہے،** چہ جائیکہ یہ شرک ہو جیسا کہ عقلاء پر پوشیدہ نہیں۔

حضرت شیخ صاحب کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ اس مقولے سے حضرت شیخ صاحب کی مراد توسل ہے نا کہ استمدادِ حقیقی.

یہ وضاحت تو حضرت شیخ صاحب نے اپنی اسی کتاب (البصائر) میں ذکر کی ہے، اس کے علاوہ کسی کے مطالبہ پر اس کی وضاحت ایک ورق میں بھی واضح انداز میں لکھ کر آخر میں اپنا دستخط کر کے اپنی ذاتی مہر بھی ثبت کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

"اذا تحیرتم فی الامور...الخ... ... جب تم اپنی مقصد برآری میں عاجز ہو جاؤ تو اصحاب قبور کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تاکہ ان کی برکت سے تمہاری دعا قبول ہو جائے نہ کہ ان کو حل مشکلات یا تدابیر عالم میں اللہ کا شریک جانو کیونکہ یہ کھلا شرک ہے"

مولوی حمد اللہ بقلم خود (مہر) ۲۰۱۷-۷-۳

(اصل عکس / سکین / وثیقہ آگے ملاحظہ فرمائیں)

قارئین کرام! دیکھ لیجئے حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ اس سے توسل مراد لے کر اس کے ظاہری معنی کو کفر و شرک بتلایا ہے اور یاران و مہربان حضرات نے حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ پر کیسے کیسے الزاماتِ فاسدہ لگا رکھیں ہیں؟ معاذ اللہ! حالانکہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کا اپنا عقیدہ یہ ہے کہ :

”فان المعبود والمستعان هو الله تعالیٰ“ (البصائر ص:۲۳۶)

ترجمہ: بیشک عبادت اور مدد کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

خیر! انصاف کا دن موجود ہے، عدالت الٰہی میں حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ سمیت بعض معترضین تشریف لے گئے ہیں، وہاں حساب و کتاب اور ان الزامات کا انجام انہوں دیکھ لیا ہوگا ان شاء اللہ العزیز۔ مزید علماءِ امت کے نام بھی ملاحظہ فرمائیے جنہوں نے اپنی کتابوں اور تصانیف میں یہی مقولہ ذکر کیا ہے، اب معترضین ان کو بھی وہی تاج پہنائیں جیسے حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ پر بے جا تبرابازی کرتے ہیں ورنہ اس طرح کے دوغلی حرکاتِ مذمومہ اور شعیب علیہ السلام کی قوم جیسی حرکات سے باز آجائیں۔

دیگر اہل علم سے اس کا ثبوت اور اس کی تشریح:

درج بالا تشریح صرف حضرت شیخ باباجی رحمہ اللہ کے قلم سے ہی نہیں بلکہ درج ذیل بزرگوں سے بھی اسی طرح کی تشریح نقل کی گئ ہے:

(۱) مولانا عبدالحئ لکھنوی رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۳۰۴ھ) کے اُردو فتاویٰ میں درج ذیل عبارت درج ہے:

”سوال: (اذا تحيرتم في الأمور فاستعينوا من أصحاب القبور) حدیث ہے یا نہیں؟

جواب: حدیث نہیں ہے بلکہ کسی کا قول ہے اور اس کے تفصیلی معنی یہ ہیں کہ جب تمہیں کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے میں شبہ ہو تو اپنے اجتہاد پر عمل نہ کرو بلکہ ان قدماء کی جو اس وقت قبروں میں سو رہے ہیں تقلید کرو، اور ہو سکتا ہے کہ یہ معنی ہوں جب تم دنیاوی امور میں پریشان ہو تو اصحاب قبور پر نظر کرو جنہوں نے دنیا کو چھوڑ کے آخرت کا سفر اختیار کیا ہے اور تمہیں بھی یہ سفر کرنا اور دنیا کو چھوڑنا ہی پڑے گا، اور ہو سکتا ہے کہ یہ معنی ہوں جب تم اپنے مقصد برآری میں عاجز ہو جاؤ تو اصحاب قبور کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تاکہ ان کی برکت سے تمہاری دعا قبول ہو جائے نہ یہ کہ ان کو حل المشکلات یا تدابیر عالم میں اللہ کا شریک جانو کیونکہ یہ کھلا ہوا شرک ہے واللہ اعلم حرّرہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحئی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی"

(مجموعۃ الفتاویٰ اردو جلداول، ص: ۸ ۱۳، ایچ ایم سعید کراچی)

معلوم ہوا کہ علامہ صاحب رحمہ اللہ بھی اس سے استعانتِ محرّمہ وحقیقیہ ونزاعیہ مراد نہیں لیتے بلکہ اس سے توسل مراد لیتے ہیں۔

(۲) ملا علی قاری رحمہ اللہ [14] (المتوفّی: ۱۰۱۴ھ) اس حدیث (فإنها تزهد في الدنيا وتذكر الآخرة) میں اس حصہ (وتذكر الآخرة) کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"ولذا قيل ! إذا تحيرتم في الأمور فاستعينوا بأهل القبور. هذا أحد معانيه"

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج: ۴، ص: ۲۲۱، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، رقم الحدیث: ۱۷۶۹)

کہ "اذا تحیرتم... الخ" ان دو معانی میں سے ایک کا یہی مقصد ہے۔

---

[14] جس کے متعلق مفتی رحمت اللہ امین صاحب مماتی لکھتے ہیں: "وکیل احناف ملا علی قاری.." (حنفی مذہب میں دعا بحق فلاں (پشتو) ص: ۱۵)

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بھی اس کو استعانتِ محرّمہ و حقیقی استعانت سے تعبیر نہیں فرمایا بلکہ اس کا روحانی اور ایک خاص قسم کا تاویلی اور مجازی معنی مراد لیا ہے، یہ صرف بریلویوں اور مماتیوں کے ذہن کی عکاسی ہے کہ اس سے استعانتِ حقیقی مراد لیتے ہیں ورنہ اہل حق اس کا وہ معنی و مفہوم مراد لیتے ہیں جو اس کے شایان شان ہو۔

(۳) بلکہ اپنی دوسری کتاب میں بھی اس کا ذکر کیا ہے اور وہاں بھی اس کو استعانتِ حقیقی کے معنی میں نہیں لیا دیکھئے (شرح مسند ابی حنیفہ، ص: ۱۱۵، طبع: ۱۴۰۵ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۴) یہ قول مشہور مفسر علّامہ آلوسی رحمہ اللہ (المتوفّی: ۱۲۷۰ھ) کا بھی ہے جیسا کہ گزر چکا، چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وليس بحديث كما توهم (اذا تحيرتم في الأمور فاستعينوا من أصحاب القبور) أي اصحاب النفوس الفاضلة المتوفين ولاشك في أنه يحصل لزائر هم مدد روحاني ببركتهم" (تفسیر آلوسی ج: ۱۵، ص: ۲۲۵، تحت آیت: ابتداء سورۃ النازعات، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اب مماتی (اشاعت والے پنج پیری حضرات) علامہ آلوسی رحمہ اللہ پر بھی فتویٰ لگائیں!!

(۵) حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۲۳۹ھ) نے بھی اس مقولے کو نقل کرکے اس سے استعانت حقیقی مراد نہیں لیا ہے،

چنانچہ لکھتے ہیں: " إذا تحيرتم في الأمور فاستعينوا بأهل القبور یہ حدیث نہیں ہے بلکہ کسی بزرگ کا قول ہے، اس قول کے چند معانی متفرق ہیں ان میں سے ایک معنی یہ ہے کہ جب کسی چیز کے حلال اور حرام ہونے میں دلائل متعارض ہوں اور بعض دلائل سے اس کی حلت ثابت ہوتی ہو اور بعض سے اس کی حرمت ثابت ہوتی ہو اور تم لوگ متذبذب ہو جاؤ کہ کس دلیل پر عمل کریں؟ تو چاہئے کہ تم لوگ اپنا اجتہاد

چھوڑ دو اور جو لوگ فوت ہو گئے ہیں اُن کی تقلید کرو اور یہ معنی زیادہ تر حق کے موافق ہیں اور یہ معنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے منقول ہیں اور ان معانی میں سے دوسرے معنی یہ ہیں کہ جب تم لوگ دنیوی امور میں تذبذب کا شکار ہو جاؤ اور تم لوگوں کا دل ضیق میں پڑ جائے تو چاہئے کہ اصحاب قبور کی طرف نظر کرو اور یہ خیال کرو کہ ان لوگوں نے کس طرح دنیا کو چھوڑ دیا؟ اور آخرت کی طرف منہ کر لیا اور خیال کرو کہ ہم لوگ بھی وہاں جانے والے ہیں جہاں وہ لوگ گئے ہیں اور وہی حال ہمارا بھی عنقریب ہو گا جو ان لوگوں کا ہوا ہے اور یہ خیال کرنے سے دنیا کی مشکلات اور سختی تم لوگوں کو آسان معلوم ہو گی، حاصل کلام اس قول میں صراحتاً معنی حقیقی استمداد مراد نہیں" (فتاویٰ عزیزی ص: ۱۷۹، ایچ ایم سعید کرچی، طبع: ۱۳۸۷ھ)

(۶) امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سے بھی پہلے فوت ہونے والی شخصیت علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی الجراجی رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۱۶۲ھ) نے بھی اپنی کتاب میں یہ قول ذکر کیا ہے دیکھئے (کشف الخفاء ومزیل الالباس عما اشتہر من الاحادیث علی السنۃ الناس ص: ۸۵)

یاد رہے محدثین نے یہ قول "وضعی حدیث " کے ضمن میں پیش کیا ہے اور حضرت شیخ الحدیث باباجی صاحب رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے دیکھئے (البصائر ص: ۱۳۰) تاہم اس کو نفس ذکر کرنا اور اس کی توجیہات وتاویل معانی ذکر کرنا کہاں کا شرک ہے؟

(۷) شافعی المسلک ابراہیم بن علی بن علی شحاتۃ السمودی الشافعی المصری نے بھی ابن کمال پاشا رحمہ اللہ (المتوفی: ۹۴۰ھ) کے حوالے سے لکھا ہے دیکھئے (نصرۃ الامام السبکی برد الصارم المنکی ص: ۱۹۶)

(۸) علامہ شہاب الدین احمد بن عمر الخفاجی المصری الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۰۶۹ھ) بھی اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں کہ: "وقد ذكره الغزالي: ولذا قيل: (اذا تحيرتم في الأمور فاستعينوا من أصحاب القبور) الا أنه ليس بحديث كما توهم. ولذا اتفق الناس على زيارة مشاهد السلف والتوسل بهم الى الله تعالى وان انكر بعض الملاحدة في عصرنا" (حاشیۃ الشهاب للخفاجي على البيضاوي ج: ۸، ص: ۳۱، ناشر: دار صادر بیروت)

یعنی یہ مقولہ حدیث نہیں ہے جیسا کہ وہم کیا گیا ہے اور اسی لے مزاراتِ سلفِ صالحین کی زیارت اور انہیں اللہ تعالی کی طرف وسیلہ بنانے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اگرچہ ہمارے زمانے میں بعض ملحد (بے دین لوگ) اس کے منکر ہے.

علامہ خفاجی رحمہ اللہ کی اس تحریر سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

اول: علامہ صاحب رحمہ اللہ نے اس کو امام غزالی رحمہ اللہ کا قول قرار دیا ہے، معلوم ہوا کہ اصل منقول عنہ امام غزالی رحمہ اللہ ہی ہیں۔

دوم: یہ حدیث نہیں بلکہ عام مقولہ ہے۔

سوم: اس سے مراد توسل ہے اور توسل کا انکار کرنے والے ہمارے زمانے کے بعض ملحدین ہی ہیں۔

(۹) اور اس مقولے کا تعلّق مسئلہ توسّل سے ہونا خود مماتیوں کی کتب سے بھی مصرّح ہے، چنانچہ مماتیوں کے مناظر و مفتی امیر عبداللہ صاحب نے اپنی کتاب میں توسّل کے باب میں ہی یہ مقولہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے حوالے سے تردیداً

ذکر کیا ہے دیکھئے (اعلانِ حق ص: ۱۰۲)

معلوم ہوا کہ اس مقولے کا تعلّق مسئلہ توسّل سے ہے، یہ الگ بات ہے کہ یہ حدیث سنداً ثابت نہیں بلکہ یہ عام علماء، محدثین و فقہاءِ کرام کا مقولہ ہے جیسا کہ مفصل گزر چکا ہے۔

(۱۰) شیخ الاسلام المحقّق المدقّق المحدّث حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی نوّر اللہ مرقدہ نے بھی اس کی حدیثی حیثیت کا کمزور ہونا تسلیم کرکے اس کی بہترین توجیہ کی ہے، چنانچہ بریلویوں کو مفصّل جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "قال رسول الله ﷺ اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اہل القبور" مگر سائل نے اس کے ثبوت و صحت کی کوئی دلیل نہیں لکھی لہٰذا سب سے پہلے اس کو یہ ثابت کرنا چاہئے کہ یہ حدیث بقاعدہ محدثین صحیح ہے اور محض شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا بلاسند نقل کردینا صحت کی دلیل نہیں کیونکہ حضرت شیخ قدس سرہ اس باب میں بہت متساہل ہیں۔ پھر بتقدیر تسلیم ثبوت اس پر کیا دلیل ہے کہ اس حدیث میں استعانت کے یہ معنی ہیں کہ مُردوں سے اپنی حاجات مانگا کرو، بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اس سے توسل مراد ہے کہ اموات کے وسیلے سے دعا کیا کرو اور تخصیص اموات کی وجہ غالباً یہ ہے جو صحاح میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے "ان الحی لایؤمن علیه الفتنة" کہ زندہ آدمی پر فتنہ کا اندیشہ رہتا ہے۔

اور جو لوگ ایمان پر وفات پاچکے ہیں اُن پر یہ اندیشہ نہیں، نیز یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ جب تم کسی امر میں پریشان ہو تو زیارت قبور سے اعانت

حاصل کیا کرو کیونکہ زیارت قبور سے تم کو آخرت اور موت کی یاد تازہ ہوگی جس سے اعمال صالحہ کی طرف رغبت بڑھے گی اور یہ رحمت الٰہی کا سبب ہو جائے گا، اس صورت میں اس حدیث کا وہی حاصل ہوگا جو آیت واستعینوا بالصبر والصلوۃ کا حاصل ہے"

(الارشاد فی مسئلة الاستمداد مشمولہ مقالات عثمانی ج: ۲، ص: ۲۹۹و۳۰۰، مکتبہ بیت العلوم لاہور)

حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی اس تحقیق سے مندرجہ ذیل باتیں متشرح ہوئیں:

(اول) یہ حدیث ثابت نہیں۔

(دوم) اس سے مراد استعانتِ حقیقی و متعارفہ بریلوی حضرات ہی لیتے ہیں اور اب بریلویوں کی اس واردات کے ٹھیکیدار مماتی حضرات ہی بنے ہوئے ہیں اور بریلویوں کی طرح اس سے خواہ مخواہ استعانتِ ظاہری و حقیقی مراد لیتے ہیں جو کہ بالکل اُصول کے خلاف ہے۔

(سوم) حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ بھی اس سے مراد توسل ہی لیتے ہیں نہ کہ اسعانتِ محرّمہ فافهم و لاتكن من الغافلين۔

(۱۱) مفتی اعظم افریقہ مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم سے ایک سائل نے اس مقولے کے متعلق دو سوال کئے ہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے اور کیا یہ حدیث ہے یا نہیں؟ تو حضرت مفتی صاحب حفظہ اللہ نے اول تو اس کا حدیث ہونے کو ردّ کیا ہے اور پھر بعد میں دیگر اہل علم کے حوالے سے اس کی حقیقت آشکارا کی ہے، چنانچہ سائل کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

”یہ حدیث موضوع ہے[15].. مجموعۃالفتاویٰ میں ہے ”اذا تحیرتم في الأمور فاستعینوا بأصحاب القبور“ جب تم کسی کام میں پریشان ہو تو اہل قبور سے دریافت کرو، یہ حدیث نہیں ہے بلکہ کسی کا قول ہے، اور اس کی تفصیلی معنی یہ ہے کہ جب تمہیں کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے میں شبہ ہو تو اپنے اجتہاد پر عمل نہ کرو بلکہ ان قدماء کی جو اس وقت قبروں میں سو رہے ہیں تقلید کرو، اور ہو سکتا ہے کہ یہ معنی ہوں جب تم دنیاوی امور میں پریشان ہو تو اصحاب قبور پر نظر کرو جنہوں نے دنیا کو چھوڑ کر آخرت کا سفر اختیار کیا ہے اور تمہیں بھی یہ سفر کرنا اور اس دنیا کو چھوڑنا پڑے گا، اور ہو سکتا ہے کہ یہ معنی ہو کہ جب تم اپنی مقصد برآری میں عاجز ہو جاؤ تو اصحاب قبور کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تاکہ ان کی برکت سے تمہاری دعا قبول ہو جائے نہ یہ کہ ان کو مستقل طور سے حل مشکلات یا تدابیر عالم میں اللہ کا شریک جانو کیونکہ یہ کھلا ہوا شرک ہے۔“ (معلّم الفقہ ترجمہ اردو مجموعۃالفتاوی ج:۱، ص:۱۵۹و۱۶۰) "

(فتاویٰ دارالعلوم زکریا ج: ، ص: ۳۹۰ تا ۳۹۲، وفی نسخۃ اخریٰ ج:۱، ص:۵۳۷ و ۵۳۸، کتاب الحدیث والآثار، اشاعتِ پنجم دہلی، ہندوستان)

(۱۲) آخر میں امامِ اہل السنۃ شیخ الحدیث المحقّق المدقّق و فاصل بین السنی والبدعی، ترجمانِ علماء دیوبند حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ ردّ بدعت پر لکھی ہوئی اپنی مایہ ناز کتاب میں فرماتے ہیں:

”عوام ایک حدیث بیان کیا کرتے ہیں: اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا بأصحاب القبور جب تم کو کاموں میں پریشانی لاحق ہو تو اصحابِ قُبور سے استعانت

[15] جیسا کہ علامہ سیوطی (المتوفّی: ۹۱۱ھ) نے اس کو موضوع کہا ہے (دیکھئے: تیسیر المقال فی نقد الرجال صفحہ ۱۵۰)

کرو... حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا بأصحاب القبور حدیث نیست قول بزرگ است وله معان شتی منها اذا تحیرتم نظرا الی الدلائل المتعارضة فی حل بعض الأشیاء وحرمتها فاترکوا اجتهادکم و تقلّدوا بمن قدمات وهذا القول اشبه منقول عن عبدالله بن مسعودؓ و سفیان الثوری ومنها انکم اذا تحیرتم فی الامور الدنیویه و ضاق بسبب ذالک قلبکم فانظروا الی اصحاب القبور کیف ترکوا الدنیا واستقبلوا الآخرة واعلموا أنکم ایضاً صائرون الی ماصاروا وهذا العلم یستهل علیکم صعائب الدنیا وشدائدها وبالجمله نص در معنی استمداد نیست انتہیٰ۔ (فتاوی عزیزی جلد اول، ص:۱۲۱، طبع: مجتبائی دہلی)

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نہ تو حدیث ہے اور نہ اس کا وہ معنی ہے جس کو قبر پرست مراد لیتے ہیں" (گلدستہ توحید ص:۱۵۱)

(۱۳) ایک اور کتاب میں بھی اس مقولے کی صحیح توجیہ اور صحیح مطلب لکھتے ہیں: "حضرت مولانا محمد عبدالحئی صاحب لکھنویؒ سے کسی نے سوال کیا کہ اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا باصحاب القبور (یعنی جب تم اپنے کاموں میں حیران ہو جاؤ تو اہل قبور سے استعانت کرو) حدیث یا نہیں؟ اور اس کا معنی کیا ہے؟ تو اس کے جواب میں وہ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث نہیں ہے کسی کا مقولہ ہے اور اس کا یہ معنی ہے کہ جب کسی چیز کے حلال و حرام ہونے میں تمہیں تردد ہو اور دلائل متعارض ہوں تو خود قیاس نہ کرو (غلطی کھا جاؤ گے) بلکہ اُن حضرات کی تقلید اور پیروی کرو جو اب قبروں میں آرام فرما ہیں اور جو کچھ انہوں نے کہا اس کو تسلیم کرو اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جب تم اُمور دنیویہ میں تنگ دل ہو جاؤ تو اصحاب قبور کو دیکھو اور ان سے عبرت

حاصل کرو کہ آخر انھوں نے بھی دنیاترک کر دی ہے اور آخرت کو چلے گئے ہیں تو تم یہ سمجھو کہ آخر ہم بھی دنیا سے جانے ہی والے ہیں (محصلہ) اور آگے لکھتے ہیں:

و نیز براستمداد ہم محمول میتواں شد یعنی وقتیکہ متحیر شوید در اُمور و کار برآری شما نشود پس دعائے انجاح مرام بوسیلہ اصحاب قبور سازید و ایشاں را وسیلہ گردانیدہ از جناب باری تعالیٰ دعا سازید تا برکت ایشاں بدرجہ قبول رسد نہ ایں کہ ایشاں را حلّال مشکلات استقلالاً یا شریک کارخانہ تدبیرِ عالم وانید کہ ایں عین شرک است انتہیٰ (مجموعہ فتاوی عبدالحئی ج: ۳، ص: ۲۳)

ترجمہ: اور اس عبارت کو توسل پر بھی حمل کیا جاسکتا ہے یعنی جس وقت تم امور میں حیران ہو جاؤ اور تمہارا مطلب پورا نہ ہو سکے تو تم حاجت میں کامیابی کے لیے اصحاب قبور کے وسیلہ سے دعا کرو اور ان کو وسیلہ قرار دیتے ہوئے جناب باری تعالیٰ سے دعا کرو تاکہ ان کی برکت سے دعا درجہ قبولیت کو پہنچ جائے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو استقلالاً مشکل کشا یا کارخانہ عالم کی تدبیر میں شریک سمجھا جائے کیونکہ یہ عین شرک ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جس معنی میں جواز توسل کے دیگر حضرات قائل ہیں حضرت مولانا عبدالحئی صاحب بھی ایسے توسل کے جواز کے قائل ہیں" (تسکین الصّدور ص: ۴۱۱، ۴۱۲)

معلوم ہوا کہ صرف نقل کرنا اور خصوصاً اس کی صحیح توجیہ نقل کرنا کوئی کفر و شرک نہیں اور نہ اس سے وہ استعانت مراد لی جاتی ہے جو قبر پرست مراد لیتے ہیں یا جن کی کھوپڑی میں سوائے تعصّب کے کچھ نہ ہو۔

الزامی حوالہ / مماتیت کا جنازہ:

آخر میں بطور شہادت اور " و شهد شاهد من اهلها" کے مصداق کے طور پر خود مماتیوں کے گھر سے بھی حوالہ ملاحظہ کیجئے۔

(۱۴) مشہور مماتی ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف صاحب کی تحقیق سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے وہ بھی اس مقولے کو حدیث نہ کہنے پر اور اس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صاحب فرماتے ہیں: اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا بأصحاب القبور حدیث نیست قول بزرگ است وله معان شتی منها اذا تحیرتم نظرا الی الدلائل المتعارضة فی حل بعض الأشیاء وحرمتها فاتر کوا اجتهادکم و تقلّدوا بمن قدمات وهذا القول اشبه منقول عن عبدالله بن مسعودؓ و سفیان الثوری ومنها انکم اذا تحیرتم فی الامور الدنیویه و ضاق بسبب ذالک قلبکم فانظروا الی اصحاب القبور کیف ترکوا الدنیا واستقبلوا الآخرة واعلموا أنکم ایضاً صائرون الی ماصاروا وهذا العلم یستهل علیکم صعائب الدنیا وشدائدها وبالجملہ نص در معنی استمداد نیست۔

(فتاوی عزیزی جلد اول، ص:۱۲۱، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند) " (البلاغ المبین فی احکام رب العالمین، ناشر: دارالقرآن والسنۃ شہباز گڑھی مردان)

(۲) مماتیوں کے محقّق مولوی حضرت علی[16] سے ایک سائل نے اس عبارت کے متعلق سوال کیا تو اس کا جواب موصوف نے ان الفاظ میں دیا:

" وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ! میرے محترم بھائی اللہ آپ کو خوش و معزز رکھے، آپ نے "اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا بأصحاب القبور" یا اسی طرح

[16] ابھی تو موصوف مزید ترقی کرکے غیر مقلّد بن چکا ہے، اللہ نہ کرے کہ اس سے آگے کوئی ترقی کرے!

ایسی عبارت بھی آتی ہے "اذا أعیتکم الأمور فاستعینوا بأصحاب القبور" کے متعلق کہاہے کہ (یہ مقولہ) شیخ الحدیث مولانا ڈاگئی صاحب رحمہ اللہ لائے ہیں اور اسی طرح امام اہل السنۃ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ لائے ہیں اور وکیل احناف امام مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ بھی لائے ہیں، امام غزالی رحمہ اللہ بھی لائے ہیں اور علامہ آلوسی رحمہ اللہ بھی "فالمدبرات أمرا" آیت کے تحت تفسیر روح المعانی میں لائے ہیں، تو پھر آپ نے یہ سوال کیا ہے کہ ایک شخص کو کافر اور مشرک کہاجاسکتاہے تو کیاسب کو بھی کافرومشرک کہاجاسکے گا یا نہیں؟

(عرض ہے کہ) میرا پہلا سوال یہ ہے کہ اس کا شرک کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ یہ حدیث نہیں ہے جیسا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب ڈاگئی باباجیؒ کی کتاب "البصائر لمنکر التوسل باھل المقابر" اگر دیکھئے تو اس میں یہ لکھاہے "ولیس بذالک حدیث" کہ یہ حدیث نہیں ہے اور یہ بھی کہاہے کہ "کَمَا تُوُهِّمَ" بعض لوگوں کو ویسے ہی وہم ہوا ہے کہ یہ حدیث ہے ورنہ یہ حدیث نہیں ہے! جب یہ حدیث نہیں ہے تو یہ اُن کے لئے دلیل نہ ہوئی، یہ تو وہ بطورِ دلیل نہیں لائے کہ اُس پر کفروشرک کا حکم لگ جائے۔

دوسری بات شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃاللہ علیہ کی "تسکین الصدور" تو میں نے پہلے دیکھی تھی، غالباً عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ کے حوالے سے اس جملے کی تین تعبیرات لکھی ہیں کہ جب آپ کو کام مشکل ہو جائے توآپ لوگ قبروالوں سے مدد مانگیں، ایک طریقہ امداد کا یہ ہے کہ جب آپ لوگ حلال اور حرام کے درمیان مشتبہ ہوجائیں کہ یہ چیز حلال ہے یا حرام؟ تو قبروالے سے مددمانگیں، مطلب یہ ہے کہ "قبروالے کو دیکھئے کہ اس میں جو نیک صلحاء اتقیاء اصحاب دفن

ہوئے ہیں اُن لوگوں نے اس چیز کے بارے میں حلال کا حکم دیا تھا یا حرام کا؟ تو اس میں ان کی اتباع کریں" اگر اس عبارت کا یہ معنیٰ ہو جائے تو ٹھیک ہے۔

دوسرا "اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا بأصحاب القبور" جب آپ لوگ دنیا میں تنگ ہو جائیں تو قبر والوں سے مدد مانگیں کا یہ معنیٰ ہے کہ جب دنیا میں دین کی وجہ سے مصائب اور تکالیف پہنچیں تو قبروالوں سے مدد مانگیں، کیا مطلب..؟ یعنی قبر والوں سے عبرت حاصل کریں کہ ان نیک لوگوں نے بھی دین کی محنت کی ہے اور آخر میں ان لوگوں پر موت آئی اور قصہ ختم! تو اللہ تعالیٰ نے انہیں (اعلیٰ) مقام دیئے، لہٰذا آپ لوگ انہیں دیکھئے اور ان سے عبرت حاصل کیجئے۔

تیسرا محمل انہوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ اُن لوگوں کی اللہ تعالیٰ سے جو محبت تھی، اُن کا توسل اللہ تعالیٰ کو پیش کریں اور عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ چونکہ توسل کے قائل تھے۔ تو یہ بہت سے محامل سے نکلی ہوئی عبارت ہے کسی اور کی عبارت نقل کرنے پر اُس پر شرک کے فتوے لگانا کسی ایک جانب پر بھی صحیح نہیں ہے اس میں شرک کی کیا بات ہے؟؟ میں تو یہ کہتا ہوں کہ ایسا کوئی بھی (قائل) نہ ہوگا کہ عبارت کا یہ مطلب لے کہ جب آپ پر کوئی کام مشکل ہو جائے تو جائیں قبر پرستی شروع کر دیں یا قبر والے سے کہیں کہ مجھ پر آسانی لائیں! اس طرح کا مطلب نہ تو "البصائر" میں مذکور ہے نہ "تسکین الصدور" میں، نہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ کی کتاب میں، نہ امام غزالی رحمہ اللہ کی کتاب میں اور نہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے حوالہ میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

دیکھئے ہم اس کے مکلّف نہیں ہیں کہ کسی کو کافر و مشرک کہیں، ان لوگوں کا نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں: "تلک امة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ..لنا اعمالنا ولكم اعمالكم" ان باتوں کا

کیا مطلب..؟ "ولاتزر وازرۃ[17] وزر اخریٰ" ان سب آیتوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حق کی راہ پر چلنا چاہئے، کوئی بھی اس کا مکلّف نہیں کہ کسی کو زبردستی کافر کر دے... ہاں! ہم کہتے ہیں کہ جن عبارات میں شبہ آسکتا ہے جیسا کہ اذا تحیرتم فی الامور.. تو جیسے لاتقولوا راعنا میں لفظ راعنا پر پابندی لگ گئی، اگرچہ راعنا کا ایک مطلب ہے "چرواہا" لیکن دوسرا معنی یہ ہے "ہماری رعایت کریں ہمارا لحاظ کریں" صحیح معنی بھی اس میں ہے اور غلط بھی! لیکن غلط احتمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس پر مہر لگادی کہ لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا میں لفظ انظرنا استعمال کریں راعنا کا لفظ استعمال نہ کریں! اسی طرح جب ایک کلام میں اشتباہ ہو تو چاہئے کہ اس کلام میں احتمال نہ رہے لیکن یہ نہ ہونا چاہئے کہ کسی کو اس پر کافر و مشرک کہا جائے، یہ میری سمجھ سے بالاتر بات ہے" [18]

جب اتنے علماء (سمیت آپ کے گھر سے بھی گواہی) نے اس قول کو نقل کیا ہے تو ان سب سے چشم پوشی کرنا اور صرف حضرت شیخ باباجی صاحب رحمہ اللہ پر کفر و شرک کے فتوے لگانا بھلا انصاف کا خون نہیں ہے...؟!

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری ظلم کشی کو
بہت ہو چکے ہیں گرچہ تم سے فتنہ گر پہلے

جب ان حوالوں سے یہ بات اظہر من الشّمس ہو گئی کہ یہ مقولہ صرف حضرت شیخ باباجی صاحب رحمہ اللہ نے نقل نہیں کیا بلکہ اس سے قبل بھی کئی علماء کرام،

[17] موصوف نے یہ لفظ "وازرۃ" منصوب پڑھا ہے معلوم نہیں کہ اس کے نزدیک یہ لفظ کیوں منصوب ہے جب کہ قرآن کریم میں ہم مرفوع پڑھتے ہیں شاید سبقت لسانی ہو۔ واللہ اعلم

[18] یہ ویڈیو کی صورت میں سوشل میڈیا پر عام ہے اور ہمارے ہاں بھی موجود ہے، مطالبہ پر ہم دکھانے کے لئے تیار ہیں بعونہ تعالیٰ۔

فقہاء عظام، محدثین کرام، محققین عظام، متکلمینِ اسلام نے اس کو نقل کیا ہے خصوصاً حضرت باباجی صاحب رحمہ اللہ نے علامہ آلوسی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے اور خود مماتیوں ہی کا اصول ہم پچھلے صفحات میں ذکر کرچکے ہیں کہ منقول عنہ کو چھوڑ کر ناقل پر اپنا غصہ نکالنا مکر، تلبیس، فریب و دھوکہ ہے (لایستوی الاعمی والبصیر ص:۱۵۱و۱۵۲)

گویا مماتیوں کی قسمت میں خود اُن کا ہی فتووں کا ہار اپنے گلے میں آپڑا۔

☆... جب مماتیوں نے امام رفاعی کبیر رحمہ اللہ کے واقعہ (قبر سے ہاتھ نکلنا) پر افراتفری اور انتشار پھیلانے کی کوشش شروع کی تھی تو ہم نے ان کو خوب بہترین انداز میں مدلّل طریقے سے تحقیقی جواب کے ساتھ ساتھ ان کو ان کے گھر سے بھی حوالہ دیا تھا کہ آپ کے فرقے کے مشہور محقق شیخ سجاد بخاری صاحب بھی یہ واقعہ اپنی کتاب میں لائے ہیں دیکھئے (اقامۃ البرہان ص:۱۷۷و ۱۷۸) تو ہمارے بہت سے سوالات ہضم کرکے مشہور شاتم و مقروض خضر حیات صاحب مماتی نے کہا کہ شیخ سجاد بخاری نے سید درویش کی عبارت نقل کی ہے، امام رفاعی کبیر کے واقعہ کو خود نہیں بیان نہیں کیا، وہ ناقل ہے!

تو ہم بھی ان کو کہتے ہیں کہ اگر ناقل پر حکم نہیں لگتا تو اپ کا طائفہ "البصائر" کی عبارت پر شرک کا فتویٰ کیوں لگاتا ہے؟ حالانکہ شیخ العرب والعجم، محدث کبیر حضرت مولانا حمداللہ جان ڈاگئی باباجی رحمہ اللہ بھی تو ناقل ہیں! تو کیا اُن کے لیے الگ اصول اور اپنے شیخ سجاد صاحب کے لئے الگ اُصول ہے؟؟

دوسرے طرز سے جواب:۔ مماتیوں نے ایک اُصول لکھا ہے کہ اگر کسی کتاب میں کوئی شرکیہ یا بدعیہ عبارت نظر آجائے (جیسا کہ مماتی باباجی صاحب رحمہ اللہ کی عبارات کو خواہ مخواہ زبردستی شرکیہ کہتے ہیں) تو قائل سے پوچھا جائے گا کہ حضرت یہ عبارت جو آپ کی طرف منسوب ہے یہ آپ کی ہے؟ تو قائل نے اگر انکار کیا یا اقرار کیا لیکن مناسب تاویل کی تو پھر وہ فتویٰ سے محفوظ ہوگا...! اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

مولوی صدیق اکبر مماتی صاحب لکھتے ہیں: "ضابطہ: یہ ضابطہ اصل اشکال اور شبہ کا جواب ہے، اگر کسی کتاب میں کوئی شرکیہ یا بدعیہ عبارت نظر آجائے تو اس عبارت کا قائل دو حال سے خالی نہیں ہوگا، مجہول الحال ہوگا یا معلوم الحال ہوگا، اگر مجہول الحال ہو تو اصول شریعت کے مطابق نہ یہ قائل معتبر ہے اور نہ اس کا قول کیونکہ دینی مسئلہ خاص کر عقیدے کا مسئلہ مجاہیل سے نہیں لیا جاسکتا...!

اور اگر معلوم الحال ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں ہوگا زندہ ہوگا یا وفات، اگر زندہ ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں ہوگا، اس سے بالمشافہ ملاقات یا رابطہ ممکن ہوگا یا نہیں! اگر زندہ ہو اور اس سے ملاقات ممکن ہو تو اس سے بالمشافہ ملاقات یا رابطہ کیا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ حضرت یہ عبارت آپ کی ہے یا کسی نے آپ کی طرف منسوب کی ہے؟ اگر اس نے کہا کہ واقعی یہ عبارت میری ہے اور میں اس کے نقل کے ساتھ ساتھ قائل اور معتقد بھی ہوں تو پھر عبارت کے مطابق اس پر فتویٰ لگ جائے گا اور اگر اس نے انکار کیا یا اقرار کیا لیکن مناسب تاویل کی تو پھر وہ فتویٰ سے محفوظ ہوگا" (دیوبندی لبادہ بریلوی نظریات ص:۱۷۱و۱۷۲)

تو اب مماتیوں کے اس اُصول کی روشنی میں بھی حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ مماتیوں کے ظالمانہ کفر و شرک کے بے جا فتوؤں سے بری الذمہ ہو جاتے ہیں کیونکہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ سے بالمشافہ ملاقاتیں بھی اس سلسے میں ہوئی ہیں اور مماتیوں کے ان خود ساختہ الزامات (دعویٰ علمِ غیب یا استمداد وغیرہ) کی پُرزور تردید بھی کی ہے تحریراً و قولاً، اور اس انکار کے ساتھ ساتھ اس کی تاویلِ حسن بھی کی ہے کہ مثلاً اس استمداد سے مراد صورۃً استمداد ہے جس سے توسّل مراد ہے نہ کہ حقیقتاً استمداد...! اب مماتی حضرات کم از کم اپنے اُصول پر تو عمل کریں!

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

اگر پھر بھی اس پر عمل نہیں کرتے تو خود آپ حضرات ہی کا قول یاد دلاتا ہوں کہ "میں نہ مانوں کا علاج نہ کسی حکیم کے پاس ہے نہ کسی دلیل سے" (کلمہ حق صفحہ:۶۸)

تیسرے طرز سے جواب: الحمد للہ ہم نے حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی عبارات پر وارد شدہ اعتراضات کے تحقیقی جوابات بمع الزامی حوالہ جات اللہ کے فضل و کرم سے ذکر کئے! اور ساتھ ہی بطور وضاحت ان کا خط بھی دکھایا، مماتی حضرات جو "البصائر" کا حوالہ پیش کرتے ہیں جبکہ خط بعد میں لکھا گیا یعنی یہ خط آخری تحریر ہے اور اس کے متعلّق مماتیوں کا ایک اصول ملاحظہ فرمائیں، محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب لکھتے ہیں: "آخری تحریر پہلی تحریر کے لئے ناسخ کا درجہ رکھتی ہے" (مسلک شیخ القرآن ص:۳۴) اور مماتیوں کے ایک اور محقق مفتی سلیمان ساجد صاحب لکھتے ہیں: "اُصولاً آخری بات پہلے کے لےئناسخ ہوتی ہے" (موت کا پیغام صفحہ ۷۰ ۴)

بفرض محال اگر "البصائر" میں واقعی استمداد من الاموات کا قول ہے تو اس کو حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے آخری خط کی وجہ سے مماتیوں کے اس مذکورہ اصول کی روشنی میں منسوخ سمجھا جائے لیکن شاید حد درجہ تعصّب اور حق کے ساتھ بے انتہاء دشمنی کی وجہ سے ان کو حق کی طرف رجوع کرنے کی توفیق نہ ملے، باقی ہدایت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں ہے۔

تنبیہ اول: اس (خط) کو رجوع صرف مماتیوں کی نہج اور الزامی طور پر کہا گیا ہے ورنہ یہ (اصلًا) رُجوع نہیں بلکہ مزید وضاحت، تشریح و تفصیل ہے۔

تنبیہ ثانی: حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے متعلق وضاحت صرف یہاں تک محدود نہیں بلکہ مزید وضاحت آگے بھی ملاحظہ فرمائیں بفضلہٖ تعالیٰ!

چوتھے طرز سے جواب: غیر مقلّدین حضرات جب علماء دیوبند رحمہم اللہ جمیعاً یا دیگر اسلاف کی کتب میں "وحدۃ الوجود" یا "اتحاد" یا "ہمہ اوست" کے الفاظ دیکھتے ہیں تو ان الفاظ کے قائل کے مفہوم کی بجائے اپنے ناقص اور سطحی ذہن کے مطابق مفہوم و تشریح مراد لیتے ہیں [19] جب کہ ہم انہیں کہتے ہیں کہ آپ کی سمجھ شریف میں جو معنی اور مفہوم چکر لگا رہا ہے اُس سے تو ہم خود بھی کفر و شرک مراد لیتے ہیں، اس کے یہ معنی و مفہوم مراد نہیں جو آپ سمجھتے ہیں بلکہ اس کی تشریح وہ معتبر ہوگی جو اس کے قائل اور اس فن والے مراد لیتے ہیں۔

اسی طرح مماتی حضرات الفاظ نقل کرکے جو مفہوم مراد لیتے ہیں تو ایسے مفہوم کو ہم خود بھی کفر و شرک کہہ کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں۔ اس کا

---

[19] وہ کیا تشریح لیتے ہیں یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں اس کی تفصیل ہماری کتاب "نصرۃ المعبود فی مسئلۃ وحدۃ الوجود" میں تفصیلًا ملاحظہ فرمالیں۔

وہی مفہوم و تشریح معتبر ہوگی جو مفہوم اور تشریح اس قول کے قائل مراد لیتے ہیں نہ کہ مخالفین حضرات۔

اسی وجہ سے مماتیوں کے ممدوح امام المفسرین شیخ القرآن مولانا حسین علی نقشبندی رحمہ اللہ نے "وحدۃالوجود" اور "ہمہ اوست" پر کافی تفصیل کی ہے، تفصیل کرتے ہوئے اس جملے کے مختلف معانی بزرگانِ دین سے نقل کئے ہیں، پھر آخر میں غلط تشریح کی نفی بھی کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ "(ہمہ اوست کا) یہ معنی نہیں کہ تمام چیزیں موجود ہیں اور اُس کے ساتھ متحد ہیں، ایسا تو کوئی بے وقوف بھی نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ ایسے بڑے بڑے بزرگ ایسا کہیں معاذاللہ" (تحفہ ابراہیمیہ ص:۱۴۶)

نیز انہوں نے یہ بھی لکھا ہے: "خلاصہ یہ ہے کہ اس کے ظاہری معنی مراد لینا اور اس پر اعتقاد کرنا بالاجماع کفر ہے" (تحفہ ابراہیمیہ ص:۱۴۴، نیز دیکھئے طفنچہ نامی کتاب ص:۱۲۹)

اور "انا الحق" جملے کے متعلق لکھتے ہیں: "انا الحق کہنا علماء ظاہری و باطنی کے اتفاق سے کفر ہے بشرطیکہ ہوشیاری اور صحو کی حالت میں اور اپنے نفس سے حکایت کرتے ہوئے کہتا ہو" (ایضاً ص:۱۴۴)

جبکہ آگے خود اس کے جواز پر قول نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "منصور کا "اناالحق" کہنا یا بایزید بسطامی رحمہ اللہ کا "سبحانی ما اعظم شانی" کہنا بطریق حکایت تھا یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے حکایت کرتے ہوئے انہوں نے یہ کہا تھا اور اگر یہ حکایت کے طریق پر نہ ہو بلکہ اس میں حلول اور اتحاد کا شائبہ ہو تو پھر ایسا کہنے والوں کی ہم اسی طرح تردید کریں گے جس طرح نصاریٰ کی تردید کرتے ہیں" (ایضاً ص:۱۴۵و۱۴۶)

اس ساری بحث کاخلاصہ یہ ہواکہ ایک لفظ کی جیسی تشریح کی جائے ویسے ہی اُس پر نتیجہ مرتّب ہوگا مثلًا "وحدۃ الوجود" کا صحیح معنی بھی ہے اور غلط معنی بھی موجود ہے، اسی طرح لفظ "عین" کا صحیح معنی بھی موجود ہے اور غلط معنی بھی موجود ہے یعنی صوفیاء کرام جو کہتے ہیں کہ مخلوق عین خالق ہے تو نا اہل حضرات اس جملے کا غلط مطلب سمجھ کر اس سے ظاہری معنی مراد لیتے ہیں جبکہ صوفیاء کرام "عین" سے مراد "احتیاج" لیتے ہیں تو مطلب یہ ہوا کہ مخلوق محتاج الی الخالق ہے[20] اسی طرح "ہمہ اوست" لفظ بھی ہے.

خلاصہ یہ کہ جیسی تشریح کی جائے ویسا ہی نتیجہ مرتب کیا جائے گا، اس کا وہ معنی معتبر سمجھا جائے گا جو قائلین مراد لیتے ہیں نہ کہ مخالفین و خصم! تو اسی طرح حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے اس قول "فاستعینوا باصحاب القبور" سے وہ معنی مراد نہیں جو معنی و مفہوم مخالفین (مماتی/پنجپیری/اشضاعتی حضرات) لیتے ہیں بلکہ اس کا وہ معنی مراد ہوگا جو اس قول کے قائلین حضرات مراد لیتے ہیں اور قائلین اس سے کیا معنی و مفہوم مراد لیتے ہیں، وہ ہم نے پچھلے صفحات میں بالتفصیل ذکر کر دیا ہے کہ اس سے مراد توسل ہے نہ کہ حقیقی استمداد و استعانتِ محرّمہ حاشا وکلّا...!

پانچویں طرز سے جواب: مماتیوں کے مناظر مولانا ابو صفوان صدیق اکبر صاحب اپنی کتاب میں ایک قاعدہ لکھتے ہیں وہ یہ کہ "عقیدۃ الاستمداد من الاموات، عقیدہ علم غیب لغیر اللہ، عقیدہ حاضر و ناظر اور سماع موتی من قریب و بعید ایک تھیلے کے چٹے بٹے ہیں کیونکہ سماع موتی من قریب و بعید تب ہو گی جب کہ مردوں

---

[20] تفصیل کے لئے ہماری کتاب "نصرۃ المعبود فی تحقیق مسئلۃ وحدۃ الوجود" کی طرف مراجعت فرمائیں۔

کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر مانا جائے اور امداد مافوق الاسباب تب کرے گا کہ سماع من قریب و بعید متحقق ہو جائے" (دیوبندی لبادہ بریلوی نظریات ص:۱۱۷)

اس حوالے کا آسان الفاظ میں خلاصہ یوں ہے کہ امداد مافوق الاسباب تب ہو گا جب سماع من قریب و بعید مانا جائے اور سماع موتی من قریب و بعید تب ہو گا جب حاضر ناظر مانا جائے یعنی سارا دار و مدار حاضر ناظر اور علم غیب پر ہے، اگر علم غیب اور حاضر و ناظر مانا جائے تو پھر سماع من قریب و بعید اور مافوق الاسباب کا قائل بھی ہو گا ورنہ نہیں۔

اب حضرت شیخ الحدیث ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ سے حاضر ناظر کی نفی ملاحظہ فرمالیں تا کہ محترم صدیق اکبر صاحب مماتی کے اصول کے مطابق مدد مافوق الاسباب مرتفع ہو جائے!

چنانچہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "نعم لاینبغی أن یعتقد ان ارواح المشائخ حاضرۃ ناظرۃ فی کل وقت وکل مکان"

(البصائر ص: ۵۳ وفی نسخۃ اخریٰ ص: ۵۶)

ترجمہ: جی ہاں مناسب نہیں کہ ایسا عقیدہ رکھا جائے کہ مشائخ کی ارواح ہر وقت اور ہر مکان میں حاضر و ناظر ہوتی ہیں۔

اور اسی طرح گزشتہ صفحات میں خود حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے قلم سے جو عقائد ضبط تحریر میں آئے ہیں یا جو انٹریو قلمبند کیا گیا ہے اُن میں بھی اس عقیدہ حاضر و ناظر اور علم غیب کی نفی کی تصریح موجود ہے! پس مماتیوں کے اس اُصول سے بھی حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ ان الزامات سے بری الذمہ ہیں فللّٰہ الحمد اولاً وآخرًا۔

اب یہ اشاعتی حضرات پر لازم ہے کہ وہ خود اپنے اصول اور قاعدے اپنے لئے قابل عمل مانتے ہیں یا نہیں؟ وہ جانیں اور ان کا کام جانے، ہمارا کام تو صرف اتمام

حجت کرانا ہے نہ کہ منوانا! انک لاتھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء..!

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور ہے کیا آفتاب کا

بلکہ خود حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ تو سماع من بعید بلاواسطہ کی نفی بھی کر چکے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں: "وایضا سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم لایخلو اما ان یکون من القریب او من البعید...وان کان الثانی فلایخلو اما بلاواسطۃ او بواسطۃ فان کان الاول فلاندعیہ...الخ" (البصائر: ص: ۹۷، وفی نسخۃ اخریٰ ص: ۱۰۵)

ترجمہ: اور اسی طرح نبی پاک ﷺ کا سماع ہے جو دو حال سے خالی نہیں ہوگا یا تو قریب سے سنے گا یا دُور سے... اگر شق ثانی ہو (یعنی دُور سے) تو پھر خالی نہ ہوگا یا بلاواسطہ ہوگا یا بالواسطہ ہوگا، اگر شقِ اول ہو (یعنی بلاواسطہ ہے) تو ہم اس کا دعوی نہیں کرتے۔

چھٹے طرز سے جواب: ہم نے تفصیلًا اس پر بحث کی کہ یہاں لفظِ "استعانت" استعانت حقیقی میں نص نہیں ہے بلکہ اس کے اور معنی بھی موجود ہیں جن میں احتمالات آئے لیکن اس کے باوجود مماتی حضرات ظلم سے کام لیتے ہوئے موصوف پر کفر و شرک کے فتوے لگادیتے ہیں العیاذ باللہ جب کہ خود مماتی حضرات نے یہ قاعدہ اپنی کتابوں میں درج کیا ہے: "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" مثلًا دیکھئے (روضۃ الناظر وجنۃ المناظر ص: ۱۴۵، از مولوی صدیق اکبر صاحب، کلمہ حق ص: ۶۴، از مولوی ضیاء الرحمٰن رحمانی صاحب)

تو اس احتمال کی وجہ سے بھی انہی کے اُصول کی روشنی میں ان کا استدلال (کفر و شرک کے اثبات کا) باطل ہوا فللہ الحمد والمنۃ۔

مماتیت کے تابوت پر آخری کیل:

تفصیلی بحث کے بعد ہم آخر میں مماتیوں کا فیصلہ حضرت شیخ باباجی صاحب رحمہ اللہ کے حق میں سناتے ہیں تاکہ فیصلہ ہو جائے کہ حضرت ڈاگئ باباجی صاحب رحمہ اللہ استمداد من غیر اللہ کے قائل ہیں یا نہیں؟ چنانچہ بانی مماتیت شیخ طاہر مرحوم کی پسندیدہ کتاب بلکہ وہ کتاب جس کو انہوں نے اپنی تصنیف قرار دی ہے میں مماتیوں کے الشیخ الادیب مولانا شیر احمد منیب صاحب حضرت باباجی صاحب رحمہ اللہ کی اپنی زعمِ فاسدہ میں تضاد بیانی ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اسی صفحہ (۳۱) پر یہ فتوی لکھا ہے کہ مُردے یا غائب سے حاجت کا طلب کرنا ناجائز ہے: "ومنهم من يقول لغائب او ميت يا فلان ادع الله تعالىٰ ليرزقني كذا وكذا (الى ان قال) والكل ذالک بعيد عن الحق" (پھر آگے لکھتے ہیں) "ان الاستغاثة بمخلوق وجعله وسيلة بمعنى طلب الدعاء منه لاشک في جوازه ان كان المطلوب منه حياً الى ان قال واما ذا كان ميتاً فلايستريب عاقل انه غيرجائز بل من البدع التى لم يفعلها احد من السلف"

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ مولانا ڈاگئ صاحب کے عقیدہ میں مُردوں کو مدد کے لئے پکارنا ناجائز اور سخت جہالت ہے۔" (لایستوی الاعمی والبصیر ص: ۲۲۴)

سبحان اللہ۔۔۔!

شکوے ہمارے سارے غلط ہی سہی مگر

لو تم ہی اب بتاؤ کہ کس کا قصور تھا؟

تنبیہ: موصوف نے اپنے زعم میں تضاد بیانی ثابت کرنے کیلئے جو متناقض عبارت پیش کی ہے اس کا حشر بھی آگے آنے والا ہے ان شاء اللہ العزیز!

سوالات

ہم آخر میں اس بحث کو مزید سہل و آسان اور مثبت نتیجہ برآمد کرنے کی خاطر اس بحث کو سوال کے انداز میں قارئین کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ لوگ بات کو منصفانہ اور آسان انداز میں سمجھ سکیں بعونہ تعالیٰ !

چونکہ اس تفصیلی بحث کے بعد قارئین کرام سمجھ گئے ہوں گے کہ مماتیوں کی غرض یہ تھی کہ حضرت شیخ الحدیث ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ کو کافر ثابت کریں العیاذ باللہ ! اس میں تو یہ حضرات ناکام ہوگئے الحمد للہ، تاہم اب ان حضرات کا اپنے ہی فتوی کی رُو سے تماشہ دیکھیں:

(۱) بانی جماعت اشاعت شیخ طیب صاحب جو ہمارے لئے قابل احترام ہیں، ایک طرف کہتے ہیں کہ جمہوریت کفر ہے (ویڈیو بیان جو سوشل میڈیا پر وائرل ہوچکا ہے) اور اس کے باوجود کہتے ہیں کہ ہم پاک فوج (یعنی جمہوریت کا دفاع کرنے والے) کی معیت میں جمہوریہ پاکستان کا دفاع کریں گے !

تو عرض یہ ہے کہ اگر جمہوریت کفر ہے تو یہ رضا بالکفر ہے یا نہیں...؟

(۲) اس عبارت یا دیگر عبارات سے جو مفہوم مماتی حضرات لیتے ہیں کیا وہ مفہوم حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے نظریہ و عقائد اور منشاء کے موافق ہے یا توجیه القول بما لا یرضی به قائله کے مصداق ہے..؟

(۳) کیا یہ عبارت حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ استعانتِ حقیقی ثابت کرنے کے لئے لائے ہیں یا توسّل کو ثابت کرنے کے لئے؟

(۴) آپ کا بغض وحسد حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی ذات کے ساتھ ہے یا منقول عبارت پر ہے..؟

(۵) اگر ذات کے ساتھ ہے تو وضاحت کریں، اگر عبارت کے ساتھ ہے تو اس سے پہلے جن جن ائمہ کرام رحمہم اللہ نے اس کو نقل کیا ہے تو کیا اُن پر بھی وہی فتویٰ لگے گا جو حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ پر آپ لوگوں نے لگایا ہے؟

(٦) ان حوالہ جات کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشّمس ہو گئی کہ اس مقولے میں کافی احتمال ہے حتی کہ استعانت کی آٹھ قسمیں علماء دیوبند رحمہم اللہ نے شمار کی ہیں (جس کی تفصیل آگے آرہی ہے ان شاء اللہ الرحمٰن) تو اس احتمال کے باوجود آپ حضرات ہی کے قلم سے یہ قاعدہ بھی درج ہے "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" تو اس قاعدے کے باوجود کیا محتمل المعانی نظریہ پر بھی کفر کا فتوی لگ سکتا ہے...؟

(۷) کتب میں جو یہ قاعدہ مصرَّح ہے کہا کہ ایک محتمل کلام جس میں ننانوے (۹۹) احتمالات کفر کے ہوں اور ایک احتمال اسلام کا ہو تو اس احتمال کی وجہ سے کفر کا فتوی نہیں دیا جائے گا شاید یہ ایک فیصد صحیح احتمال ہی اس سے مراد ہو! اس قاعدے کے باوجود حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ صحیح توجیہ واحتمال کا اقرار واعتراف کرکے بھی ظالم قرار دیئے جاتے ہیں اور تکفیری لوگ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ پر کفر کا فتوی لگادیتے ہیں! کیا یہ فتووں کا مستحق کی انتہاء اور اصول شکنی نہیں؟

(۸) اگر اس عبارت کو نقل کرنے کی وجہ سے حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کافر ومشرک ہوگیا العیاذ باللہ، تو پھر بتلایا جائے کہ آپ حضرات کے شیخ القرآن مولانا محمد طیب طاہری صاحب محترم کیوں حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی تعزیت کے لئے گئے، ان کے لئے مغفرت کی دعا بھی کی اور ان کے جنازے میں شرکت کی تمنا بھی کی اگرچہ سفر میں ہونے کی وجہ سے جنازے میں شریک نہ ہو سکنے کا اعتراف کیا! تو عرض یہ ہے کہ کافر کو دعاوخراج تحسین پیش کرنا جائز ہے؟

(۹) محترم شیخ مولانا محمد طیب صاحب کے اس مذکورہ عمل کی وجہ سے آپ حضرات کے خود اپنے ہی قلم سے درج کردہ اُصول "من لم یکفر المشرکین او شک فی کفرھم او صحح مذھبھم فقد کفر اجماعا" (دیوبندی لبادہ ص:۱۰۶و۵۷)

ترجمہ: جو شخص مشرکین کی تکفیر نہیں کرتا یا مشرکین کے کفر میں شک کا شکار ہے یا ان کے مذہب کی تصحیح و تصویب کرتا ہے وہ اجماعی کافر ہے" کی روشنی میں کیا شیخ طیب صاحب محترم کے ایمان پر اٹیک نہیں ہوا...؟

دوسرا اعتراض: استغاثہ بالمخلوق

اعتراض: ڈاگئی باباجی صاحب غیر اللہ سے مدد مانگنے کے قائل ہیں، چنانچہ وہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: "ان الإستغاثة بالمخلوق في دفع الضرر أو جلب المنفعت جائز" (البصائر ص:۲۰) ترجمہ: بے شک مخلوق سے مدد مانگنا دفع ضرر کے لیے یا حصولِ نفع کے لیے جائز ہے۔ (اشاعتیوں کے عقائد (پشتو) ص: ۱۰۲)

الجواب: انا لله وانا الیه راجعون! اِن لوگوں میں ذرہ برابر اللہ کا خوف نہیں ہے! بات کیا تھی؟اور اِن لوگوں نے کیا بنادی؟

اگر سارا مضمون دیکھیں تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے،آیئے خود دیکھئے کہ اہل باطل (پنجپیری حضرات) کس قدر دھوکہ دہی سے کام لے رہے ہیں ؟ استغفر الله العظیم۔

حضرت شیخ الحدیث ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مخلوق سے مدد مانگنے میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر مخلوق کو مستقل اور خالق العون متصور کرے تو یہ استعانت شرک ہے اور اگر ایسانہ ہو تو پھر (مطلّقاً) شرک نہیں ہے۔ پھر حضرت

شیخ الحدیث ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی بات کی تائید کے لیے ایک آیت کریمہ پیش کی ہے اور ساتھ ہی تفسیر خازن سے حضرت یوسف علیہ السلام کا "الحی الحاضر فیما یقدر علیه" کے قبیلے سے مدد مانگنے کا حوالہ نقل کیا ہے۔

چنانچہ حضرت شیخ الحدیث باباجی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "ولذا ذکر الخازن (ج: ۳, ص: ۲۱) في قصة یوسف علی نبینا وعلیه الصلاة والسلام في قوله تعالی: (وقال للذي ظن أنه ناج منهما اذكرني عند ربك) (الآية. يوسف: ۴۲) والمعنی أن الشيطان أنسی يوسف علی نبینا وعلیه الصلاة والسلام ذكر ربه عزوجل حتی ابتغی الفرج من غيره واستعان بمخلوق مثله في دفع الضرر وتلك غفلة عرضت ليوسف علی نبینا وعلیه الصلاة والسلام فإن الاستعانة بالمخلوق في دفع الضرر جائزة إلا أنه لما كان مقام يوسف ٥ أعلی المقامات ورتبته أشرف المراتب وهي منصب الرسالة والنبوة لاجرم صار يوسف علی نبينا وعليه الصلاة والسلام مؤاخذا بعد القدر فإن حسنات الأبرار سيئيات المقربيين. (انتهى)" (البصائر صفحہ ۲۰)

ترجمہ: اسی وجہ سے خازن رحمہ اللہ نے (ج: ۳، ص: ۲۱) قصہ یوسف علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (اور ان دونوں میں سے جس کے بارے میں ان کا گمان تھا کہ وہ رہا ہو جائے گا، اس سے یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اپنے آقا سے میرا بھی تذکرہ کردینا) میں ذکر کیا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان نے آپ کو اپنے رب کا ذکر بھلا دیا یہاں تک کہ اللہ کے سوا اپنی شکایت غیر کے سامنے پیش کی اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں سے استعانت (استغاثہ) طلب کی تکلیف کو دفع کرنے میں۔ اور یہ لغزش یوسف علیہ السلام کو پیش آئی، پس اگرچہ تکلیف سے بچنے کے سلسلے میں مخلوق سے مدد مانگنا جائز ہے لیکن یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کا مقام اور مرتبہ بہت اونچا ہے اور اشرف المراتب یعنی نبوت اور رسالت کے مرتبہ پر فائز ہے، تو اس لیے یوسف علیہ السلام مقررہ

مدت کے بعد بھی قید خانہ میں رہے۔ اور معمولی باتوں پر بھی مؤاخذہ ہوتا ہے، کیوں کہ نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین لوگوں کے حق میں گناہ ہوتے ہیں۔

قارئین کرام! یہ ہے تفسیر خازن کا حوالہ، جس میں علامہ خازن رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۱ھ) نے لکھا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اس شخص کو کہا (جس شخص کے متعلق یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر کے ذریعہ یہ سمجھا تھا کہ وہ رہا ہوگا) کہ جب تم آزاد ہو کر جیل سے باہر جاؤ تو اپنے بادشاہ سے میرا بھی ذکر کر دینا کہ ایک بے گناہ قید میں پڑا ہوا ہے۔ علامہ خازن رحمہ اللہ اس واقعے کو استعانت و استغاثہ سے تعبیر کرتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے مخلوق سے استغاثہ و استعانت لی اور پھر واضح الفاظ میں یہ فرمایا:

"فإن الاستعانة بالمخلوق في دفع الضرر جائزة"

کہ مخلوق سے دفع ضرر میں مدد مانگنا جائز ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر بتایا جائے! یہاں علامہ خازن رحمہ اللہ جس حکایت و واقعے کو استعانت واستغاثہ سے تعبیر فرمایا ہے یہ استعانتِ محرّمہ ہے یا کہ "الحی الحاضر فیما یقدر علیه [21] " کے قبیل سے ہے جو کہ بالاتفاق جائز ہے...!

اور دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ "الاستعانة بالمخلوق في دفع الضرر جائزة" (دفع ضرر میں مخلوق سے مدد مانگنا جائز ہے) یہ مقولہ علامہ خازن رحمہ اللہ کا ہے۔

پھر اس کے بعد حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ تفسیر مدارک کا حوالہ ذکر کرکے لکھتے ہیں:

"وعلم منه أيضا أن الاستعانة بالمخلوق في دفع الضرر او جلب النفع جائز"

[21] زندہ حاضر سے اُس کام میں مدد مانگنا جو اس کے قدرت اور طاقت میں داخل ہو۔

ترجمہ : اس سے معلوم ہوا کہ دفع ضرر میں مخلوق سے مدد مانگنا جائز ہے۔

یہ ہے وہ ساری کہانی جس کی وجہ سے اہل باطل حضرت شیخ الحدیث ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں، ابھی ان بیچاروں سے کوئی پوچھے کہ یہ استغاثہ و استعانت مافوق الاسباب والی ہے یا ماتحت الاسباب والی؟

اگر ماتحت الاسباب ہے اور ہے بھی ایسا ہی، تو اس کو آخر کس نے ناجائز کہا ہے سوائے امین اللہ پشاوری غیر مقلّد کے؟ جس نے ظاہری سوال میں بھی شرک کا شائبہ موجود ہونے کا ظالمانہ فتویٰ دیا ہے دیکھئے (حکمۃ القرآن ج: ۱، ص ۷۸)

اور اگر اس سے مراد مافوق الاسباب استعانت بمعنی استعانتِ محرّمہ لیا جائے تو پھر صرف حضرت شیخ الحدیث ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ نہیں بلکہ اُنہوں نے علامہ خازن رحمہ اللہ کا جو حوالہ دیا ہے تو اصل یعنی منقول عنہ (علامہ خازن رحمہ اللہ) کے قول "الاستعانة بالمخلوق... الخ" کو بھی مافوق الاسباب مراد لیا جائے گا۔

اور صرف علامہ خازن رحمہ اللہ نہیں بلکہ مشہور مفسر قرآن قاضی محمد ثناء اللہ المظہری رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۲۲۵ھ) پر بھی فتویٰ لگانا پڑے گا جس نے لکھا ہے: "ابتغی الفرج من غیرہ واستعان بمخلوق" (تفسیر المظہری: ۳۰/۴، تحت ھذہ الآیۃ، رشیدیہ کوئٹہ)

یہی بات " تفسیر بغوی: ۲۴۴/۴، اللباب فی علوم الکتاب: ۱۱۰/۱۱، حاشیہ الجمل علی الجلالین: ۳۸/۴، ارشاد الساری للقسطلانی: ۱۰/۱۳-۲، حسن التنبیہ لما ورد فی التشبیہ: ۵۵۹/۵" نے بھی کی ہے تو پھر کیا ان سب کو کافر ومشرک قرار دوگے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

اگر نہیں! تو ہم پچھلے صفحات میں یہ بات خود مماتی حضرات کی کتابوں سے نقل کر چکے ہیں کہ منقول عنہ کا نام نہ لے کر صرف ناقل پر تردید کرنا فریب، دھوکہ،

تلبیس اور مکر ہے فافهم وتدبّر ولاتکن من الغافلین !

باوجود اس کے کہ ہم پچھلے صفحات میں حضرت شیخ الحدیث ڈاگئ بابا جی صاحب رحمہ اللہ کا خط نقل کر چکے ہیں جس میں اُنہوں نے فرمایا کہ استمداد میں میرا عقیدہ وہی ہے جو میرے استاد محترم شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ اور جملہ حضرات دیوبند رحمہ اللہ کا ہے ! تو علماء دیوبند رحمہم اللہ کا عقیدہ تو اس باب میں اظہر من الشّمس ہے، حوالہ جات ذکر نہیں کرتے اگرچہ بطورِ فائدہ ہم نے اختصاراً پچھلے صفحات میں ذکر کئے ہیں تاہم خصوصی حوالہ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ کے متعلق بھی سنئے، حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ جو فرماتے ہیں کہ میرا عقیدہ وہی ہے جو میرے استاد محترم شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ کا ہے، تو شیخ زکریا صاحب رحمہ اللہ کا عقیدہ اور شخصیت کیسی تھی وہ اپنے گھر سے ملاحظہ فرمالیں:

مشہور اشاعتی عالم مولانا غلام حبیب صاحب مرحوم شیخ زکریا صاحب رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں: "رہی شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی بات! وہ تو میرے پیر و مرشد ہیں، میں نے اُن سے ۱۹۷۱ء میں راولپنڈی کے تبلیغی مرکز جامع مسجد زکریا میں بیعت کی اور ان سے بخاری شریف کا ابتدائی درس بھی سنا، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے جو خدمتِ دین و خدمتِ حدیث کی وہ کسی صاحبِ علم سے مخفی نہیں ہے اور ان کا عقیدہ ان کی کتابوں سے ظاہر ہے اس پر بحث کی کوئی ضرورت نہیں۔" (نثر اللؤلؤ والمرجان فی بیان اصول القرآن ص: ۱۴)

اور پھر اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں: "بہرحال! حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے بارے میں سوءِ عقیدہ رکھنا تو درکنار بندہ عاجز اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا" (ایضاً ص: ۱۵)

اسی طرح فرقہ اشاعت کا ایک اور عالم ابوذکوان مفتی محمد سلیمان ساجد صاحب شیخ زکریا رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں: "علماء دیوبند کے ترجمان شیخ الحدیث مولانا زکریا...الخ" (دفاعِ حق ص:۳۵)

اور دوسری کتاب میں لکھتے ہیں: "ہمارے اکابر علماء ان کی کتابوں سے استفادہ کرتے ہیں اور انہیں اس وقت کا محدث سمجھتے ہیں" (تبلیغی جماعت پر حیاتی ٹولہ کے اعتراضات؟ ص: ۱۰۴)

معلوم ہوا کہ حضرت شیخ زکریا صاحب رحمہ اللہ کا عقیدہ مماتیوں کے نزدیک بھی معتبر ہے (ان حوالوں کی رُو سے) تو اب یہ لوگ جو فتویٰ حضرت شیخ باباجی صاحب رحمہ اللہ پر لگاتے ہیں وہی فتویٰ شیخ زکریا رحمہ اللہ پر بھی لگائیں یا دونوں کو صحیح کہیں اور حضرت شیخ باباجی صاحب رحمہ اللہ کی تکفیر سے توبہ کریں!

مماتیوں کا اقرار کہ حضرت شیخ صاحب استغاثہ مافوق الاسباب کے قائل نہیں:

بلکہ خود مماتی المشرب الشیخ الادیب حضرت مولانا شیر احمد منیب صاحب بھی حضرت شیخ الحدیث باباجی صاحب رحمہ اللہ کا عقیدہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وتحقيق الكلام ان الاستغاثة بمخلوق وجعله وسيلة بمعنى طلب الدعاء منه، لاشك في جوازه ان كان المطلوب حيا ... وأما اذا كان ميتا فلايستريب عاقل أنه غير جائز بل من البدع التي لم يفعلها أحد من السلف من النبي ﷺ ولامن ضجيعيه (البصائر ص: ۴۵، مظہری کتب خانہ صوابی، وفی نسخۃ اخریٰ ص: ۴۷، ۴۸، استنبول ترکی) دیکھئے (لایستوی الاعمی والبصیر ص: ۲۲۴)

ترجمہ: اور کلام کی تحقیق یہ ہے کہ مخلوق سے مدد مانگنا اور اس کو وسیلہ بنانا بایں معنی کہ اس سے دعا کی جائے اور وہ زندہ ہو تو اس کے جواز میں کوئی شک نہیں... اور اگر وہ فوت شدہ ہو تو کوئی عاقل اور سمجھدار بھی اس کے ناجائز ہونے میں شک

نہیں کرے گا بلکہ یہ تو ایسی بدعت ہے جس پر سلف میں کسی نے بھی عمل نہیں کیا، نہ نبی کریم ﷺ نے اور نہ ان کے دوستوں (شیخین رضی اللہ عنہم) نے..!

خود حضرت شیخ صاحب سے وضاحت:

ایک جگہ صاف اور واضح الفاظ میں اعلان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الاستعانة من الله تعالى بوسيلة الذوات الفاضلة من اصحاب القبور، ليس فيها طلب الامور الغير المقدورة.... وأما الامور الغير المقدورة لهم فلا تسئلها منهم" (ایضاً ص: ۲۵۵ وفی نسخۃ اخریٰ ص: ۲۷۶)

ترجمہ: اللہ سے مدد بوسیلہ ذواتِ فاضلہ اصحابِ قبور کے اُمور غیر مقدورہ (مافوق الاسباب) کے قبیلے سے نہیں، بہرحال ہم اُن سے غیر مقدورہ (مافوق الاسباب) اُمور کے متعلق سوال نہیں کرتے۔

ایک اور جگہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ "اذا تحيرتم في الامور" کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: " لا أن تزعموهم حلالين للمشكلات او مشاركين لله تعالى في تدابير العالم لأنه شرك ظاہر"

(البصائر ص: ۱۳۰، طبع: مظہری کتب خانہ، وفی نسخۃ اخریٰ، ص: ۱۴۱، طبع: استنبول ترکی)

ترجمہ: یہ خیال نہ رکھنا چاہیئے کہ قبر والے مشکلات حل کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ عالم کی تدابیر میں شریک ہیں کیوں کہ یہ تو واضح شرک ہے۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: "مجيب الدعوات وكاشف الضر ليس الا الله"

(ایضاً ص: ۱۲۰، وفی نسخۃ اخریٰ، ص: ۱۲۹)

ترجمہ: دعاؤں کو قبول کرنے والا اور تکالیف کو ہٹانے والا صرف اللہ ہی ہے۔

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں: "فعلم أن المالك للنفع والضرر هو الله تعالیٰ، والانبیاء والاولیاء وسائط ووسائل" (ایضاً ص:۷۱، وفی نسخۃ اخریٰ ص:۷۶)

ترجمہ: پس معلوم ہوا کہ بیشک نفع اور نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور انبیاء و اولیاء تو واسطے اور وسیلے ہیں۔

ایک اور جگہ نقل فرماتے ہیں: "ونیست قادر وفاعل ومتصرف در وجود مگر حق سبحانہ" (ایضاً ص:۵۲، وفی نسخۃ ص: ۵۶)

ترجمہ: قادر، کرنے والی اور متصرف ذات صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: "ولایطلب المؤمن الرزق من غیر الله تعالی ولایعتقد کاشف الضر الا الله تعالی وشافي المرضی الا الله"

(ایضاً ص: ۲۶۲، وفی نسخۃ اخریٰ ص: ۲۴۲)

مومن رزق غیر اللہ سے طلب نہیں کرتا اور صرف یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ نقصان کو ہٹانے والا اور مریض کو شفاء دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

الحاصل ان عباراتِ کثیرہ سے خود بخود معلوم ہوا کہ حضرت شیخ ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ ہرگز استغاثہ محرّمہ کے قائل نہیں تھے، مماتیوں کو ان ہی کے انتہائی ممدوح قاضی شمس الدین رحمہ اللہ کے قول "آخر کسی کی عبارت کو تو اس کی اپنی مراد پر رہنے دیں" (تصانیف قاضی شمس الدین ص:۶۳۹) پر عمل کرنا چاہیئے۔

اور یہ حوالہ باوجود اس کے کہ یہ استعانتِ محرّمہ کے ساتھ تعلّق نہیں رکھتا پھر بھی حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے یہ کسی اور سے نقل کیا ہے اور منقول عنہ کو چھوڑ کر صرف ناقل پر کفر کے فتوے لگانے والوں کے لئے چند حوالہ جات ہم نے پچھلے صفحات میں بھی ذکر کئے ہیں تاہم ایک اور نیا حوالہ بھی یہاں ملاحظہ فرمالیں بفضلہٖ تعالیٰ:

مماتیوں کے مشہور محقق مولانا خان بادشاہ صاحب غیر مقلّدین کے مشہور محقق شیخ عبدالعزیز نورستانی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں: ”مہتمم آثاریہ نے تلبیس سے کام لیا ہے کیونکہ میں نے اپنی طرف سے اس لفظ کو مدرج نہیں کہا ہے بلکہ میں نے مسند احمد کا حوالہ پیش کیا ہے“ (قلائد العقیان فی تصحیح سند شیخ القرآن ص ۷۴)

تو یہاں بھی حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ ”تفسیر خازن“ کے حوالے سے لکھا ہے تو کیا شیخ صاحب رحمہ اللہ کے متعلق مماتیوں نے تلبیس سے کام نہیں لیا؟

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم نے عرض کی تو شکایت ہوگی

اہل اشاعۃ کا ایک اصول: آخر میں بطور اتمامِ حجت مماتی حضرات کا مندرجہ ذیل قاعدہ و قانون بھی ملاحظہ کیجئے:

☆... مفتی سلیمان ساجد صاحب مماتی لکھتے ہیں: ”اور روایت بیان کرنے سے لازم نہیں آتا کہ اس کا نظریہ بھی اسی روایت کے مطابق ہو جو تلازم کا دعویٰ کرے اس پر اثبات ہے...“ (موت کا پیغام غالی مولویوں کے نام ص:۲۷۷)

اسی صفحے پر مزید لکھتے ہیں: ”صرف روایت نقل کرنا اس کی دلیل نہیں کہ صحابہ کرام کا مسلک سماعِ موتی تھا ورنہ لزوم بین الروایت والعقیدہ ثابت کرو کہ جو کوئی جو روایت کرے گا اس کا عقیدہ اور نظریہ اس کے برابر ہوگا“ (ایضاً)

☆... مشہور اشاعتی عالم مولوی سجاد بخاری صاحب مرحوم ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ”خود حضرت عمر جو صاحبِ واقعہ ہیں اور حضرت ابن عمر جو اس کے راوی ہیں نے بھی کبھی اس حدیث کو سماعِ موتی کے سیاق میں ذکر نہیں کیا اور نہ کہیں

اس کو اس مسئلہ پر معرضِ استدلال میں پیش فرمایا بلکہ انہوں نے اس کو محض ایک پیش آمدہ واقعہ کے طور ہی پر ذکر کیا، اس لیے اس حدیث کو بیان اور روایت کرنے کی وجہ سے حضرت عمر یا حضرت ابن عمر کی طرف سماعِ موتی کا قول منسوب کرنا اور پھراس پر دورِ صحابہ میں اس مسئلہ کے اختلافی ہونے کی بنیاد رکھنا صحیح نہیں معلوم ہوتا۔" (اقامۃ البرھان علیٰ ابطال وساوس ہدایۃ الحیران ص: ۳۴۴، کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی)

مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب مماتی لکھتے ہیں: "کسی روایت کو اپنی کتاب میں نقل کردینا اس بات کا ثبوت نہیں ہوتا کہ یہی اس کا عقیدہ بھی ہے" (کلمہ حق ص:۶۹)

معلوم ہوا کہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے واضح اظہر من الشمس عقیدہ سلیمہ کے باوجود اگر خواہ مخواہ سینہ زوری سے اس عبارتِ منقولہ پر اعتراض کرتا ہے تو مماتی حضرات کے اس اصول کی بناء پر پھر بھی حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کا اس روایت کے نقل کرنے سے یہ نظریہ اور عقیدہ نہیں ثابت ہوتا (جو معترضین اس عبارتِ منقولہ سے اخذ کرتے ہیں) فللّٰہ الحمد والمنۃ.

نفسِ استغاثہ تو ممنوع اور شرک نہیں ورنہ بخاری شریف میں جو حدیث آیا ہے اس کے ساتھ کیا کروگے..؟ (وہ حدیث آگے آرہی ہے ان شاء اللہ)

خلاصۃ التحقیق: اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ شیخ صاحب رحمہ اللہ نے یہ قول علامہ خازن رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۱ھ) سے نقل کیا ہے، یہی قول مختلف و متعدد مفسرین کرام رحمہم اللہ کا بھی ہے اور پھر ہم نے پچھلے صفحات میں اور چند سطور اوپر حضرت شیخ باباجی صاحب رحمہ اللہ کے جو حوالہ جات پیش کئے ہیں تو اس ساری بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ اس عبارت اور مقولے میں لفظ" استعانت واستغاثہ "سے مافوق الاسباب اور غیر شرعی مدد ہرگز مراد نہیں بلکہ یہ ماتحت الاسباب کے قبیلے سے ہے۔

استعانت واستغاثہ بمعنی توسل :

دوسرے طرز سے جواب : یہ قاعدہ یاد رکھنا چاہئے کہ استعانت واستمداد کی کل آٹھ صورتیں بنتی ہیں، چار جائز اور چار ناجائز ہیں جن کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب "توضیحات عبارات اکابر جلد اول ص: ۲۴۵ تا ۲۴۹ " میں مختلف علماء دیوبند رحمہم اللہ کی کتب کی روشنی میں کی ہے، تفصیلًا وہاں یہ دلچسپ بحث دیکھیں، تاہم یہاں مختصراً عرض کردیتے ہیں کہ یہ استعانت واستغاثہ بمعنی توسل ہے نہ کہ حقیقی استمداد واستغاثہ! آسان الفاظ میں یہ سمجھیں کہ یہ ماتحت الاسباب میں سے ہے نہ کہ مافوق الاسباب میں سے۔

استعانت واستغاثہ بمعنی توسل اکابرینِ امت سے :

اور استمداد، استعانت واستغاثہ کو کئی علماءِ محدثین ومحققین توسّل کے باب میں لائے ہیں اور خود معترضین کے ممدوحین کی کتب میں بھی یہ مذکور ہیں، چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) سب سے پہلے خود حضرت شیخ الحدیث ڈاگئی باباجی رحمہ اللہ ہی اس سے توسّل مراد لیتے ہیں چنانچہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ یہ الفاظ اپنی کتاب کے بابِ توسّل میں لائے ہیں (تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں) پس اس سے خود حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ ہی توسّل مراد لیتے ہیں نہ کہ مخلوق سے مافوق الاسباب مدد مانگنا فافھم ولاتکن من الجاھلین۔

(۲) وہ علماء جو توسّل کے منکر ہیں انہوں نے بھی اس کو توسّل کے باب میں ہی ذکر کرکے اس کا جواب دیا ہے مثلًا: حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۲۸ھ) نے "عدم

مشروعیۃ التوسل البدعی" کا عنوان قائم کرکے "فاستعینوا باھل القبور" مقولے کا جواب دیا ہے۔ دیکھئے (قاعدہ جلیلۃ التوسل والوسیلہ، ص: ۳۴)

اس استعانت سے توسل معنی ہی لیا جائے گا کیونکہ ان حضرات نے بھی یہ مانا کہ اس استعانت سے مراد توسّل ہے (اس لئے تو اپنی توسّل والی کتاب میں لائے ہیں) نہ کہ استعانت حقیقی من غیر اللہ جو کہ بالاتفاق غیر مشروع بلکہ شرک ہے۔

(۳) امین اللہ پشاوری غیر مقلّد نے بھی "وایاک نستعین" (سورۃ الفاتحہ: ۴) کے تحت وسیلہ کی بحث چھیڑی ہے، معلوم ہوا کہ توسّل کبھی کبھار استعانتِ مجازی کے زمرے میں بھی آتا ہے۔

(۴) علّامہ آلوسی رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۲۷۰ھ) نے "یاأیھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا إلیه الوسیلة ... " (سورۃ المائدۃ آیت: ۳۵) کے تحت لکھا ہے: "واستدل بعض الناس علی ھذہ الآیة باستغاثة الصالحین.... الخ" دیکھئے (تفسیر روح المعانی ج ۴ ص ۱۸۳)

ترجمہ: بعض لوگوں نے اس آیت سے صالحین کے استغاثہ پر استدلال کیا ہے۔

اور پھر آگے فرماتے ہیں: "والتحقیق الکلام أن الإستغاثة بمخلوق وجعله وسیلة بمعنی طلب الدعاء منه لاشك في جوازہ ان کان المطلوب منه حیا" (ایضاً)

بحث کی تحقیق یہ ہے کہ اگر ان میں سے مطلوب زندہ ہو اور اس سے استغاثہ کیا جائے اور اس کو وسیلہ میں پیش کیا جائے اس معنی پر کہ اس سے دعا طلب کی جائے تو اس کے جواز میں کوئی شک نہیں۔

نوٹ: یہی بات علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے بیٹے نعمان آلوسی نے بھی فرمائی ہے دیکھئے (جلاء العینین فی محاکمۃ الاحمدین ص: ۵۶۵)

ان دونوں آیات میں اس طرف اشارہ بلکہ تصریح ہے کہ کبھی کبھار استغاثہ وسیلہ کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے اگرچہ مجازاًہی سہی۔

(۵) ابراہیم بن علی الشافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وإنما أطلق الاستغاثة بالنبي أو الولي مجازا" (نصرۃ الامام السبکی برد الصارم المنکی ص: ۶۴)

ترجمہ: نبی اور ولی سے استغاثہ کا اطلاق مجازاً (ہوسکتا) ہے۔

یعنی استغاثہ کبھی کبھی توسّل کے معنی میں مجازاً استعمال ہوسکتا ہے۔

(۶) الامام المحقق، شیخ الاسلام المجتہد النظار تقی الدین السبکی الشافعی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۵۶ھ) نے اپنی مشہور اور مایہ ناز کتاب میں "الباب الثامن في التوسل والاستغاثة والتشفع بالنبي" عنوان کے تحت فرماتے ہیں: "اعلم: أنه يجوز ويحسن التوسل والاستغاثة والتشفع بالنبي الی ربه سبحانه وتعالی و جواز ذلك وحسنه ... ولم ينكر أحد ذلك من اهل الأديان" (شفاء السقام ص: ۳۵۷، طبع: دار الکتب پشاور پاکستان)

علامہ سبکی رحمہ اللہ نے توسل کے اثبات کے لیے "استغاثہ" کا لفظ بھی استعمال کیا ہے، معلوم ہوا کہ توسّل کے لیے کبھی کبھی "استغاثہ" کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے ورنہ مماتیوں کے نزدیک کیا علامہ سبکی رحمہ اللہ بھی استغاثہ کا حقیقی معنی مراد لے کر کافر ومشرک ہوا ہے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

بلکہ آگے تو صاف اور واضح الفاظ میں لکھتے ہیں: "ولافرق في هذه المعنى بين أن يعبر عنه بلفظ: والتوسل أو الاستعانة أو التشفع أو التجوه والداعي بالدعاء المذكور ومافي معناه متوسل بالنبيﷺ" (ایضاً ص: ۳۶۳و۳۶۴)

(۷) یہی حوالہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے "المواہب اللدنیہ: ۶۰۴/۳ " میں بھی ذکر کیا ہے۔

(٨) اسی طرح علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۷۴ھ) بھی اس کو توسّل و استشفاع کے معنی میں لیتے ہیں چنانچہ ایک واقعہ لکھتے ہیں: "فقعد له مجلس وادعى عليه ابن عطاء بأشياء، فلم يثبت عليه منها شيء، لكنه قال: لايستغاث الا بالله، لايستغاث بالنبي استغاثة بمعنى العبادة، ولكن يتوسل به ويستشفع به الى الله .... " (البدایۃ والنہایۃ ج۵ ص۴۱۰)

فرماتے ہیں کہ استغاثہ بمعنی عبادت (یعنی غیر اللہ سے حقیقی مدد مانگنا) غیر اللہ کے لئے جائز نہیں، ہاں! اگر بمعنی توسل اور استشفاع کے ہو تو پھر جائز ہے۔

(۹) مشہور شارح الحدیث علامہ قسطلانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۹۲۳ھ) بھی استغاثہ کو توسّل کے معنی میں لاتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں: "وينبغي للزائر أن يكثر من الدعاء والتضرع والاستغاثة والتشفع والتوسل به" (المواهب اللدنية بالمنح المحمدية: ۶۰۴/۳، المقصد العاشر، الفصل الثاني)

(۱۰) علامہ زرقانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۱۲۲ھ) نے بھی یہی قول اپنی کتاب میں قلمبند کیا ہے دیکھئے (شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیه: ۲۱۹/۱۲)

(۱۱) علامہ سمہودی رحمہ اللہ (المتوفّی: ۹۱۱ھ) بھی اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ولافرق فى هذين التعبيرين بالتّوسّل والاستغاثة والتّشفّع ونحوه" (وفاء الوفاء ج: ۴، ص: ۱۳۷۲)

یعنی توسل اور استغاثہ اور تشفع جیسے الفاظ کی تعبیر میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(۱۲) زعیم الاحناف علامہ زاہد کوثری رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۳۷۱ھ) بھی اس کو مترادف الفاظ میں استعمال کرتے ہیں، چنانچہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: "ولا بأس أن نزيد هنا كلمة في الاستغاثة والاستعانة والكل من واد واحد ففي حديث الشفاعة عند البخاري بآدم ثم بموسى ثم بمحمد، وهذا يدل على جواز استعمال الاستغاثة

في مدد التوسل"
یعنی کوئی حرج نہیں اگر ہم یہاں استغاثہ اور استعانت کے کلمہ کا اضافہ کریں، سب ایک قبیل سے ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں شفاعت کے سلسلے میں حدیث آئی ہے، تو باب توسّل میں استغاثہ کا لفظ استعمال کر سکتے ہیں۔
ایک اور جگہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ولافرق فی هذین التعبیرین بالتوسل والاستغاثة والتشفع ونحوه"
(محق التقول في مسئلة التوسل ص:۱۸۵ دارالبشائر دمشق، سوریة)
(۱۳) دارالعلوم دیوبند کے عظیم محقّق اور محدّث حضرت شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی نوّراللہ مرقدہ نے بھی استعانت کی تقسیم پر مفصل مضمون لکھا ہے اور پھر آخر میں استعانت کی ایک قسم کو توسل میں بھی مجازاً شمار کیا ہے، چنانچہ حضرت صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "خلاصہ یہ ہے کہ استعانت واستمداد بالغیر کی آٹھ صورتیں ہیں"... پھر آخر میں تفصیل لکھنے کے بعد لکھتے ہیں "استمداد واستعانت بالغیر جس کو ہم منع کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ نبی یا ولی سے یوں کہا جائے کہ تم میری یہ حاجت پوری کردو، تم میرا یہ کام بنادو اور اگر ان سے اس طرح نہ کہے بلکہ خدا تعالیٰ سے ان کے توسّل سے دعا کرے یا ان سے یہ کہے کہ تم میرے واسطے خدا تعالیٰ سے دعا کرو، جبکہ ان کا دعا کرنا مشاہدہ یا نص سے ثابت ہو۔ یہ استمداد ہمارے نزدیک ناجائز نہیں اور درحقیقت اس کو استمداد کہنا ہی مجاز ہے، دراصل یہ صورت توسل کے نام سے موسوم ہے جس کو کوئی ناجائز نہیں کہتا" (مقالات عثمانی ج:۲، ص:۲۸۷تا۲۸۹)
ایک اور جگہ لکھتے ہیں: "حضرت شیخ (محدّث دہلوی رحمہ اللہ، ناقل) جس استمداد کو جائز فرماتے ہیں وہ وہی ہے جس کو توسل کہا جاتا ہے اور اس کو علماء اہل

سنت منع نہیں کرتے بلکہ اس کے منکر غیر مقلّدین فرقہ وہابیہ ہیں (اور ساتھ ہی فرقہ مماتیہ\پنج پیریہ بھی ہیں، چونکہ اُس وقت فرقہ مماتیہ کا وجود نہیں تھا ورنہ حضرت شیخ الاسلام صاحب رحمہ اللہ اس کا ذکر بھی کرتے، ناقل) " (مقالات عثمانی ج: ۲، ص: ۲۹۲)

معلوم ہوا کہ استعانت، استمداد واستغاثہ توسل کے معنی میں بھی احیاناً و مجازاً مستعمل ہیں۔

(۱۴) مفتی رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ [22] بھی تقسیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" استعانت کے تین معانی ہیں، ایک یہ کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے کہ بحرمتِ فلاں میرا کام کردے، یہ بالاتفاق جائز ہے خواہ عندالقبر ہو خواہ دوسری جگہ " (فتاویٰ رشیدیہ ص: ۱۵۱)

یہاں بھی استعانت بمعنی توسل کے ذکر کیا گیا ہے۔

(۱۵) شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ نے "وایاك نستعین" کے تحت استعانت ظاہری بمعنی توسل مراد لیا ہے دیکھئے (تفسیر عثمانی ص: ۴۹)

(۱۶) مولانا لکھنوی رحمہ اللہ کا حوالہ گزر چکا کہ اس نے بھی استعانت من القبور سے توسل مراد لیا ہے نہ استمدادِ حقیقی۔

(۱۷) حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے بھی اس میں تقسیم کرکے مسئلہ استمداد کی خوب تنقیح اور تفصیل سے بات کی ہے چنانچہ سائل کا سوال اور شاہ صاحب رحمہ اللہ کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

سوال: انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام، اولیاء کرام، شہداء عظام اور صلحاء عالی مقام سے ان کی

---

[22] جس کے متعلق احمد سعید ملتانی مماتی صاحب نے زبان درازی کی ہے، خود ایک اشاعتی مصنف محمد فضاد صاحب لکھتے ہیں:
"مولانا احمد سعید خان نے میانوالی میں مولانا خلیل احمد کی موجودگی میں گنگوہی کے بارے میں جو الفاظ استعمال کئے وہ نقل کرتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے" (خس کم جہاں پاک ص: ۱۱۷)

وفات کے بعد اس طرح استمداد کرنا کہ اے فلاں حق تعالیٰ سے میرے لئے آپ حاجت طلب کریں، میرے لئے سفارش کریں اور میرے لئے دعاء کریں کیا یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: اموات سے استمداد خواہ قبور کے نزدیک ہوں یا غائبانہ بلاشبہ بدعت ہے، صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہیں تھا لیکن اس میں اختلاف ہے کہ یہ کس قسم کی بدعات میں سے ہے؟ آیا بدعت سیئہ یا بدعت حسنہ [23] نیز حکم میں بھی مختلف ہوتا ہے استمداد کے طرق کے مختلف ہونے سے، اگر استمداد اس طریق پر ہو جس طرح سوال میں مذکور ہے تو ظاہر ہے یہ جائز ہے اس لئے کہ اس صورت میں شرک نہیں ہوتا، یہ اس طرح ہی ہے جس طرح صلحاء سے دعا اور التجاء کے لئے ان کی زندگی میں استمداد کی جاتی ہے، اگر کسی دوسری طرح ہوگی تو اس کا حکم بھی اس کے موافق جدا ہوگا اور حدیث شریف میں حاجت براری کے لئے اس طرح وارد ہوا ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ آپ میرے لئے دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالی مجھے عافیت دے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا اس نے کہا کہ حضرت آپ دعا فرمائیں آپ نے حکم دیا کہ وضوء کرو اور پھر یہ دعا مانگو اللہم انی اسئلک واتوجہ الی نبیک... الخ (فتاوی عزیزی ج ا ص ۸۹)

---

[23] بدعت حسنہ کی تعلیق و تشریح میں مفسر قرآن مولانا عبدالحمید سواتی یوں وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "یاد رہے کہ بدعت حسنہ ان علماء حق کی اصطلاح وہی ہوتی ہے جو سنت کے مخالف نہ ہو جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی نے فرمایا ہے کہ ہر بدعت ضلالت ہے اور اس کی تفریق درست نہیں اور جس کو علماء بدعت حسنہ کہتے ہیں وہ سنت کی قسم ہی ہوتی ہے جیسا صلوۃ تراویح پر حضرت عمر نے **نعمۃ البدعۃ ھذہ** کا اطلاق فرمایا ہے جیسا کہ بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث میں موجود ہے فافہم سواتی" (فیوضاتِ حسینی ص:۷۰)

نیز حضرت شاہ صاحب ایک اور جگہ بھی ایسا مضمون فرمارہے ہیں:
"اور استمداد کی صورت یہ ہے کہ محتاج انسان اپنی حاجت طلب کرتا ہے اللہ تعالی سے کسی بندہ مکرم کی روحانیت کے توسل سے جو کہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں مقرب و برگزیدہ ہوتا ہے اور محتاج یہ کہتا ہے کہ اے بندہ خدا اور اے اللہ تعالی کے ولی! میرے لیے سفارش کر اور اللہ تعالی سے میرے لیے مطلوب کو طلب کرنا کہ اللہ تعالی میری حاجت کو پورا کردے بندہ تو درمیان میں صرف وسیلہ ہی ہے اور معطی اور مسئول تو پروردگار ہی ہے اور اس میں کسی قسم کا شائبہ شرک بھی نہیں جیسا کہ (توسل کے) منکر نے وہم کیا ہے (صفحہ ۲۰۸)

(۱۸) مسند الہند شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۲۶۲ھ) ایک حوالہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "حقیقت یہ ہے کہ وہ فقہاء جو سماع اور ادراک میت کے قائل ہیں وہ استمداد کے بھی قائل ہیں اور جو فقہاء سماع موتی اور ادراک کے منکر ہیں تو وہ استمداد کا بھی انکار کرتے ہیں، استمداد کی صورت یہی ہے کہ محتاج شخص بارگاہ خداوندی میں مقرب حضرات کی ارواح کے وسیلے سے اپنی حاجت کی طلب اللہ تعالیٰ سے کرے...الخ" (مائۃ مسائل ص: ۱۹۳تا۱۹۵)

شاہ صاحب رحمہ اللہ بھی مطلقا استعانت واستمداد کو کفر نہیں کہتے ہیں بلکہ اس سے مراد توسل لیتے ہیں۔

(۱۹) شیخ محدث دہلوی رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں: "توسل واستمداد بارواح مقدسہ ایشاں ثابت ومؤثر" (تکمیل الایمان، استمداد قبور ص: ۱۲۳)

معلوم ہوا کہ کبھی کبھار استمداد مجازاً توسل کے معنی پر بھی آتا ہے۔

(۲۰) مفتی ضیاء الرحمٰن ذاکر صاحب دامت برکاتہم العالیہ (استاد جامعہ فاروقیہ کراچی) فرماتے ہیں: "استمداد کی صورت سے واضح ہے کہ یہ وہی صورت ہے جسے وسیلے سے

تعبیر کرتے ہیں اور اس کی دونوں صورتوں کا حکم گزشتہ سوال میں گزر چکا ہے" (حاشیہ علی مائۃ مسائل ص: ۱۹۳)

(۲۱) مفتی رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ [24] بھی استعانت سے مراد توسل لیتے ہیں، چنانچہ ایک سائل نے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ سے استعانت از اہل قبور کے متعلق استفسار کیا کہ یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو پھر قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ اسے حرام کیوں قرار دیتے ہیں؟

تو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ اس کا جواب یوں دیتے ہیں: "استعانت کے تین معانی ہیں۔۔۔الخ" (فتاویٰ رشیدیہ ص: ۱۴۲، ایچ ایم سعید)

نیز تالیفاتِ رشیدیہ ص: ۶۹ و ۷۰ میں بھی استعانت کی تقسیم اور اس سے مراد توسّل کا تذکرہ موجود ہے۔

(۲۲) مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے بھی استمداد میں تقسیم کر کے اس کی بعض صورتوں کو جائز قرار دیا ہے دیکھئے تفصیلاً (امداد الفتاویٰ ج:۵، ص: ۳۴۴، مقالاتِ عثمانی ج: ۲، ص: ۳۱۹)

(۲۳) مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ نے بھی اس میں تقسیم کی ہے دیکھئے (فتاوی محمودیہ ج: ۱، ص: ۲۰۶)

(۲۴) مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی مہتمم دارالعلومِ دیوبند نے بھی اس میں تقسیم کر کے بعض صورتیں اس کی جائز قرار دی ہیں دیکھئے (تفسیر عثمانی پر اشکالات کے جوابات ص: ۱۷)

(۲۵) مفتی اعظم بالاتفاق مفتی دارالعلومِ دیوبند مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ

---

[24] جس کے متعلق خضر حیات مماتی صاحب لکھتے ہیں: " ابو حنیفہ ثانی عالم ربانی حضرت علامہ رشید احمد گنگوہی۔۔۔ " (الفتح المبین ص: ۲۰۹ و ۲۱۷ و ۱۶۹)

بھی اس میں تقسیم مان کر اس کی بعض صورتوں کو جائز قرار دیتے ہیں، چنانچہ سائل کا سوال اور پھر حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

سوال نمبر ۳۱۱۳: استمداد من اہل القبور کے جواز کی حنفیہؒ کے یہاں کوئی صورت ہے یا نہیں؟

الجواب: استمداد من اہل القبور اگر اس عقیدہ کے ساتھ ہے کہ وہ متصرف فی الامور ہیں جیسا کہ عوام کا عقیدہ ہے تو یہ درست نہیں ہے بلکہ اس میں خوف کفر ہے شامی (ج: ۲، ص: ۱۷۵، طبع مصر) میں ہے: **ومنها ان ظن ان المیت فی الامور دون اللہ تعالٰی واعتقادہ ذالک کفر الخ** اور اگر مطلب اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالٰی سے ان کے ذریعے سے دعا کی جاوے کہ یا اللہ میرا فلاں کام فلاں بزرگ کی برکت سے پورا فرمادے تو یہ جائز ہے فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج: ۵، ص: ۴۲۳ و ۴۲۴)

(۲۶) نیز یہی حوالہ امام اہل السنۃ شیخ سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ نے بھی ذکر کیا ہے دیکھئے (تسکین الصدور ص: ۴۱۴ و ۴۱۵)

معلوم ہوا کہ بعض استمداد بمعنی توسل و برکت بھی مجازاً استعمال ہوتا ہے، ہر جگہ مطلّقاً استمداد سے مراد استمدادِ حقیقی (مافوق الاسباب) جو کہ بالاتفاق شرک ہے مراد نہیں۔

(۲۷) استاذ المفتیین والمحققین حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ نے بھی اس پر مفصّل بحث کیا ہے اور اس میں بعض صورتوں کو توسّل کے معنی میں لیا ہے دیکھئے (آثارِ خیر ص: ۲۹۸ تا ۳۰۰)

(۲۸) مشہور قلمدوست مولانا ابن الحسن عباسی رحمہ اللہ نے بھی اس پر تحقیقی بحث کی ہے دیکھئے (کچھ دیر غیر مقلّدین کے ساتھ ص: ۸۰)

(۲۹) شہید اسلام حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ نے بھی غیر اللہ کو پکارنے اور وسیلے کے باب میں کافی تفصیلی بحث اور اس کی اقسام بمع احکام تفصیل سے بیان کی ہیں دیکھئے (اختلاف امت اور صراط مستقیم ص: ۴۸تا۶۳)

(۳۰) رئیس المناظرین فاتح و قاطع بریلویت حضرت مولانا سیّد مرتضی حسن[25] چاندپوری رحمہ اللہ (ناظمِ تعلیمات دارالعلوم دیوبند وخلیفہ مجاز حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ) نے تو اس مسئلے پر لاجواب اور بہترین کتاب لکھی ہے اور اس موضوع پر مفصّل بحث کی ہے اور اس کا حق ادا کر دیا ہے اس لئے یہ سارا رسالہ مطالعہ کرنے کی اشد ضرورت ہے خصوصاً صفحہ ۱۰ سے تا آخر، تاہم صرف ایک حوالہ ہی نقل کرنے پر ہم اکتفاء کرتے ہیں، موصوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اہل تصوف اور بزرگان دین کی استعانت سے مراد توسل ہے استعانت حقیقی نہیں" (سبیل السّداد فی مسئلۃ الاستمداد ص۴۹)

اور مزید اسی موضوع پر بحث کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں: "شیخ علیہ الرحمۃ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ، ناقل) و دیگر صوفیائے کرام نے جہاں کہیں استعانت بالغیر کو جائز کہا ہے اس سے مراد توسل ہے"

(سبیل السّداد فی مسئلۃ الاستمداد ص: ۵۹، مشمولہ مجموعہ رسائل چاندپوری ج: ۲)

(۳۱) استعانت بمعنی توسّل مناظر اسلام فاتح مبتدعین مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ[26] نے بھی لیا ہے دیکھئے (سیف نعمانی ص: ۱۱۰)

اور دوسری کتاب میں بھی یہی بحث چھیڑی ہے چنانچہ ان سے سوال کیا گیا کہ "انبیاء

---

[25] خضر حیات مماتی بھی اس کو معتمد بلکہ ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں: "رئیس المناظرین ابن شیر خدا حضرت علامہ سید مرتضی حسن چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ" (الفتح المبین ص: ۳۵)

[26] جس کے متعلق مشہور مماتی خطیب مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب لکھتے ہیں: "مسلک دیوبند کے وکیل مولانا محمد منظور نعمانی..." (کیا مردے سنتے ہیں ص: ۴۸، نیز دیکھئے کلمہ حق مرتّبہ ضیاء الرحمٰن رحمانی ص: ۱۳۰)

اور اولیاء سے مدد مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

اقول: یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے بعض صورتوں میں جائز اور بعض میں ناجائز حرام اور بعض میں کفر و شرک ہے، مفصّل و مدلّل بیان حضرت ابن شیر خدا مولانا المحترم مولوی سید محمد مرتضی صاحب مدظلہ کے لاجواب رسالہ "سبیل السّداد فی مسئلۃ الاستمداد" میں ملاحظہ ہو

اور پھر حاشیہ میں لکھتے ہیں: "واضح رہے کہ جن صورتوں کے متعلق جواز کا حکم لگایا گیا ہے اُن میں استعانت بغیر اللہ صرف صورۃً ہے نہ کہ حقیقۃً اور فی الحقیقۃ اس صورتوں میں صرف توسّل اور طلبِ شفاعت ہے ورنہ حقیقی استعانت بغیر اللہ مطلّقاً حرام ہے"

(۳۲) مفتی اعظم پاکستان سابق مفتی درالعلوم دیوبند حضرت مفتی شفیع صاحب [27] نوّراللہ مرقدہ بھی استعانت میں تقسیم کرکے بعض صورتیں توسّل مان کر جائز قرار دیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں: "اسی طرح غیر مادی اسباب کے ذریعے کسی نبی یا ولی سے دعاء کرنے کی مدد مانگنا یا ان کا وسیلہ دے کر براہِ راست اللہ تعالٰی سے دعاء مانگنا روایات حدیث اور ارشاراتِ قرآن سے اس کا بھی جواز ثابت ہے، وہ بھی اُس استعانت میں داخل نہیں جو صرف اللہ کے لئے مخصوص اور غیر اللہ کے لئے حرام و شرک ہے" (معارف القرآن ج:۱، ص:۴۲)

اور پھر آگے مزید تشریح کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "وسیلہ استعانت اور استمداد کے مسئلے میں بکثرت لوگوں کو اشکال رہتا ہے اُمید ہے کہ اس تشریح سے اصل حقیقت واضح ہوجائے گی اور یہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ انبیاء و اولیاء کو وسیلہ

[27] جس کے متعلق مولوی ضیاء الرحمٰن مماتی صاحب لکھتے ہیں: "واقعی مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ پکے دیوبندی تھے" (کلمہ حق ص:۷۸)

بنانا نہ مطلّقاً جائز ہے اور نہ مطلّقاً ناجائز بلکہ اس میں وہ تفصیل ہے جو اوپر ذکر کی گئی ہے کہ کسی کو مختار مطلق سمجھ کر وسیلہ بنایا جائے تو شرک اور حرام ہے اور محض واسطہ اور ذریعہ سمجھ کر کیا جائے تو جائز ہے اس میں عام طور پر لوگوں میں افراط و تفریط کا عمل نظر آتا ہے" (معارف القرآن ج:۱، ص:۴۴)

(۳۴) امام اہلسنت الشیخ المحقق المدقق سرفراز خان صفدر صاحب نوّراللہ مرقدہ وکثّراللہ امثالہ بھی اپنی کتاب میں کئی مقامات پر علامہ سبکی رحمہ اللہ وغیرہ کے حوالے سے استغاثہ کا لفظ نقل کرکے اس سے توسّل ہی مراد لیتے ہیں نہ کہ استغاثہ حقیقی و محرّمہ دیکھئے (تسکین الصدور ص:۳۹۹ و ۴۰۴، ۴۳۶، ۴۳۵، ۴۱۴ وغیرہ)

(۳۵) ایسا الزام (استمداد من غیر اللہ) غیر مقلّدوں نے المحقق المتکلّم زاہد کوثری رحمہ اللہ (المتوفّی: ۱۳۷۱ھ) پر بھی لگایا تھا جس کا جواب امام اہل السنۃ شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے بیٹے فاتح بریلویت ماحی السنۃ حضرت مولانا عبدالقدوس قارن صاحب دامت برکاتہم نے تفصیلًا اپنا شمارہ میں دیا تھا، مضمون تو تفصیلی ہے صرف ہم ان سے اپنے موضوع کے ساتھ مناسب مضمون قلمبند کردیتے ہیں ملاحظہ فرمائیں بعونہ تعالیٰ!

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کے علمی جائزہ کا تحقیقی جائزہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

مسلک اہل حدیث کے ایک جریدہ ہفت روزہ الاعتصام ربیع الاول ۱۴۱۷ھ میں غیر مقلدین حضرات کے نامور قلمکار مولانا ارشاد الحق اثری صاحب کا ایک مضمون تین قسطوں میں شائع ہوا تھا جس کا عنوان انہوں نے "علامہ الکوثری کے بدعی افکار" قائم کیا، جس کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوئی کہ اس مضمون کا مقصد کسی علمی مسئلہ کی تحقیق یا خیر خواہی پر مبنی تنقید نہیں بلکہ محض علامہ کوثری کی کردار کشی ہے، یہی وجہ

ہے کہ اس مضمون میں زیر بحث لائے جانے والے ہر مسئلہ میں انتہائی غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔اس طرز تنقید کی حوصلہ شکنی کے لیے احقر نے محترم جناب اثری صاحب کے اس مضمون کا تفصیلی جواب لکھا جو ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ محرم ۱۳۱۸ھ میں "احناف دشمنی کا خمار یا علامہ الکوثری کے بدعی افکار" کے عنوان سے شائع ہوا۔ محترم اثری صاحب نے اپنے مضمون کے دفاع اور ہمارے مضمون کے جواب میں پھر الاعتصام میں علامہ کوثری کے بدعی افکار کے دفاع کا علمی جائزہ کے عنوان سے پانچ قسطوں میں مضمون شائع کیا جس میں بفضلہ تعالیٰ ' انھوں نے کئی باتوں میں دبے لہجہ میں ہمارے موقف کی تائید اور اپنے مضمون کی کمزوری کو تسلیم کیا ہے۔اور اسی وجہ سے انھوں نے بحث کو ہمارے مضمون کے علمی جائزہ کے دائرہ میں ہی رکھنے کی بجائے خواہ مخواہ ادھر ادھر کی باتیں بڑھا کر اپنے مضمون کو طوالت دی تاکہ کہا جاسکے کہ پانچ قسطوں میں علمی جائزہ پیش کیا گیا ہے حالانکہ اس مضمون کے ایک طویل حصہ میں بالکل زائد اور نئی بحث چھیڑ کر مسئلہ کو الجھانے کی کوشش کی گئی ہے اور متعلقہ امور میں بحث کرتے ہوئے بھی خواہ مخواہ طوالت سے کام لیا گیا ہے۔ جبکہ اثری صاحب کا حق اور اخلاقی فریضہ یہی تھا کہ کسی نئی بحث اور مسئلہ کو ذکر کئے بغیر ہمارے مضمون کا ہی علمی جائزہ پیش کرتے جیسا کہ انھوں نے عنوان قائم کیا تھا مگر بحث کو الجھا کر اصل مسئلہ سے توجہ ہٹا کر ہی ان کا الو سیدھا ہوتا تھا اس لیے انھوں نے یہی کام سرانجام دیا۔
ہم نے اپنے پہلے مضمون میں بھی کہا اور اب بھی کہتے ہیں کہ محترم اثری صاحب کو کئی مسائل میں علامہ کوثری رحمہ اللہ کے ساتھ واقعی اختلاف ہے وہ ان مسائل میں ان کا رد کرکے بھی اپنا چسکہ پورا کر سکتے تھے اور اپنے حلقہ سے داد تحسین وصول کر سکتے تھے، ان کو غلط بیانی کا سہارا نہیں لینا چاہئے تھا اور ہم نے محترم اثری صاحب کے مضمون میں سے ان کی غلط بیانیاں واضح کیں جن کا جواب دینے سے وہ یکسر قاصر رہے بلکہ بعض

باتوں کو دبے لہجہ میں تسلیم کرلیا.... (الی ان قال)

استعانت اور استغاثہ:

محترم اثری صاحب نے اپنے پہلے مضمون میں استعانت و استغاثہ کا عنوان قائم کرکے یہ تاثر دینے کی کوشش کی تھی کہ علامہ کوثری اہل بدعت کی طرح غیر اللہ سے استعانت و استغاثہ کے قائل ہیں، ہم نے اس پر گرفت کی اور علامہ کوثری رحمہ اللہ کی عبارات کی روشنی میں ثابت کیا کہ وہ مخلوق سے استعانت اسباب کے درجہ میں مانتے ہیں اور اہل بدعت کا نظریہ اس سے یکسر مختلف ہے اس لیے علامہ کوثری کے نظریہ کو اہل بدعت کے نظریہ کی طرح قرار دینا انتہائی غلط بیانی ہے، ہماری اس وضاحت کے بعد محترم اثری صاحب اپنے علمی جائزہ میں یوں گویا ہوئے:

قارن صاحب نے حسب معمول یہاں بھی بڑی ہوشیاری کا مظاہرہ کیا ہے اور وہ کوثری مرحوم کی یہ اختراع ہی نہ سمجھ سکے کہ توسل، استغاثہ اور استعانت میں کوئی فرق نہیں (الاعتصام ص:۱۸، ۱۱۰اکتوبر ۱۹۹۷ء)

محترم اثری صاحب سے گزارش ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ قارن علامہ کوثری کی عبارات کو بھی خوب سمجھا ہے اور جہاں آپ نے اپنا کرتب دکھاتے ہوئے چکر دینے کی کوشش کی ہے اس کو بھی خوب سمجھا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں علامہ کوثری کی عبارات کی روشنی میں ذرا تفصیل سے ذکر کر دیا جائے تاکہ محترم اثری صاحب کے الزام کی حقیقت بھی واضح ہو جائے اور علامہ کوثری کا نظریہ بھی قارئین کرام کے سامنے واضح ہو جائے۔

علامہ کوثری نے توسل کے بارہ میں لکھے گئے مقالہ میں تین باتیں نمایاں طور پر ذکر کی ہیں پہلی بات یہ کہ انبیاء و صالحین کا توسل ان کی زندگی میں بھی اور ان

کی وفات کے بعد بھی جائز ہے، اس پر انھوں نے دلائل ذکر کئے ہیں اور یہ صرف علامہ کوثری رحمہ اللہ کا نظریہ نہیں بلکہ پہلے علماء کرام بھی اس کے قائل رہے ہیں جیسا کہ مبارکپوری صاحب نے اس بارہ میں کئی اقوال نقل کئے ہیں، ان میں سے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی توسل جائز ہے اگرچہ مبارکپوری صاحب نے اپنا نظریہ اس کے خلاف لکھا ہے مگر علماء کی ایک جماعت کا یہ قول ضرور نقل کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو تحفۃ الاحوذی ج: ۲، ص: ۲۸۲ - ۲۸۳)

اور توسل بالاموات کے مسئلہ کو علامہ وحید الزمان مرحوم نے علماء کے درمیان مختلف فیہ قرار دیا ہے اور اس میں تشدد کو درست قرار نہیں دیا (ملاحظہ ہو ہدیۃ المہدی ص: ۱۱۸) دوسری بات علامہ کوثری نے یہ واضح کی کہ جس ذات کو وسیلہ بنایا جاتا ہے اس سے دعا کروانا مقصود ہوتا ہے اور توسل دعا کروانے ہی کو کہتے ہیں تو علامہ کوثری نے فرمایا کہ یہ کوئی ضروری نہیں ہے اور اس پر دلائل ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ”و کلام الحافظین یقضی علی وھم من یھم قائلا اِن التوسل بہ صلی اللہ علیہ وسلم ھو طلب الدعآء منہ واین التوسل من الدعآء؟ نعم قد یدعوا المتوسل بہ للمتوسل ولکن لیس ھذا مدلولا لغویاً ولاشرعیاً للتوسل“ (مقالات ص: ۳۸۷)

اور دینی محافظوں کی عبارات ان لوگوں کے وہم کے خلاف فیصلہ کرتی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کو وسیلہ بنانے کا مطلب ان سے دعا کروانا ہے اور توسل میں دعاء کروانا کہاں ضروری ہے؟ ہاں کبھی وہ ذات جس کو وسیلہ بنایا جاتا ہے وہ وسیلہ بنانے والے کے حق میں دعا کرتی ہے لیکن توسل کے لیے یہ مدلول نہ لغوی ہے اور نہ شرعی (یعنی متوسل بہ سے دعاء کروانا توسل کے لیے ضروری نہیں ہے بلکہ صرف اس کی ذات کے ذریعہ سے برکت حاصل کی جاتی ہے)

اور پھر اس کے بعد علامہ کوثری نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی جس میں ہے کہ حضور نے ان کو ان الفاظ میں دعا سکھائی: "اللهم إني أسألك وأتوجه إليك بنبيك محمد نبي الرحمة إني توجهت بك إلى ربي في حاجتي"

اے اللہ بے شک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف تیرے نبی کو متوجہ کرتا ہوں (سفارشی بناتا ہوں) جو نبی رحمت ہیں اے محمد میں آپ کو اپنی حاجت پورا کرنے میں اپنے رب کی طرف متوجہ کرتا ہوں (سفارشی بناتا ہوں)

اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد علامہ کوثری نے فرمایا : "وفيه التوسل بذات النبي صلى الله عليه وسلم وبجاهه ونداء له في غيبته" (مقالات ص: ۳۸۹)

اور اس میں نبی کریم ﷺ کی ذات کو اور ان کے مرتبہ کو وسیلہ بنانا ہے اور آپ ﷺ کو عدم موجودگی میں پکارنا ہے۔

محترم اثری صاحب نے مقالات کی اسی عبارت کو اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں پیش کیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ علامہ کوثری اہل بدعت کی طرح حضور علیہ السلام کو غائبانہ طور پر پکارنے کے قائل ہیں حالانکہ علامہ کوثری تو توسل میں متوسل بہ سے دعاء کروانے کو بھی ضروری نہیں سمجھتے چہ جائیکہ وہ اہل بدعت کی طرح پکارنے کو جائز سمجھتے ہوں۔ باقی رہا یہ مسئلہ کہ حدیث کے الفاظ میں یا محمد انی توجهت بک الی ربی کے الفاظ ہیں اور ان الفاظ کو حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد بھی ذکر کرنا علامہ کوثری نے جائز کہا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد بھی اس کو پڑھتے اور اس کی تعلیم دیتے رہے اور اسی پر علامہ کوثری نے لکھا کہ "وهذا توسل به ونداء بعد وفاته صلوات الله

علیه وعمل متوارث بین الصحابة رضوان الله علیهم اجمعین۔" (مقالات ص: ۳۹) اور یہی آپ کی ذات کے ساتھ توسل اور آپ کی وفات کے بعد پکارنا ہے اور یہ عمل حضرات صحابہ کرام کے درمیان پایا جاتا ہے۔

اب اس میں نہ تو غلط قسم کی نداء کا تصور کسی صحابی سے کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی علامہ کوثری اس کو ثابت کر رہے ہیں بلکہ یہی واضح کر رہے ہیں کہ آپ کی وفات کے بعد ندائیہ کلمات میں نداء کا مفہوم یہی ہے جو صحابی کے عمل سے ثابت ہے اور وہ صرف تبرک کے لیے ان کلمات کو ادا کرتا ہے اور ان کلمات کو آپ ﷺ کی وفات کے بعد ادا کرنے کو کسی نے بھی ناجائز نہیں کہا، خود غیر مقلدین حضرات کے مفتی صاحب نے اس بارہ میں ایک سوال کے جواب میں کہا "اور اب ان الفاظ کو حکایت حال ماضی کے طور پر پڑھ دیتے ہیں جیسے نماز کے التحیات میں پڑھتے ہیں"

(فتاویٰ نذیریہ ج: ۱، ص: ۱۰)

یعنی جس طرح التحیات میں (السلام علیک ایها النبی) خطاب کے صیغہ کے ساتھ پڑھتے ہیں اسی طرح اس دعا میں "یا محمد انی توجهت الی ربی" پڑھتے ہیں۔ علامہ کوثری کے الفاظ سے بھی صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ آپ کی عدم موجودگی میں نداء ہے، یہ نداء کس نوعیت کی ہے حکایت حال ماضی کے طور پر ہے یا آپ کو اہل بدعت کی طرح پکارنا ہے تو علامہ کوثری کے مقالہ سے یہی واضح ہوتا ہے کہ یہ الفاظ بھی محض برکت کے طور پر ہیں اور ان کا مفہوم وہی ہے جو صحابی نے سمجھا مگر محترم اثری صاحب نے خواہ مخواہ اس کو غلط رنگ دے دیا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ بھلا جو آدمی توسل میں متوسل بہ سے طلب دعاء کو نہ مدلول لغوی سمجھتا ہے اور نہ ہی مدلول شرعی تو وہ مافوق الاسباب استعانت کا قائل کیسے ہو سکتا ہے؟

اور علامہ کوثری نے اپنے اس مقالہ میں تیسری بات یہ واضح فرمائی کہ توسل کے لیے استغاثہ اور استعانت کے الفاظ بھی استعمال کیے جا سکتے ہیں جب کہ ان سے توسل کا ارادہ ہو اس لیے کہ بخاری شریف کے الفاظ میں "اسْتَغَاثُوا بِآدَمَ، ثُمَّ بِمُوسَى، ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى الله عليه وسلَّمَ" کہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام سے شفاعت چاہیں گے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پھر حضرت محمد ﷺ سے۔

جب شفاعت کے باب میں استغاثہ کا لفظ ہے تو توسل اور شفاعت کے لیے استغاثہ کا لفظ استعمال کرنا درست ہے، علامہ کوثری فرماتے ہیں: " وهذا يدل على جواز استعمال لفظ الاستغاثة في صدد التوسل" اور یہ دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ توسل کے ارادہ کی صورت میں استغاثہ کا لفظ استعمال کرنا جائز ہے۔

اس پر اشکال ہو سکتا تھا کہ جو شخص استعانت کا لفظ توسل کے لیے استعمال کرے گا تو اس کی عبارت اس طرح ہو جائے گی "استعين بمحمد صلى الله عليه وسلم" کہ میں محمد ﷺ کو وسیلہ بناتا ہوں حالانکہ حضور علیہ السلام کا ارشاد یہ ہے: "اذا استعنت فاستعن بالله" جب تو مدد طلب کرے تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر۔ اس اشکال کا جواب علامہ کوثری نے دیا: "حملا على الحقيقة" کہ حدیث (اذا استعنت) میں استعانت سے مراد اس کا حقیقی معنی ہے نہ کہ توسل کا معنی۔

اور آگے لکھتے ہیں: "فالمسلم لا ينسى سبب الاسباب عند ما يستعين بسبب من الاسباب۔ " کیونکہ مسلمان جب کسی بھی سبب سے مدد مانگتا ہے تو وہ مسبّب الاسباب کو نہیں بھولتا" اور آگے لکھتے ہیں کہ: "حضرت عمر نے حضرت عباس کو استسقاء کے لیے وسیلہ بنایا اور اس وقت یہ الفاظ فرمائے اللهم فاسقنا اے اللہ تو

ہمیں بارش سے سیراب کر وھذا ھو الادب الاسلامی" (مقالات ص:۳۹۵ تا ۳۹۹) اور یہی اسلامی طریقہ ہے۔

قارئین کرام غور فرمائیں کہ اگر علامہ کوثری رحمہ اللہ کے نزدیک غیر اللہ سے استعانت کی ذرا بھی گنجائش ہوتی تو وہ اس قدر تفصیل سے ذکر نہ کرتے اور پیدا ہونے والے اشکال کا رد نہ کرتے، اتنے واضح اور واشگاف الفاظ اور صراحت کے بعد بھی اگر محترم اثری صاحب علامہ کوثری کے نظریہ کو اہل بدعت کی طرح قرار دینے کا ادھار کھائے بیٹھے ہیں تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ علامہ کوثری نے تو فرمایا کہ اگر توسل کا ارادہ ہو تو استغاثہ اور استعانت کا لفظ استعمال کرنا درست ہے اور توسل کا مفہوم وہ پہلے بیان کر چکے کہ صرف متوسل کی ذات اور اس کے مرتبہ سے برکت حاصل کرنا ہے۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ توسل اور استعانت اور استغاثہ میں غیر اللہ کو مافوق الاسباب میں پکارنا درست ہے مگر محترم اثری صاحب استعانت اور استغاثہ کا حقیقی مفہوم لے کر علامہ کوثری کی جانب غیر اللہ سے استعانت کا نظریہ منسوب کر رہے ہیں اور ان کا نظریہ اہل بدعت کے نظریہ کی طرح ثابت کرنا چاہتے ہیں اس سے بڑھ کر اور دھاندلی کیا ہو سکتی ہے؟ محترم اثری صاحب نے اس سلسلہ میں ذکر کی گئی روایات پر نقد و جرح کی بحث صرف مضمون کو طول دینے اور اپنی خفت مٹانے کے لیے کی ہے ورنہ جب اصل اور بنیاد ہی غلط ہو تو اس پر تعمیر کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟" (ماہنامہ نصرۃ العلوم)

حاصلِ بحث: حضرت شیخ الحدیث ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ پر فرقہ پنج پیریہ[28] کی محض سینہ زوری اور الزامِ فاسد و محض اتہام و بہتان ہے کہ وہ استعانتِ حقیقی کا

---

[28] خود ان لوگوں نے اپنے لئے یہ الفاظ (فرقہ پنجپیریہ) استعمال کئے ہیں (دیکھئے: قلائد العقیان فی تصحیح سند شیخ القرآن ص:۲۳۹، مؤلفہ: خان بادشاہ)

قائل ہے، صحیح بات یہ ہے کہ حضرت شیخ باباجی صاحب رحمہ اللہ صوری استمداد و مجازی استمداد یعنی توسّل کے قائل ہیں نہ کہ استمدادِ حقیقی کے! اور بقول مفتی سلیمان ساجد صاحب مماتی "کیا مجاز سے بھی حقیقت کو مراد لیاجاسکتاہے ؟" (موت کا پیغام ص: ۳۱۴)

یا بقول ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف صاحب مماتی[29] "جس چیز میں مجازی معنی صحیح ہوں وہاں لغوی مجازی معنی ثابت کرنا شرک نہیں"

(البصائر للشیخ طاہر ص: ۳۷۱، تحقیق و تعلیق ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف، مکتبۃ الیمان پنج پیر صوابی)

مماتیوں کے گھر سے شہادت: جب یہ بات واضح ہو گئی کہ اس استعانت و استمداد سے مراد استمدادِ حقیقی نہیں بلکہ توسّل ہے تو اب مماتیوں کے گھر سے بھی یہ حوالہ ملاحظہ کیجئے:

مماتیوں کے ممدوح (جن کو وہ اپنے اکابرین میں شمار کرتے ہیں) شیخ القرآن مولانا حسین علی رحمہ اللہ اپنی املائی تفسیر فارسی مکتوب میں فرماتے ہیں:

"اما استمداد خواستن از دوستانِ خدا اگر بسبب تقریب خدا است روا است... و حل مشکلے از حق تعالیٰ طلب نمودن بتوجہ بزرگان بجاست" (تفسیر بُلغۃالحیران ص: ۳۵۴)

ترجمہ: بہر حال اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے مدد طلب کرنا اگر بسببِ نزدیکتِ خدا ہو تو جائز ہے... اور مشکلات کا حل کرنا اللہ تعالیٰ سے بتوجہ (بوسیلہ، ناقل) بزرگان ہو تو درست ہے۔

اب کیا کہاجائے گا کہ حضرت حسین علی نوّراللہ مرقدہ بھی استعانتِ محرّمہ کے قائل تھے

---

[29] ان حضرات کو مماتی لفظ پر تو ناراضگی نہیں ہے نا! کیونکہ ان حضرات نے تو حضرت ابوبکر صدیق کو بھی مماتی کہا ہے، چنانچہ مماتیوں کے مصنف مولوی ضیاء الرحمٰن رحمانی صاحب لکھتے ہیں: "اس کے بعد سب سے بڑے مماتی ابوبکر صدیق تھے" (کلمہ حق ص: ۸۴) اگر پھر بھی یہ لوگ خواہ مخواہ ناراض ہوتے ہیں تو ہمیں اس پر مطلع کر دیں تاکہ آئندہ ان کو اس صفت سے متصف نہ کریں ان شاء اللہ۔

العیاذ باللہ؟ یا کہ یہاں استعانت سے مراد توسّل ہی لیا جائے گا۔

☆... ایسا ہی حوالہ حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کی دوسری کتاب میں بھی بحوالہ شیخ عبدالحق رحمہ اللہ درج ہے، اصل عبارت یوں ہے:

"قاری عبدالحلیم ھروی واما استمداد از دوستان خدا رواست" (تحفہ ابراہیمیہ ص: ۱۲۲)

مفسّر القرآن مولانا عبدالحمید سواتی اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: "قاری عبدالحلیم ہروی (کا قول) کہ استمداد اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے کرنی روا ہے" (فیوضاتِ حسینی ص: ۱۲۲)

نیز یہ کتاب قاضی شمس الدین مرحوم نے بھی اپنے مقدمہ کے ساتھ فارسی زبان میں شائع کی ہے اور اس کا نام "افاداتِ حسینیہ" رکھ کر اس کی طباعت کا انتظام کیا ہے (دیکھئے وہ کتاب: تصانیف قاضی شمس الدین صفحہ: ۶۸۵)

☆... مشہور شاتم و متعصّب مولوی خان بادشاہ صاحب لکھتے ہیں: "لان المراد من التوسل والوسیلة فی هذا الزمان الاستمداد" (الصواعق المرسلہ ص: ۱۲۴و۱۳۴)

یعنی اس زمانے میں توسل سے مراد استمداد ہے۔

مطلب توسل سے مراد استمداد اور استمداد سے مراد توسل! لیکن استمداد سے مراد استمدادِ حقیقی کے ہم قائل ہی نہیں تو لازماً و حتماً و یقیناً یہاں مجازی استعانت یعنی توسل ہی مراد لی جائے گا فقط! وہ توسل جس کے علماء دیوبند رحمہم اللہ قائل ہیں الحمد للہ، اللهم ارزقنا اتباعهم.

☆... مولوی خضر حیات صاحب مماتی بھی مدد کو معروف معنی کی بجائے "دعا" سے تعبیر کرتے ہیں چنانچہ ایک حوالہ نقل کرتے ہوئے بین القوسین میں خود لکھتے ہیں:

"مدد سے مراد یہاں دعا کی درخواست کرنا ہے" (اکابر کا باغی کون ص: ۲۳۱و۲۳۲)

☆... شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ توسل کو جائز کہنے والے

حضرات کے متعلق لکھتے ہیں: "مجوّزین استغاثہ عباس و عمر و عائشہ و علی وابن مسعود وانس و دیگر جمیع اصحابہ بسبب اجماع سکوتی رضی اللہ عنہم" (کتاب لاجواب درتوحید المعروف طُفَنچۂ ص:۴۶، از افادات: رئیس المفرین مولانا حسین علی الوانی رحمہ اللہ، ترتیب: شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ، ناشر: دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی)

یہاں توسّل کو استغاثہ سے تعبیر کرکے یہ بتایا کہ استغاثہ بمعنی توسل بھی مستعمل ہے فللّٰہ الحمد۔

سوالات

آخر میں ہم بحث کو مزید سمجھنے کے لئے اسی موضوع کے متعلق مماتیوں سے چند سوالات ذکر کرینگے بعونہ تعالیٰ!

چونکہ بہت سے اکابرینِ امت بشمول علماء دیوبند رحمہم اللہ کی بعض کتب میں استعانت واستمداد کے الفاظ ملتے ہیں جس کی تفصیل ہم پہلے بھی کرچکے ہیں کہ وہاں کبھی توسّل اور کبھی استشفاع اور کبھی کوئی اور جائز معنی میں استعمال ہوتے ہیں بالفاظِ دیگر ماتحت الاسباب استعانت ہی مراد ہوتی ہے نہ کہ استعانتِ محرّمہ جس کی تفصیلی بحث ہم نے گزشتہ صفحات میں قلمبند کی ہے بعونہ تعالیٰ! لیکن یاد رہے کہ یہ اعتراضات مماتی حضرات نے غیر مقلّدین سے چوری کرکے اب ہم پر کفر وشرک کے فتوے لگادیتے ہیں،

اسی پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے ہم ان کو علماء دیوبند رحمہم اللہ جمیعاکے چند وہ عبارات پیش کرینگے کہ اس میں بھی ظاہری مدد جیسے الفاظ موجود ہے (دیوبندی علماء کے حوالہ جات اس لۓ ان کو پیش کرتے ہیں کہ یہ لوگ بھی اپنے آپ کو دیوبندی سمجھتے ہیں (!!)

پھر دیکھینگے کہ مماتی حضرات اس کو بھی کفر وشرک کہہ کر اس کے قائل کو کافر ومشرک

قرار دیتے ہیں یا کہ اس کا دفاع کرتے ہوئے کچھ تحقیقی جوابات دیتے ہیں۔
(۱) غیر مقلّدین حضرات امداد الفتاویٰ کا ایک اشکال نقل کرکے علماء دیوبند رحمہم اللہ پر تبرا بازی کرتے ہیں کہ علماء دیوبند بھی استمداد من الاموات کے قائل ہیں (جیسا کہ مماتی حضرات کا محض اتہامی اعتراض ہے) کہتے ہیں کہ آپ حضرات کی کتاب (ضیاء القلوب ص:۵۵ للشیخ حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ) میں لکھا ہے کہ استعانت و استمداد از ارواح مشائخ طریقت بواسطہ مرشد خود کردہ..الخ اور پھر حضرت اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اس کی تردید بھی نہیں کی بلکہ اُلٹا اس کا دفاع کرکے اس کی توضیح کی ہے دیکھئے (امدادالفتاوی ج:۵، ص:۳۴۴، مقالات عثمانی ج:۲، ص:۳۱۹)
اب کیا مماتی حضرات حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ اور اُن کے مرید باسعید حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ پر بھی کفر وشرک کے فتوے لگائیں گے؟ اگر نہیں تو کیوں...؟ وجہ تفصیلاً بیان کریں!
(۲) غیر مقلّدین حضرات علماء دیوبند رحمہم اللہ کی کتابوں سے یہ عبارت بھی نقل کرتے ہیں کہ جناب مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب لکھتے ہیں کہ "بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں" (سوانح قاسمی ج:۱، ص:۳۳۲)
اور مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا ایک شعر یوں پیش کرتے ہیں:

مدد کر اے احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

نوٹ: اہل باطل تکراراً مراراً یہ بات ذہن نشین فرمالیں کہ سوال الزاماً ہے نہ کہ تحقیقاً، اور ان کی جوابات بھی ہو چکے ہیں بحمدہ تعالی! چونکہ یہاں صرف مماتی حضرات کا منہج اور فکر معلوم کرنا غرض ہے فقط،
مماتی حضرات اس پر بھی کفر وشرک کا حکم لگائینگے یا کہ اس کی کوئی خاص توجیہ وتاویل

تیسرا اعتراض: من یستمد به في حیاته یستمد به بعد مماته

اعتراض: ڈاگئی باباجی صاحب کا مزید استمداد من اہل القبور کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں: "من یستمد به في حیاته یستمد به بعد مماته" (البصائر ص:۶۰)
جس سے زندگی میں مدد مانگی جاسکتی ہے اس سے موت کے بعد بھی مدد طلب کی جاسکتی ہے۔ (دیکھئے خصم کی کتب: تحقیق الحق ص:۱۷، خالص مناظرہ سماع الموتی کے لیے صفحہ:۳۲، دیوبندی لبادہ ص:۱۵ وغیرہم)

الجواب: اس الزام کا حقیقی جواب تو قیامت میں آپ جیسے معترضین کو ملے گا ان شاء اللہ تعالیٰ، تاہم الفاظ کی شکل میں یہاں اختصار کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں:
اولاً: پہلے بھی ہم نے آپ کے سامنے حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کا عقیدہ پیش کیا تھا "المعترض کالأعمی" تو مشہور تھا ہی لیکن مماتیوں کے بے جا اعتراضات فاسدہ دیکھ کر "المعترض کالأعمی" مقولہ کا عملی نظارہ و مصداق بھی جان لیا۔
خیر..! ہم نے پچھلے صفحات میں یہ بات کئی حوالوں سے پیش کی تھی کہ ناقل پر صرف تصحیح نقل ہے، اصل منقول عنہ کو چھوڑ کر ناقل پر اپنا غصہ نکالنا کہاں کا انصاف ہے؟
ثانیاً: یہ حوالہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے شیخ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے لیکن مماتی معترض نے عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لئے ایسا ظاہر کیا گویا کہ یہ مقولہ از خود حضرت شیخ الحدیث باباجی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی طرف سے لکھا ہے!! معترضین کا شائد یہ خیال ہے کہ جب تک وہ ادھوری بات نقل نہ کریں تب تک ان کا اعتراض مفید نہیں ہوسکتا، اُن کا یہ اعتراض بھی "لقد کفر الذین قالوا" کو چھوڑ کر "ان الله ثالث ثلثه" ذکر کرنے کے قبیل سے ہے۔

چنانچہ پوری عبارت یوں ہے، حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "وقال الامام الغزالي رحمة الله تعالیٰ علیه: من یستمد به في حیاته یستمد به بعد مماته" (البصائر ص: ٦٠، وفی نسخۃ اخری: ٦٥)

مماتی حضرات جملہ کے پہلے حصہ "وقال الامام الغزالي رحمة الله تعالیٰ علیه" کو حذف کرکے یہود کے نقش قدم پر عمل پیرا ہو گئے اور جیسے وہ "لقد کفر الذین قالوا" کو کاٹ کر "ان الله ثالث ثلاثة" پیش کرتے ہیں، اُنہی کی تقلید میں مماتی حضرات نے بھی ویسے ہی کیا!! الی اللہ المشتکی

انصاف یہ ہے کہ مماتی حضرات حضرت شیخ الحدیث ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ پر تبرّا بازی سے پہلے شیخ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ پر بھی اپنے فتووں کے تیر برسائیں لیکن مماتیوں کا اصول ہے کہ منقول عنہ کو چھوڑ کر ناقل پر تنقید کرکے مکر، تلبیس، دھوکہ اور فریب ہے (جیسا کہ تفصیل سے گزر چکا ہے)

ہاں! ایک معترض المعروف بہ شیخ الادیب شیر احمد منیب صاحب نے یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ امام غزالی رحمہ اللہ کا قول ہے دیکھئے (لایستوی الاعمی والبصیرفی رد سیف المبیر ص:۲۱۱، مکتبۃ الاشاعۃ محلّہ جنگی پشاور، طبع ثانی)

البتہ موصوف نے چالاکی سے کام لیتے ہوئے اپنی بات کو غیر ضروری طول دے کر اور دو صفحات ضائع کرکے اِدھر اُدھر کی بات کرکے جان چھڑانے کی ناکام کوشش کی ہے جبکہ صاف واضح بات کرنا چاہیئے!

ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ یہ لوگ اس کو مانتے ہیں یا نہیں! اگر نہ ماننے پر آتے ہیں تو علماء دیوبند کے اتفاقی فیصلے بھی نہیں مانتے، نکتہ اختلاف ماننے اور نہ ماننے میں نہیں، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جیسے اس قول کو صرف نقل کرنے پر حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ پر بے جا فتووں کے تیر چلائے گئے ہیں ایسے ہی امام غزالی رحمہ اللہ پر

بھی فتوے برسائیں کیونکہ تحریر اُن کی ہے:

دورنگی چھوڑ کر یک رنگ ہوجا

سراسر موم یا سراسر سنگ ہوجا

<u>نوٹ</u>: مولانا شیر احمد منیب مماتی لکھتے ہیں کہ امام غزالی رحمہ اللہ کو قرآن و حدیث میں مہارت نہیں تھی[30] (لایستوی الاعمی والبصیر ص: ۲۱۲)

استغفر اللہ! بس یہ لوگ اپنی جماعت اور خصوصاً اپنے قائد شیخ طاہر صاحب مرحوم کے متعلق غلو کے ایسے درجے پر فائز ہیں جس کی مثال نہیں ملتی لیکن حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ کے متعلق اُن کی یہ دیدہ دلیری اور فضول بکواس[31]..!!

بلکہ خود معترض (مولوی عبدالمقدس صاحب مماتی) اپنی دوسری کتاب میں صراحتًا امام غزالی رحمہ اللہ کے قول کی تصریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "قال الامام الغزالی محمد بن محمد بن محمد صاحب احیاء العلوم: من یستمد به فی حیاته یستمد به بعد مماته، الجواب...ما الامام الغزالی الا رجلا واحدا ولیس قوله دلیل یثبت به شئی من المسئلة...الخ" (رسائل مقدسہ ص: ۱۳۲)

یہاں ہمارا مقصود یہ بتلانا ہے کہ اس قول کو فقط نقل کرنے سے حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ اگر مماتی حضرات کے نزدیک کافر و مشرک بن جاتے ہیں (معاذاللہ) تو پھر امام غزالی رحمہ اللہ اس عبارت کو نقل نہیں بلکہ از خود ذکر کرتے ہیں، اُن کے لئے یہ الگ اصول کیوں؟ مماتی حضرات اُن کا یہ قول ردّ تو کرتے ہیں لیکن وہاں کفر و شرک کی

---

[30] جبکہ اس کے باوجود بھی یہ لوگ اس پر فخر کرتے ہوئے اپنے شیوخ کے لئے یہ لقب استعمال کرتے ہیں، چنانچہ اشاعتی عالم مولانا ابو مسعود مصباح الدین ملکپوری بونیری صاحب لکھتے ہیں: " امام المجاہدین، <u>غزالی دوران</u> حضرت شیخ القرآن علامہ محمد طاہر رحمہ اللہ... " (فیصلہ آپ کی عدالت میں ص الف، مکتبہ سعیدیہ سوات)

[31] اور غیر مقلّدین تو حضرت جیلانی کو کافر و مشرک کہتے ہیں العیاذ باللہ تفصیلاً میری کتب "توضیحات عبارات اکابر" دیکھے

فتوے بھول جاتے ہیں! اگر ناقل کے ساتھ ایسا برتاؤ ہو سکتا ہے تو منقول عنہ کے ساتھ کیوں نہیں...؟! بلکہ جن کی اصل عبارت ہے فتویٰ تو ان پر لگنا چاہئے ورنہ ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون واذا کالوھم اوزنوھم یخسرون.

مماتیوں کے شیخ الحدیث والتفسیر مفتی سید حسین نیلوی صاحب مرحوم لکھتے ہیں: "امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم میں ہے: من یستمد به فی حیاته یستمد به وفاته دنیوی زندگی میں جس سے مدد مانگی جاتی ہو اُس کی وفات کے بعد بھی اس سے مدد مانگی جاسکتی ہے حالانکہ یہ بات صریح غلط ہے" (رسائل نیلوی ج: ۳، ص: ۵۴۰)

یہی حوالہ ایک اور اشاعتی عالم علامہ نصیر الدین ضیاء صاحب نے بھی حضرت نیلوی صاحب سے نقل کیا ہے دیکھئے (سوالاتِ بے چین بابت یزید و حسین ص: ۸۵)

تو عرض ہے کہ جب یہ حوالہ امام غزالی رحمہ اللہ کی کتاب میں موجود ہے تو پھر صرف حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ (جو کہ فقط ناقل ہے) پر کفر و شرک کے فتوے اور امام غزالی رحمہ اللہ کے متعلق صرف "غلط" کہہ دینا کہاں کا انصاف ہے؟ وہ کیوں آپ کے فتوؤں سے محفوظ ہیں..؟

<u>ثالثاً:</u> اس سے مراد توسل ہے کیوں کہ اس سے پہلے حضرت شیخ صاحب نور اللہ مرقدہ نے یہ لکھا ہے: "ومن الدلائل علی التوسل بعد الوفاۃ" پھر امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ذکر کرنے کے بعد امام غزالی رحمہ اللہ کا یہی قول پیش کیا، تو اس سے مراد توسل ہے نہ کہ استمداد حقیقی۔

مماتیوں کی ذہانت کی داد دینی چاہئے کہ کتاب توسل کے اثبات پر لکھی گئی ہے اور بات بھی توسل ہی کے اثبات پر ہو رہی ہے لیکن ان علمی یتیموں کو ہر جگہ بس بریلویوں کی

طرح استمداد حقیقی نظر آتا ہے اور یہاں بھی استمدادِ حقیقی مراد لیا جیسا کہ مناظروں میں بھی یہ حضرات "پولیس المدد" سے کام لیتے ہیں۔

رابعا: ہم نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ استمداد کبھی کبھار توسل کے معنی میں بھی مجازاً استعمال ہوتا ہے تو اس لیے یہاں حقیقی استمداد بعد الوفات مراد نہیں بلکہ توسل بعد الوفات مراد ہے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب ڈاگئ باباجی صاحب رحمہ اللہ استمداد حقیقی کے کیسے قائل ہوں گے جبکہ انہوں نے خود واضح الفاظ میں یہ لکھا ہے کہ "السوال من المیت باعتقاد أنه مالك النفع والضرر أمر ممنوع بل شرك" (ص: ۱۲۶، وفی نسخۃ اخری ص: ۱۳۶) کہ میت سے اس اعتقاد کے ساتھ سوال کرنا کہ یہ نفع ونقصان کا مالک ہے، ممنوع بلکہ شرک ہے۔

سبحان اللہ ! کیا اس کے بعد بھی ظالم و مفترئین لوگ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کو مشرک کہیں گے ؟استغفر اللہ العظیم واتوب الیہ

ایک اور جگہ بھی وہ ببانگ دہل فرماتے ہیں: "فعلم أن المالك للنفع والضرر هو الله تعالى" (ص: ۱۷کہ نفع وضرر کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

اس حوالے کی روشنی میں مماتیوں کے محقق و مصنف مولانا عبدالمقدس صاحب کا جھوٹ بھی ظاہر ہوا جو انہوں نے حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ (فوت شدہ حضرات کو) نفع و نقصان دینے والا سمجھتے ہیں۔ (تحقیق الحق ص: ۱۶)

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری ظلم کشی کو
بہت ہو چکے ہیں گرچہ تم سے فتنہ گر پہلے

خامساً: ان اقوال سے مراد حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کا عقیدہ قطعاً نہیں جیسا کہ منکرین حضرات بار بار اس کو عقیدے کا نام دے کر ذکر کرتے ہیں ! بلکہ خود حضرت

شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ ہیں: "ثم نذكر في باب التوسل اقوال الصوفية قدس الله اسرارهم تبركا بأقوالهم" (ص:٦٧)

یعنی پھر ہم توسّل کے باب میں صوفیاء کرام قدس اللہ اسرارہم کے اقوال تبرک کے طور پر نقل کریں گے۔

علماء جانتے ہیں کہ عقیدہ اور یہ مذکورہ بات (تبرکاً) آپس میں کچھ تعلّق رکھتی ہے؟؟!

معترضین کے بے جا الزامات واتہامات پر ہم اُن کی ہدایت کے لئے صرف دعا ہی کر سکتے ہیں! اللہ ان کو ہدایت کاملہ عطا فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین۔ فالی اللہ المشتکی۔

سادساً: جیسا کہ تفصیلاً گزر چکا کہ یہ قول حضرت شیخ ڈاگئی باباجی رحمہ اللہ کا نہیں بلکہ امام غزالی رحمہ اللہ کا ہے اور صرف امام غزالی رحمہ اللہ کا بھی نہیں بلکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۰۵۲ھ) نے بھی اپنی کتاب "لمعات التنقیح فی شرح مشکواۃ المصابیح: ۲۱۵/۴، باب زیارۃ القبور، طبع: ۱۴۳۵ھ، ناشر: دارالنوادر دمشق" میں یہی قول لکھا ہے اور ہم پہلے بھی بحوالہ مفتی دیوبند حضرت مولانا مرتضی چاندپوری رحمہ اللہ یہ نقل کر چکے ہیں کہ "شیخ علیہ الرحمۃ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ، ناقل) و دیگر صوفیائے کرام نے جہاں کہیں استعانت بالغیر کو جائز کہا ہے اس سے مراد توسل ہے" (سبیل السداد فی مسئلۃ الاستمداد ص:۵۹، مشمولہ مجموعہ رسائل چاندپوری ج:۲)

اور ایسا ہی مقولہ الشیخ فقیر اللہ (المتوفی: ۱۱۹۵ھ) نے "قطب الارشاد ص: ۲۱۵، کتاب الجنائز، بیروت" میں اور "حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۴" میں اور "نورالایمان" میں الشیخ عبدالحلیم الکھنوی رحمہ اللہ والد علامہ عبدالحیی لکھنوی رحمہ اللہ (بشرط صحت) نے بھی نقل کیا ہے اور مزے کی بات یہ کہ نواب صدیق حسن خان صاحب نے بھی

"الدین الخالص : ۳۲/۴، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان" میں یہی جملہ امام غزالی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرکے نقل کیا ہے۔

موقع کی مناسبت سے ہم مماتیوں کا ایک قاعدہ عرض کرتے ہیں اور اس قاعدے کی روشنی میں ان سے ایک سوال بھی کریں گے ان شاء اللہ العزیز!

ابوذکوان مفتی محمد سلیمان ساجد صاحب مماتی لکھتے ہیں: "اگر منقول منہ (؟) متبع حدیث ہے تو ناقل کیوں نہیں اور اگر ناقل صرف عقل سے کام لیتا ہے تو منقول منہ کیوں نہیں؟" (موت کا پیغام ص: ۲۵۶، طبع اول ۲۰۱۴، جامعہ دار العلوم تعلیم القرآن تورڈھیر ضلع صوابی)

تو ہم بھی انہی کے اصول کی روشنی میں پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ اگر منقول عنہم مماتیانہ فتوؤں سے محفوظ ہو تو ناقل کیوں نہیں اور اگر ناقل مشرک وغیرہ ہو تو منقول عنہم کیوں مشرک وغیرہ نہیں؟

<u>سابعاً:</u> جیسا کہ اوپر مفصّل درج ہوا کہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نہ تو استمدادِ حقیقی کے قائل ہیں اور نہ اس منقول عبارت کا یہ مقصود و مطلوب ہے جو مماتی حضرات لیتے ہیں! تاہم اگر بالفرض محال اس سے مماتیوں کا یہ غلط مطلب (استمدادِ حقیقی) معتبر قرار بھی دیا جائے تو اہل اشاعۃ بھائیوں کا مندرجہ ذیل اصل اور قانون ملاحظہ کیجئے:

مفتی سلیمان ساجد صاحب مماتی لکھتے ہیں: "اور روایت بیان کرنے سے لازم نہیں آتا کہ اس کا نظریہ بھی اسی روایت کے مطابق ہو جو تلازم کا دعویٰ کرے اس پر اثبات ہے ..." (موت کا پیغام غالی مولویوں کے نام ص: ۲۷۷)

اسی صفحے پر مزید لکھتے ہیں: "صرف روایت نقل کرنا اس کی دلیل نہیں کہ صحابہ کرام کا مسلک سماعِ موتی تھا ورنہ لزوم بین الروایت والعقیدہ ثابت کرو کہ جو کوئی جو روایت کرے گا اس کا عقیدہ اور نظریہ اس کے برابر ہوگا" (ایضاً)

حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے تو بقاعدہ مذکورہ روایت کرنے سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ ان کا بھی یہی عقیدہ ہے (خصوصاً جب اس کا خلاف ہم نے حضرت الشیخ باباجی صاحب رحمہ اللہ کا نظریہ و عقیدہ قلمبند بھی کیا ہے الحمد للہ)

مماتیوں کے گھر سے ثبوت: اور زیادہ مزے کی بات یہ ہے کہ خود مماتیوں نے بھی اس کو نقل کیا ہے اور صرف نقل نہیں بلکہ اس کا صحیح محمل بتانے کی کوشش بھی کی ہے،

چنانچہ مماتیوں کے مشہور شیخ القرآن مولانا محمد افضل خان صاحب شاہ پور لکھتے ہیں:

"بعض صوفیاء کہتے ہیں کہ ولایت بہتر ہے نبوۃ سے، یعنی نبی کی ولایت بہتر ہے نبی کی نبوۃ سے، یہ نہیں کہ مطلق ولایت بہتر ہے نبوۃ سے کیوں کہ ولایت نبی کی اتباع سے آتی ہے اور نبی کی ولایت کا تعلق باری تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے تو جب نبی فوت ہو جاتا ہے تو افادہ بالذات مخلوق سے ختم ہو جاتا ہے اور افادہ بالواسطہ شروع ہو جاتا ہے، یہی مقصد امام غزالی رحمہ اللہ کے اس قول کا ہے، بتقدیر صحت "**من يستمد في حياته يستمد بعد مماته**" (نثر المرجان من مشکلات القرآن مکتبہ افضلیہ شانگلہ)

لاکھ انکار کرو لاکھ بہانے ڈھونڈو
تم گداگر کے گدا کر رہی ہے

الحمد للہ! اس فصل میں دو مرکزی باتیں قابلِ عرض ہیں:

اول یہ کہ اگر اس عبارت کو نقل کرنا کفر و شرک ہے تو پھر ان مذکورہ علماء سمیت اپنے اشاعتی عالم پر بھی کفر و شرک کے ٹپے لگانا پسند کروگے ؟؟؟

دوسری بات یہ کہ اس کی صحیح توجیہ اور صحیح محمل بھی ہو سکتا ہے بلکہ خود ڈاگئ باباجی صاحب رحمہ اللہ نے اس کو ذکر بھی کیا ہے اور اشاعتی عالم نے اس کی الگ قسم کی صحیح

توجیہ نقل کی ہے، اگرچہ اس کے علاوہ اور بھی صحیح محامل اور جوابات ہو سکتے ہیں جو اس وقت ذہن میں گردش کر رہے ہیں لیکن ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں تعصب اور تکفیریت کے مرض سے بچائے اور ہمیں اہل السنت والجماعت علماء دیوبند رحمہم اللہ وکثر اللہ سوادہم جیسی معتدل اور بہترین جماعت کے ساتھ تا دم مرگ وابستگی اور روز قیامت ان کی صف میں کھڑے ہونے کی سعادت عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین۔

فائدہ: حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کی دو اور عبارات "من ینکر الاولیاء او زیارۃ قبورھم والاستمداد منھم" اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی طرف منسوب بات "من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ ومن توسل بی فی حاجۃ قضیت عنہ" میں بھی استغاثہ اور استمداد کا معنی فقط توسل ہی ہے نہ کہ استعانت و استغاثہ محرّمہ اور مافوق الاسباب، جس کی تفصیل گزر چکی ہے اور کچھ مزید آگے بھی آئے گی ان شاء اللہ العزیز۔

تنبیہ: درج بالا تحقیقی والزامی حوالہ جاتِ کثیرہ کی روشنی کے ساتھ ساتھ یہ بات خلاصہ کے طور پر ایک بار پھر ملاحظہ کیجئے کہ اہل قبور سے اپنی ضرورتیں پوری کرنا، روزی مانگنا، اولاد مانگنا، بارش برسانا وغیرہ کا سوال کرنا شرک ہی ہے! مُردے خود ہی دعاؤں اور ایصال ثواب کے محتاج ہیں کسی اور کو کیا دے سکتے ہیں..؟ ہاں اگر کسی نے ان حضرات کے توسل اور برکت سے صرف اللہ ہی سے مانگا یعنی مسئول عنہ فقط اللہ ہی ہو تو علماء دیوبند رحمہم اللہ اس کی اجازت دیتے ہیں بِضَوءِ الدلائل، لیکن ان خرفاتِ مذکورہ کو اس عبارت سے ثابت کرنا کسی طریقے سے جائز نہیں! موافقین و مخالفین خوب سمجھ لیں کہ غیر اللہ سے مافوق الاسباب مدد مانگنے پر جتنا رد ہمارے

اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ نے کیا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ! اس موضوع پر امام اہل السنۃ شیخ سرفراز خان صفدر صاحب نوّر اللہ مرقدہ و کثر اللہ امثالہ کی بہترین اور لاجواب کتب کی طرف رجوع کریں (جن سے مماتی حضرات بھی استفادہ بلکہ طریقہ کار سمجھتے ہیں) اور اسی طرح استاذِ محترم، مناظر اسلام، فاتح بریلویت، وکیل احناف، ترجمانِ علماء دیوبند حضرت مفتی محمد ندیم المحمودی حفظہ اللہ تعالیٰ و ادام اللہ ظلہ علینا کے اس موضوع پر دروس اور سیفیوں کے ساتھ اس پر مناظرہ بھی سننے کے لائق اور ازحد ضروری ہے وباللہ التوفیق.

چوتھا اعتراض: اصحاب قبور سے فیض کے قائل

اعتراض: "شیخ ڈاگئی باباجی اصحاب قبور سے فیض اور تبرک کے قائل ہیں (البصائر ص: ۱۶۳) دیکھئے (لایستوی الاعمی والبصیر و شیخ القرآن پنج پیر افکار و آثار ص: ۲۱۵)

الجواب: بے شک قائل ہی ہو ن گے اس میں کیا قباحت ہے..؟ فیض عن القبور کی اصل حقیقت جانئے:

فیض عن القبور کا مطلب: حصولِ فیض عن القبور کا عام فہم مطلب یہ ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے: "إِنَّمَا القَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ" (رواہ الترمذی فی سننہ والبیہقی فی شعب الایمان والطبرانی)

یعنی قبر جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

ان قبروں میں مدفون انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ عظام رضی اللہ عنہم، علماء امت اور صالحین حضرات رحمہم اللہ جو انعامات، برکات اور تجلّیات کے مقام اور مرتبے والے ہیں، ان صالحین کی قبور پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت اور برکات کا نزول ہوتا

ہے، لہٰذا صرف ان اصحابِ قبور پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکات نہیں بلکہ زائرین پر بھی یہ رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں اگرچہ وہ زائر اس کو محسوس نہ کرتا ہو، بس یہی فیضِ قبور کی حقیقت ہے۔ لیکن اس بنیاد پر ان کو مشکل کشا یا حاجت روا سمجھنا یا ان کی کرامات کی بناء پر ان کو مختارِ کل سمجھنا اور مافوق الاسباب میں ان سے مرادیں ودعائیں مانگنا جیسا کہ اہل بدعت کا شیوہ ووطیرہ ہے صریح شرک ہے۔ اور فیض عن القبور تو سب علماء دیوبند رحمہ اللہ کا اتفاقی نظریہ ہے اس میں میرے علم ومطالعہ کے مطابق کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا تو پھر ان سب علماء دیوبند رحمہم اللہ پر بھی کفر کا فتویٰ لگانا چاہیئے.. العیاذ باللہ۔

اکابرینِ امت سے اس کا ثبوت:

اور اسی فیض عن القبور کو تو دیگر کئی علماء نے بھی جائز کہا ہے چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دھلوی رحمہ اللہ (المتوفی:۱۲۳۹ھ) سے کسی نے پوچھا:

"کسے صاحبِ باطن صاحبِ کشف بر قبور ایشاں مراتب بچیزے از باطن اخذ می توان نمود یانہ...؟

جواب: می تواں نمود۔" (فتاویٰ عزیزی:۱/۶۴)

ترجمہ: کوئی صاحبِ باطن یا صاحبِ کشف کو قبور سے فیض حاصل ہوسکتا ہے یا نہیں...؟

جواب: جی حاصل ہوسکتا ہے۔

اسی طرح کی بات شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ (المتوفی:۱۱۷۶ھ) نے بھی "القول الجمیل ص: ۸۵" میں لکھی ہے۔

اور دارالعلوم دیوبند کے محدّثِ کبیر مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ ایک عبارت کے جواب میں لکھتے ہوئے فرماتے ہیں: "اور ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ اولیاء سے مرنے کے بعد بھی روحانی فیض حاصل ہو سکتا ہے اور جو لوگ اس کے اہل ہیں ان کے لئے بشرائط مخصوصہ اولیاء اللہ کے مزارات پر جا کر ان سے فیض حاصل کرنا ہمارے نزدیک جائز بھی ہے، ہم تو صرف اس کو حرام کہتے ہیں کہ ان کو حاجت روا سمجھا جائے یا خود ان سے مزار پر جا کر یا دور ہی بیٹھے یہ کہا جائے کہ تم ہمارا یہ کام کرو، باقی ان سے توسل کرنے یا ان کی روحانیت سے فیض حاصل کرنے کو ہم منع نہیں کرتے فافہم" (مقالات عثمانی ج: ۲، ص: ۳۰۳)

صالحین کے قبروں سے فیض حاصل کرنے کے متعلق امام ابن الحاج مالکی رحمہ اللہ (وفات ۷۳۷ھ) اپنی کتاب المدخل میں امام ابو عبداللہ بن نعمان کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اولیاء کرام کی قبروں کے پاس برکت کی غرض سے دعا کرنا اور ان کو وسیلہ بنانا ہمارے علماء محققین، ائمہ دین کا معمول ہے۔

☆... امام ابو عبداللہ بن محمد بن موسی بن النعمان المزالی المراکشی رحمہ اللہ (المتوفّی: ۶۸۳ھ) فرماتے ہیں:

"تحقق لذوي البصائر والاعتبار أن زيارة قبور الصّالحين محبوبة لأجل التبرّك مع الاعتبار فإنّ بركة الصّالحين جارية بعد مماتهم كما كانت في حياتهم والدعاء عند قبور الصّالحين والتشفّع بهم معمول به عند علمائنا المحققين من أئمة الدّين"

یعنی اربابِ بصیرت واعتبار کے نزدیک ثابت ہے کہ اولیائے کرام کی قبروں کی زیارت برکت اور عبرت حاصل کرنے کے لیے محبوب عمل ہے کیونکہ اولیائے کرام کی برکت

ان کی (ظاہری) زندگی کی طرح وصال کے بعد بھی جاری ہے، اولیائے کرام کی قبروں کے پاس دعا کرنا اور ان کو وسیلہ بنانا ہمارے علماء محققین، ائمہ دین کا معمول ہے۔
بلکہ از خود بھی فرماتے ہیں:
"قبروں سے فیض اس معنی میں ائمہ کرام سے ثابت ہے" (المدخل ج۱ص۲۵۵)
☆... امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفّی: ۳۵۴ھ فرماتے ہیں:
"میں نے (امام موسی رضا) کی قبر کی بہت زیادہ مرتبہ زیارت کی ہے، میرے شہر طوس میں قیام کے دوران جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آئی تو حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کی آرام گاہ کی زیارت کی (اور وہاں) اللہ تعالیٰ سے وہ مشکل دور کرنے کی دعا کی تو وہ دعا ضرور قبول ہوئی اور مشکل دور ہو گئی، یہ ایسی حقیقت ہے جسے میں نے بارہا آزمایا اور اسی طرح پایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کی محبت پر موت نصیب فرمائے۔" (الثقات: ۱۱:۴۱۴)
☆... امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
"(اور جب) بیماری سے میری پریشانی بڑھی اور میں اپنے نفس کے علاج سے عاجز آگیا تو میں نے نیک لوگوں کی قبروں کی طرف کوچ کیا اور اپنی اصلاح کا وسیلہ پکڑا اور میرے مولا (اللہ) کی عنایت نے مجھے خلوت کی طرف کھینچا، باوجود میری نا پسندیدگی کے... (پھر آگے بارگاہ الٰہی میں اپنی دعاوں کا ذکر کرتے ہیں) " (صید الخاطر: ۲۴/۱)
☆... امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بیٹے عبداللہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اس شخص کے متعلق سوال کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر کو چھوتا ہے اور اس کو چھو کر تبرک حاصل کرتا ہے اور اسے چومتا ہے اور ایسا ہی قبر کے ساتھ بھی کرتا ہے اور اس سے اس کی نیت اللہ کا قرب حاصل کرنے کی ہوتی ہے تو

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (العلل ومعرفۃ الرجال: ۴۹۲/۲)

بلکہ غیر مقلدین جیسا متشدد فرقہ بھی اس کو مانتا ہے جس کے حوالہ جات ہم اپنی کتاب "توضیحات عبارات اکابر حصہ اول" میں دے چکے ہیں بفضلہٖ تعالیٰ، یہاں اس کی عدم ضرورت کی وجہ سے پیش نہیں کرتے، شائقین حضرات اس مذکورہ کتاب کی طرف رجوع کریں۔

اس لئے ہم برملا کہتے ہیں کہ فیض عن القبور بشرائط مخصوصہ کے جواز پر تو تمام علمائے دیوبند رحمہم اللہ متفق ہیں ہاں صرف ان سے غیر مقلّدین ہی اختلاف کرتے ہیں (جبکہ ان کے اکابرین بھی اس کے جواز کے قائل ہیں جس کے کثیر حوالہ جات ہم اپنی کتاب "توضیحات عبارات اکابر" میں نقل کرچکے ہیں الحمدللہ تقبل اللہ منا) مگر مماتی حضرات علماء دیوبند رحمہم اللہ کی مخالفت کرتے ہوئے غیر مقلدین کی راہ پر چلے گئے ہیں!! تو فرقہ مماتیہ کو چاہئے کہ وہ صرف حضرت شیخ الحدیث باباجی صاحب قدّس اللہ سرّھم پر فتویٰ نہ لگائیں بلکہ اِن علماءِ حقہ پر بھی اپنے فتوؤں کے تیر برسائیں تاکہ مماتی حضرات کا انصاف لوگوں پر آشکارا ہو جائے کیوں کہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے تو یہ بات "عقائد علماء دیوبند یعنی المھند علی المفند" کے حوالے سے لکھی ہے! انصاف اور دیانت کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس تکفیری فتوے کا رُخ صرف حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی طرف نہیں بلکہ "المھند علی المفند" کے مصنف شیخ الحدیث مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ [32] اور اس کے تمام مصدّقین و مصحّحین (رحمہم اللہ) کی طرف بھی پھیرتے مگر مماتی حضرات کا تعصب دیکھئے کہ ناقل پر تو کفر و شرک کے فتوے اور منقول

---

32 جس کے متعلق مولوی ضیاء الرحمٰن رحمانی صاحب مماتی لکھتے ہیں: "متفقہ دیوبندی عالم مولانا خلیل احمد سہارنپوری.." (کلمہ حق ص: ۱۵۹)

عنہم کیلئے خاموشی! اللّٰھم اھدھم

نیز دیگر اکابرین واسلاف رحمہم اللہ سے بھی مختصراً چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں اور پھر خود فیصلہ کریں کہ یہ حضرات بھی کافر ومشرک تھے العیاذ باللہ یا کہ مؤحدین اور صحیح العقیدہ تھے؟ یہ عذر قابل قبول نہیں کہ ہم کسی کی بات کو حجت نہیں سمجھتے وغیرہ کیونکہ اس وقت ہماری بحث اس پر نہیں ہے کہ کون کس جماعت کی بات کو حجت مانتے ہیں اور کس کی نہیں؟ یہ بات تو پوری دنیا جانتی ہے کہ مماتی حضرات علماء دیوبند کو بھی حجت نہیں سمجھتے! ہماری بات اس پر ہے کہ ایسے عقیدے کے حامل کی کیا حیثیت ہے؟ صرف حضرت شیخ الحدیث باباجی صاحب رحمہ اللہ اس نظریئے کے نقل کیوجہ سے کافر ومشرک ہوئے العیاذ باللہ یا ان اکابرین پر بھی مماتی حضرات کے تکفیری ذہنیت کے مطابق کچھ فتوے لگ گئے..؟

☆... خطیب بغدادی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۶۳ھ) نقل کرتے ہیں کہ علی بن میمون رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ سے سنا ہے کہ میں (امام شافعی رحمہ اللہ، ناقل) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی قبر مبارک سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ہر دن ان کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں، جب بھی مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو رکعت پڑھ کے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی قبر کے پاس جاتا ہوں اور اللہ سے سوال کرتا ہوں تو بہت کم مدّت میں ہی میری حاجت پوری ہوجاتی ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"أَخْبَرَنَا الْقَاضِي أَبُو عَبْد الله الْحُسَيْنُ بْن عَلِيّ بْن مُحَمَّد الصيمري قَالَ أنبأنا عمر بن إبراهيم قَالَ نبأنا عَلِيّ بْن ميمون قَالَ: سمعت الشافعي يقول: إني لأتبرك بأبي حنيفة وأجيء إِلَى قبره في كل يوم يَعْنِي زائرا فإذا عرضت لي حاجة صليت ركعتين وجئت إِلَى قبره وسألت الله تعالى الحاجة عنده، فما

تبعد عني حتى تقضى" (تاریخ بغداد ج: ۱، ص: ۱۳۵، باب ماذکر فی مقابر بغداد المخصوصة بالعلماء والزهاد، دارالکتب العلمیه بیروت، وفی نسخۃالاخری ج: ۱، ص: ۴۴۵، دار الغرب الاسلامی بیروت)

☆... اسی طرح ابوعبداللہ الحسین بن علی الصَّیۡمَرِی (المتوفّی:۴۳۶ھ) بھی فرماتے ہیں:

"أخبرنَا عمر بن إِبۡرَاهِيم قَالَ ثَنَا مكرم قَالَ ثَنَا عمر بن إِسۡحَاق بن إِبۡرَاهِيم قَالَ ثَنَا عَليّ بن مَيۡمُون قَالَ سَمِعت الشَّافِعِي يَقُول إِنِّي لأتبرك بِأبي حنيفَة وأجيء الى قَبره فِي كل يَوۡم يَعۡنِي زَائِرًا فَإِذا عرضت لي حَاجَة صليت رَكۡعَتَيۡنِ وَجئت إِلَى قَبره وَسَأَلت الله الۡحَاجة فَمَا تبعد عني حَتَّى تقضى"

(اخبار ابی حنیفه واصحابه ص: ۱۷۲)

نیز دیکھئے (الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیۃ ج:۱، ص:۴۶، مؤلف: تقی الدین بن عبد القادر التمیمی الداری الغزی المتوفی: ۱۰۱۰ھ)

اس کا مفہوم اوپر والے حوالہ ہی کی طرح ہے۔

☆... شمس الدین محمد بن علی بن خمارویہ بن طولون الدمشقی الصالح (المتوفی: ۹۵۳ھ) اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"الوزير ابن هبيرة: وهو عون الدين يحيى بن محمد، أبو المظفّر وزير المقتفي وكان متمكنا عند مخدومه هذا تمكنا عظيما حتى أنه كان يقول عنه :لم يتوزر لبني العباس مثله. حكى عون الدين المذكور قال :ضاق حالي قبل الوزارة وأصابني فاقة عظيمة حتى عدمت القوت أياما فأشار عليّ بعض أصحابي أن أسأل الله عند قبر الشيخ معروف الكرخي فتوضأت وجئت إلى قبره فصليت ركعتين ودعوت الله عز وجل ثم رجعت إلى بغداد... الخ" (إنباء الأمراء بأنباء الوزراء ج: ۱، ص: ۵۶)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ عون الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر ایک دفعہ امتحان آیا، میری وزارت سے پہلے میری زندگی مجھ پر تنگ ہوگئی اور مجھ پر بڑا فاقہ آیا یہاں تک کہ میری طاقت انہی دنوں میں ختم ہوئی تو میرے بعض دوستوں نے مجھے مشورہ دیا کہ آپ شیخ معروف کرخی رحمہ اللہ کی قبر کے پاس اللہ سے دعا مانگیں، پس میں نے وضو کیا اور معروف کرخی رحمہ اللہ کی قبر پر گیا، پس میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ سے دعا کی، پھر میں بغداد چلا گیا...الخ۔

دیکھئے! دعا تو ہر جگہ سے اللہ سنتے ہیں لیکن پھر بھی بزرگانِ دین کی قبر کے پاس صرف اللہ ہی سے دعا مانگتے ہیں تو آخر یہ کس طرف اشارہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ وہاں اللہ کی خاص رحمتیں اور برکات نازل ہوتی ہیں جس کی وجہ سے دعا جلدی اور اچھے طریقے سے قبول ہوتی ہے۔

☆... علامہ ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ) اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:

"وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ الحَرْبِيِّ، قَالَ :قَبْرُ مَعْرُوْفٍ التِّرْيَاقُ المُجَرَّبُ . يُرِيْدُ إِجَابَةَ دُعَاءِ المُضْطَرِ عِنْدَهُ؛ لِأَنَّ البِقَاعَ المُبَارَكَةَ يُسْتَجَابُ عِنْدَهَا الدُّعَاءُ، كَمَا أَنَّ الدُّعَاءَ فِي السَّحَرِ مَرْجُوٌّ، وَدُبُرَ المَكْتُوْبَاتِ، وَفِي المَسَاجِدِ، بَلْ دُعَاءُ المُضْطَرِ مُجَابٌ فِي أَيِّ مَكَانٍ اتَّفَقَ، اللهمَّ إِنِّيْ مُضْطَرٌ إِلَى العَفْوِ، فَاعْفُ عَنِّي" (سیر اعلام النبلاء ج: ۹، ص: ۳۴۴، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ معروف کرخی رحمہ اللہ کی قبر تریاق مجرب ہے، اس کے ساتھ دعائے حاجت کا ارادہ کیا تھا کیونکہ اس قبر مبارک کے ساتھ دعا جلد قبول ہوتی ہے، اگرچہ دعا ہر جگہ قبول ہونے پر اتفاق ہے لیکن بعض جگہوں میں دعا جلد قبول ہوتی ہے جیسا کہ سحری کے وقت فرض نمازوں کے بعد اور مساجد

میں بلکہ مجبور شخص کی ہر جگہ سے دعا قول ہوتی ہے اتفاقی طور پر، اے اللہ! آپ کا بخشش کا طلبگار ہوں پس مجھے معاف کیجئے۔

مماتیو! ملاحظہ کیا؟ فرماتے ہیں کہ اگرچہ ہر جگہ سے دعا قبول ہوتی ہے لیکن اولیاء کرام کی قبروں کے پاس اللہ ہی سے دعا مانگے تو امید ہے کہ اللہ اسے جلد قبول فرمالیں!

اگر یہ نظریہ رکھے کہ اللہ ہر حال میں یہاں دعا سنتے اور قبول فرماتے ہیں، باقی جگہوں میں نہیں تو یہ ایک غلط خیال ہے اور یہ خیال بھی سراسر غلط ہے کہ قبر والے سے ہی مانگے العیاذ باللہ! بلکہ درست اور معتدل قول یہ ہے کہ اس بابرکت اور بافیض مقام میں اللہ سے جلد دعا قبول کرنے کی امید رکھنی چاہئے، باقی اللہ کی مرضی وہ دعا قبول کرتا ہے یا نہیں کیونکہ مشکل کشا صرف ایک اللہ ہی کی ذات ہے۔

☆...امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفّی:۲۵۶ھ) بھی تبرّک بالقبور کے قائل تھے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:

"صنفت التَّارِيخ فِي الْمَدِينَة عِنْد قبر النَّبِي ﷺ" (مقدّمہ فتح الباری ص:۴۷۹)

کہ میں نے اپنی کتاب "التاریخ" مدینہ منورہ میں جناب نبی کریم ﷺ کے قبر مبارک کے پاس لکھی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کسی اور جگہ اپنی کتاب کی ابتداء کیوں نہیں کرتے جو جناب نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس ابتداء کی؟ آخر امام بخاری رحمہ اللہ کس بات کی طرف اشارہ کرنا چا رہے ہیں ...؟

☆...علامہ ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۴۸ھ) ضیاء المقدسی رحمہ اللہ کے تعارف میں

لکھتے ہیں کہ:

"احمد بن سالم بن ابی عبداللہ ابو العباس المقدسی المرداوی الزاھد" پھر آگے علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وقال الضّیاء :کَانَ ثقة، دیِّنًا، خَیِّرًا، جوادا، کثیرَ الخیر والصّلاة، وکان یحفظ کثیرا من الأحادیث والفقه، وکان کثیرَ النّفع، قلیلَ الشّر، لا یکاد أحد یصحبه إلّا وینتفع به، توفّي في المحرّم، وقبره بِزُرَع یُتبرّك بِهِ، وعندهم مَنْ أخذته حُمَّى، فأَخَذ من ترابه وعلقّه عَلَیْهِ، عُوفي بإذن الله، وکان مِن العاملین لله عَزَّ وجَلّ" (تاریخ الاسلام ووفیات المشاهیر والاعلام، تحت الطبقة الحادیة والستون، سنة احدی وستمأءة، حرف الالف، جزء: ۴۳، ص: ۴۳، از محقق عمر عبدالسلام التدمری، ناشر: دارالکتاب العربی بیروت، وفی نسخۃ الاخریٰ بتحقیق الدکتور بشار عواد معروف، جزء: ۱۳، ص: ۲۹)

یہاں بھی تصریح ہوئی کہ فلاں محرّم کے مہینے میں فوت ہوئے اور ان کی قبر سے تبرّک حاصل کیا جاتا ہے اور جب کسی کو بخار ہوجاتا ہے تو ان کی قبر سے مٹی لیتے ہے اور وہ مٹی اس کے ساتھ لٹکا دیتے ہیں، اللہ کے حکم سے ان کو شفا مل جاتی ہے۔

یہاں تو اور بھی سخت بات ہے کہ تعویذ کا اثبات بھی ہے اور پھر قبر کی مٹی اٹھانے کی بات بھی ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو شِفا عطا فرما دیتے ہیں اور قبر سے حصولِ تبرک کی بات بھی ہے۔

مماتیو! ان حوالہ جات کے متعلق کیا خیال ہے...؟ یہاں آپ حضرات کی تکفیری فیکٹری کا منہ کھلے گا یا نہیں...؟!!

نوٹ: یہاں قبر کی مٹی سے کوئی مشکل کشا والا عقیدہ اخذ نہ کرے، اس کو بھی پیناڈول وغیرہ کی گولی کی طرح ہی ایک ذریعہ اور کسب سمجھیں یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ

صرف علاج کے طور پر ایک ذریعہ بنایا، پیناڈول گولی کی وجہ سے جیسے ڈاکٹر کو مشکل کشا بنانا حماقت ہے اسی طرح سے اس میت اور مدفون کو مشکل کشا اور حاجت روا ماننا بھی حماقت کبریٰ ہے فافھم ولاتکن من الغافلین.

☆... اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن غالب رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں: "قال عطاء حدثنی مالک بن دینار قال اخذت من تراب قبرہ فجعلتہ فی قدح ثم غسلت القدح بالمآء فوجدت منہ ریح المسک"

(التاریخ الصغیر ص: ۲۱۱، مکتبۃ المعارف ریاض)

ترجمہ: عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے مالک بن دینار رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے عبداللہ بن غالب رحمہ اللہ کی قبر مبارک سے مٹی اٹھائی اور اس کو ایک برتن میں ڈال دی، پھر میں نے (کچھ مدّت کے بعد) اس برتن کو پانی سے دھویا تو اس برتن سے مشک کی بو پائی۔

☆... ابو الفضل جمال الدین ابن منظور الانصاری الرویفعی الافریقی (المتوفّی: ۷۱۱ھ) اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"قال ابن أبي دباكل :فوالله، ما تم صاحبه منها ثالثاً حتى غشي على صاحبه، وأقبل يصلح السرج على بغلته، فسألته: من هو؟ فقال: رجل من جذام قلت: بمن يعرف؟ قال: بعبد الله بن المنتشر، قال: ولم يزل القرشي على حاله ساعة ثم أفاق، فجعل الجذامي ينضح الماء على وجهه ويقول كالمعاتب له: أنت أبداً مصبوب على نفسك، من كلفك ما ترى؟ ثم قرب إليه الفرس، فلما علاه استخرج الجذامي من خرجٍ على البغل قدحاً وإداوة ماء، فجعل في القدح تراباً من تراب قبر ابن سريج، وصب عليه من ماء الإداوة ثم

قال: هاك فاشرب هذه السلوة، فشرب، ثم فعل هو مثل ذلك، وركب على البغل، وأردفني" [مختصر تاریخ دمشق ج: ۱۲، ص:۲۳۶]

یہ حوالہ بھی اپنے تکفیری ذہن سے دیکھ لیں!

☆... اسی طرح علامہ ذہبی رحمہ اللہ ابن الجوزی رحمہ اللہ (المتوفّٰی:۵۹۷ھ) کا قول نقل کرتے ہیں: "قال ابن الجوزی: کان خیراً زاهداً کثیر العبادة، دائیم التلاوة، حسن الاخلاق، کان الناس یتبرکون به وکنت ازوره"

(تاریخ الاسلام ج: ۳۶، ص: ۱۶۹، حرف المیم)

ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محمد بن احمد بن علی رحمہ اللہ بہت بڑے زاہد اور عبادت گزار تھے.... اور لوگ اس کی قبر مبارک سے تبرک حاصل کرتے تھے۔

☆... ایک اور جگہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ محمد بن منصور رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:

"وقال ابن النجار، کان الناس یتبرکون به ویستشفون بدُعاء"

(تاریخ الاسلام ج: ۴۰، ص: ۱۳۴)

یعنی لوگ اس کی قبر مبارک سے تبرک حاصل کرتے اور اس کی دعاکے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے شفاء طلب کرتے۔

☆... حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (المتوفّٰی:۷۲۸ھ) اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:

"وکذلك ما یذکر من الکرامات، وخوارق العادات، التي توجد عند قبور الأنبیاء والصالحین مثل نزول الأنوار والملائکة عندها وتوقي الشیاطین والبهائم لها، ...وحصول الأنس والسکینة عندها... هذا حق" (اقتضاء الصراط المستقیم ج: ۲، ص: ۲۵۵، دار عالم الکتب بیروت، لبنان)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور صلحاءعظام رحمہم اللہ کی قبروں کے ساتھ جو خوارقِ عادت امور اور کرامات ذکر کی جاتی ہیں وہ ان قبور کے ساتھ رحمتوں کا نزول ہونا ہے اور وہاں فرشتے ہوتے ہیں اور یہ قبریں شیاطین اور جانوروں سے بچا دی جاتی ہیں اور ان قبروں سے اُنس حاصل ہوتا ہے اور وہاں قبروں پر سکینہ نازل ہوتا ہے جو کہ حق اور ثابت ہے۔

قارئین کرام! ذرا منصفانہ نظر سے یہ حوالہ دیکھیں کہ کیا یہ فیض عن القبور نہیں ہے ؟؟؟ ہاں اگر فیض عن القبور کا یہ مطلب لیا جائے کہ اس کو سجدہ کرلیں یا قبر کا طواف کرلیں یا ان سے مدد حقیقی مانگیں یا کوئی اور بدعی و شرکی عمل کرلیں تو واقعی اس کا ذکر نہیں اور نہ یہ حجت ہے بلکہ اس کی جتنی مذمت کی جائے وہ کم ہے۔

اس کی صحیح تشریح ہم نے پہلے کی ہے یقیناً یہ فیض ہی ہے تو اس کی وجہ سے صرف ہم مطعون کیوں....؟

☆... یہی حافظ صاحب رحمہ اللہ کے متعلق ایک اور حوالہ بھی ملاحظہ کیجئے...

ابن ناصر الدین الدمشقی الشافعی رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۴۲ھ) فرماتے ہیں:

"قَالَ عَليّ بن عبد الْكَرِيم ابْن الشَّيْخ سراج الدّين الْبَغْدَادِيّ الاصل البطايحي الْمزي أَخْبرنِي بِشَيْء غَرِيب قَالَ كنت شَابًّا وَكَانَت لي بنت حصل لَهَا رمد وَكَانَ لنا اعْتِقَاد فِي ابْن تَيْمِية وَكَانَ صَاحب وَالِدي وَيَأْتِي الينا ويزور وَالِدي فَقلت فِي نَفسِي لآخذن من تُرَاب قبر ابْن تَيْمِية فلأكحلها بِهِ فانه طَال رمدها وَلم يفد فِيهَا الْكحل فَجئت الى الْقَبْر فَوجدت بغداديا قد جمع من التُّرَاب صررا فَقلت مَا تصنع بِهَذَا قَالَ أَخَذته لوجع الرمد أكحل بِهِ أَوْلَادًا لي فَقلت وَهل ينفع ذَلِك فَقَالَ نعم وَذكر أَنه جربه فازددت يَقِينا فِيمَا

کنت قصدته فَأَخذت مِنهُ فکحلتها وَهِيَ نَائِمَة فبرأت" (الرد الوافر ص: ۷۵، ناشر: المکتبۃ الاسلامی بیروت)

ترجمہ: مجھے ایک عجیب چیز کے بارے میں خبر ملی ہے، کہتے ہیں کہ میں جوان تھا اور میری ایک بیٹی تھی جس کو آشوب چشم کی بیماری تھی اور ہمارا ابنِ تیمیہ کے بارے میں بڑا اچھا اعتقاد تھا، وہ میرے والد کے دوست تھے اور ہمارے پاس میرے والد کی زیارت کے لئے آتے رہتے تھے، میں نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ میں ضرور ابن تیمیہ کی قبر کی مٹی لوں گا اور اس کا سرمہ بیٹی کی آنکھ میں ڈالوں گا، اس لئے کہ کافی عرصے سے اس کی آنکھیں خراب ہیں اور اس کو سرمہ فائدہ نہیں دے رہا، پس میں قبر کے پاس آیا تو میں نے وہاں بغدادی کو پایا جو کہ وہاں مٹی جمع کر رہا تھا، تو میں نے اس سے کہا کہ تُو اس سے کیا کرے گا؟ اس نے جواب دیا کہ میں اس کو آنکھوں کے درد کے لئے لے رہا ہوں کہ اس کا سرمہ اپنی اولاد کو ڈالوں گا، تو میں نے کہا کہ کیا یہ کوئی فائدہ دے گا؟ اس نے کہا جی ہاں! اور اس نے ذکر کیا کہ اس نے اس کا تجربہ کیا ہوا ہے؟ تو جس بات کا میں نے رادہ کیا ہوا تھا، اس میں میرا یقین اور زیادہ ہوگیا، پس میں نے وہاں سے مٹی اٹھائی اور اس کا سرمہ اپنی بیٹی کو سونے کی حالت میں ڈالا تو وہ ٹھیک ہو گئی۔

اے لوگو! ذرا دیکھو تو سہی کہ یہ کیا ہے؟ آخر انصاف بھی کوئی چیز ہے! خود ہی فیصلہ کیجئے! یقین کریں ایسے حوالے ان مماتیوں کو بجائے ان راویوں کے حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کا نام لے کر دکھادیئے جائیں تو وہ فتوی بازی کا ایسا بازار گرم کر دیں گے کہ شیطان بھی شرمائے گا۔

الزامی حوالہ : آخر میں خود انہی اشاعتیوں کے گھر سے حوالہ ملاحظہ فرمائیں کہ یہ لوگ بھی فیض کے قائل ہیں، چنانچہ مولوی ضیاء الرحمٰن رحمانی صاحب مماتی حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے حوالے سے بلاتردید لکھتے ہیں: "شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں روح سے مراد زیارۃ کنندہ کو فیض کا حاصل ہونا ہے نہ کہ روح کا لوٹایاجانا" (کلمہ حق ص:٦٤)

نوٹ: ہمارے ساتھ اس موضوع پر مزید دلائل بھی ہیں لیکن مضمون کے طوالت کے خوف سے ہم مزید بحث قصداً چھوڑ دیتے ہیں، اگرمماتیوں نے کچھ قیل و قال کے لئے قلم اٹھایا توان شاء اللہ العزیز مزید انکشافات بھی سامنے لائیں گے ! اس لئے قبل از وقت ہم کچھ نہیں کہتے !

فائدہ: مماتی حضرات اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے خلاف تبرّک بآثارالصالحین کے قائل نہیں، چنانچہ مفتی سلیمان ساجد صاحب مماتی لکھتے ہیں: "ہمارے اور آپ کے درمیان متنازع تبرک باثار الصالحین ہے جو کسی طرح اس روایت سے ثابت نہیں ہوتا" (موت کا پیغام ص:٢٩٦)

لیکن اپنے شیخ اور اساتذہ کے تبرّک کے قائل ہیں!!!

عجیب واقعہ : چنانچہ فرقہ اشاعت کے قائد محترم مولانا شیخ طیب صاحب اپنی زبان سے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

دشیخ القرآن د کٹ د لاندی اوده ووم څمونږه کور کښی یو پکښی وو هغه زمانه کښی پکیښی نه وو، مونږه به قالین اچولي وو کمره کښی، کټ کښی به شیخ القرآن پروت وو نو څه به د هغه د کټ د لاندی اکثرسملاستم، لاس می هسی بهر کړي وو،شیخ القرآن ناساپه

لاړی اوتوکلی څما په لاس راغلی،ما سوچ کولو چه دا اوغورزوم نوما دا برداشت نه کړل چه څه د خپل پلار لاړی خکته اوغورزوم نو ما هغه راواغستی او اومی ستلی، (او د پنجپریانو سامعینو د طرفنه سبحان الله نعری اولګیدلی...)

ترجمہ: شیخ القرآن کی چارپائی کے نیچے میں سویا تھا ہمارے گھر میں ایک پنکھا تھا اُس زمانے میں پنکھے نہیں تھے ہم کمرے میں قالین بچائے تھے چارپائی پر شیخ القرآن لیٹے تھے تو میں اکثر ان کی چارپائی کے نیچے لیٹتا تھا میں نے ویسے ہاتھ باہر کیا تھا شیخ القرآن نے اچانک تھوکا وہ میرے ہاتھ پر آیا، میں سوچ رہا تھا کہ یہ پھینک لوں تو میں نے یہ برداشت نہیں کیا کہ میں اپنے والد کا تھوک نیچے گرادوں، تو میں نے وہ (تھوک) لیا اور چاٹ لیا (اور یوں پنجپیریوں کے سامعین نے سبحان اللہ کا نعرہ لگایا اور وہ بھی جہراً ذکر...!!)

عجیب بات ہے کہ

۱= اُس وقت جب پنکھے نہیں تھے تو ان کے ہاں یہ پنکھا کہا سے آیا..؟

۲= جب قالین بچھایا گیا تھا تو اس کے باوجود یہ تھوک کیوں گرادیتا..؟

۳= حضرت صاحب خود فرما رہے ہیں کہ "میں اکثر ان کی چارپائی کے نیچے لیٹتا تھا" یہ کونسا معقول کام ہے کہ اکثر (ایک دو بار نہیں بلکہ اکثر) ایسا کرتا... سبحان اللہ!

۴= جب گرمی کا موسم تھا اس لئے کہ پنکھے کی ضرورت تھی تو لوگ پنکھے کے نیچھے سوجاتا ہے یا چارپائی کے نیچے...؟

۵= تھوک سے اتنا نفرت نہیں تھا کہ وہ لگ بھی گیا ہاتھ کو اور پھر مزید اس کو چاٹا بھی...!!!

خیر... مزید تبصرہ جات ہم نہیں کرتے اس کا موقع کبھی کہیں اور جگہ آئے گا ان شاء اللہ الرحمٰن.

تاہم اتنا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرات بھی تبرّکات اور فیض حاصل کرنے کے لئے ایسے نادر اور عجائب کام کرتے ہیں لیکن ان کا کرنا اور ہے اور کہنا اور ہے **اللھم اھدنا الصراط المستقیم.**

پانچواں الزام: یارسول اللہ بطریق الاستعانۃ جائز

اعتراض: ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مدد مانگنا جائز ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: "یارسول اللہ بطریقۃ الاستعانۃ جائز" کہ مدد کے طور پر یارسول اللہ کہنا جائز ہے...! اور یہ صریح شرک ہے۔

پنج پیری مناظر و محقّق مفتی شریف حسین صاحب نے اس عبارت پر اعتراض کرتے ہوئے اپنی کتاب میں یوں عنوان قائم کیا ہے "بعض عباراتِ شرکیہ پر رد" (خطبات شریف (پشتو) ج:۱، ص:۲۰۱)

یاد رہے! اس کتاب پر شیخ طیب صاحب، شیخ امداد الحق صاحب، مفتی مجتبیٰ عامر صاحب اور مفتی آیاز درانی صاحب کی تقاریظ بھی موجود ہیں اور ان کی کئی کتابوں میں مختلف دعاوی کے ساتھ اس پر رُدود کی گئی ہیں: مثلاً دیکھئے (خالص مناظرہ سماع موتی کے لئے ص:۲۹، از مولانا واحداللہ وحدان، لایستوی الاعمی والبصیر ص:۲۳۸، البصائر کا تحقیقی جائزہ ص:۲۵۷، از ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف، تبلیغی جماعت پر حیاتی ٹولہ کے اعتراضات؟ ص:۷۹، دیوبندی لبادہ بریلوی نظریات ص:۱۴)

الجواب: ہمارا مقابلہ غیر مقلدین کے ساتھ بھی ہوتا آیا ہے، ہوش سنبھالتے ہی میں غیر مقلدین کے مسلک اور ان کی کتب کا مطالعہ کرتا آرہا ہوں فللہ الحمد والمنۃ، اگرچہ وہ حضرات پوری عبارت ذکر نہ کرنے میں مشہور ہیں لیکن میں اپنے مطالعہ و تجربہ کی بنیاد پر کہتا ہوں کہ اپنی پوری زندگی میں میں نے ان فرقہ اہلحدیث کو اتنی دیدہ دلیری کے ساتھ خیانت، حقائق کو مسخ کرنے اور تہمت و جھوٹ کا سہارا لیتے ہوئے نہیں پایا جتنا مماتی حضرات دیدہ دلیری سے جھوٹ بولتے ہیں اور پوری بات ذکر نہیں کرتے...!

حضرت شیخ الحدیث ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں تاکہ بات سمجھنے میں آسانی ہو اور مماتیوں کا دجل وفریب بھی آشکارا ہو جائے، حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وقال محمد بن عبدالوھاب النجدی: ان قول القائل (یارسول الله) لایجوز بل یکفرقائله وقال فی رده مفتی الحنفیه والمالکیه والشافعی والحنبلیة ومن اباطیل الاقوال ماتفوه بعض المبتدعین الجهال ان قول القائل (یارسول الله) لایجوزبل یکفرقائله کلا، بل قول االقائل یارسول الله ویامحمد بطریق الاستعانة جائز کما فی (الموهب اللدنیه) حرره مفتی الحنفیه بمکة المکرّمة عبدالرحمٰن بن عبدالله ومفتی المالکیة بمکّة المکرّمة ابوبکر ومفتی الشافعیة بمکّة المکرّمة محمد سعیدبن بالصبیل ومفتی الحنابلة بمکّة المشرفة خلف بن ابراهیم (فتوی الحرمین لمفتی محمد ایوب البشاوری ص:۲۶ سنة ۱۳۰۴)" (البصائر ص: ۲۲۱، وفی نسخۃ الاخریٰ ص: ۲۳۹)

ترجمہ: محمد بن عبدالوہاب نجدی کہتے ہیں کہ (یارسول اللہ) کہنے والے کا یہ قول جائز نہیں ہے بلکہ اس کا قائل کافر ہوگا (حالانکہ) احناف، شوافع اور حنابلہ کے مفتیوں نے

اس کا رد کیا ہے اور ان بعض بدعتی جاہلوں کی منہ میں جو یہ بات ہے کہ (یارسول اللہ) کہنا جائز نہیں بلکہ اس کی تکفیر کی جائے گی ہر گز ایسا نہیں ہے بلکہ یارسول اللہ اور یا محمد استعانت کے طور پر کہنا جائز ہے جیسا کہ مواہب اللدنیہ میں موجود ہے اس کو مکہ مکرمہ کے احناف میں سے مفتی عبدالرحمٰن بن عبداللہ نے لکھا ہے۔ اور مکہ مکرّمہ کے مالکی المسلک میں سے ابوبکر نے لکھا ہے اور مکہ مکرمہ کے شافعیوں میں سے محمد سعید بن بالصبیل اور مکہ مکرمہ کے حنابلہ میں سے مفتی خلف بن ابراہیم نے (یہ فتوی) لکھا ہے (اس کا ماخذ) فتوی الحرمین مفتی محمد ایوب پشاوری صاحب کا صفحہ ۲۶ سال ۱۳۰۴ھ)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے خود اپنی طرف سے نہیں فرمایا بلکہ یہ مکہ مکرّمہ کے ان چار مسالک کے مفتیوں کی بات کر رہے ہیں کہ انہوں نے ایسا کیا ہے اور اس کی دلیل یہ عبارت اور الفاظ ہیں "وقال فی ردہ مفتی الحنفیہ والمالکیہ والشافعی والحنبلیة" اور پھر اس محوّلہ عبارت کے بعد بھی حوالہ موجود ہے جس کو مماتی حضرات دجل سے کام لیتے ہوئے ہضم کر گئے ہیں اور وہ یہ کہ "حررہ مفتی الحنفیہ بمکة المکرّمة عبدالرحمٰن بن عبداللہ ومفتی المالکیة... الخ"۔

کہ ارے غفلت کے خواب میں سوئے ہوئے معترضین صاحبو..! یہ میں از خود نہیں لکھ رہا ہوں یہ ائمہ حرمین کا فتوی ہے نا کہ میرا.

اور اسی طرح معترَضہ عبارت (جس عبارت پر اعتراض کیا گیا ہے) کے ساتھ متصل یوں حوالہ موجود ہے " کما فی (الموهب اللدنیه) " اور پھر آخر میں بطور مأخذ یہ حوالہ بھی موجود ہے (فتوی الحرمین لمفتی محمد ایوب البشاوری ص:۲۶ سنة ۱۳۰۴)

لیکن ان سب حوالوں کو یوں کھا گئے کہ ڈکار تک نہیں لی...!

نوٹ: یہ فتوی آج کل متداول کتاب میں چھپ چکا ہے الحمد للہ...! دیکھئے (مجموع رسائل العلامۃ محمد ایوب البشاوری ج:۱، ص: ۲۶۲، درالکتب پشاور)

خلاصہ یہ ہوا کہ یہ حضرت شیخ الحدیث باباجی صاحب رحمہ اللہ کا اپنا ذاتی وانفرادی قول نہیں بلکہ یہ کسی اور سے نقل فرماتے ہیں اور پھر اس پر مزید حوالے بھی دیتے ہیں! توگزشتہ صفحات کے پیش نظر ناقل کا کوئی قصور نہیں، اصل تو منقول عنہ ہے اور پھر منقول عنہ کو چھوڑ کر ناقل کی تردید کرنا انہی کے نزدیک مکر وفریب اور دھوکہ ہے جو کہ خود ان ہی کے خمیر میں شامل ہے۔

اولاً: مماتی حضرات کو چاہئے کہ پہلے حرمین شریفین کے مفتیوں پر کفر وشرک کے فتوے لگائیں، پھر ناقل پر فتویٰ لگائیں اور ویسے بھی ان پر فتویٰ لگانے میں ان حضرات کو آسانی ہوگی کیونکہ اُس وقت ترکی کی حکومت تھی اور ترکی حکومت کے عقیدے کے متعلق مماتیوں کے شیخ القرآن مولانا شیر احمد صاحب حضرت شیخ باباجی رحمہ اللہ کو مخاطب ہوتے ہوئے لکھتے ہیں: "ترکی کی حکومت آپ ہی کی طرح عقیدہ رکھتی ہے" (لایستوی الاعمی والبصیر ص:۱۳۸)

ثانیاً: اگرچہ یہ قول ائمہ حرمین کے ہیں حضرت شیخ الحدیث باباجی صاحب رحمہ اللہ کا نہیں تاہم اس کا وہ مطلب نہیں جو معترضین مراد لیتے ہیں (یعنی استعانتِ حقیقی) کیونکہ استعانت لفظ متعدّد معنوں میں آتا ہے، ان میں سے ایک "استشفاع" کے معنی پر بھی استعمال ہوتا ہے، تو اس سے مراد "استشفاع" ہی ہے جو کہ توسل کے اخوات میں سے ہے، جس مقصد کے لئے حضرت شیخ الحدیث باباجی صاحب رحمہ اللہ نے کتاب لکھی ہے اگر اس سے مراد من غیر اللہ استعانت حقیقی ہوتا تو کتاب ایک موضوع پر اور مضمون دوسرے موضوع پر...؟ کیا یہ کسی عاقل کا کام ہو سکتا ہے..؟

اس سے بھی اندازہ لگائیں کہ عبارت میں جس کتاب کا حوالہ دیا گیا یعنی

"المواھب اللدنیہ" تو اس کتاب میں بعینہٖ یہی عبارت نہیں ہے البتہ اس کا مفہوم ضرور ہے، لکھا ہے "وینبغی للزائران یکثرمن الدعا والتضرع والاستغاثۃ والتشفع والتوسل بہ" آگے لکھتے ہیں "فلا فرق ان یعبر بلفظ اوالتوسل اوالتشفع اوالتجوہ...ثم ان کلا من الاستغاثۃ وبعد البعث فی عرصات القیامۃ" (المواھب اللدنیہ بالمنحۃ المحمدیہ: ۴۵۴/۳)

اس سے بھی واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ایسی استعانت مراد نہیں ہے کہ میری مشکل حل فرمائیں، مجھے اولاد عنایت فرمائیں، مجھے مغفرت نصیب فرمائیں وغیرہ وغیرہ بلکہ اس سے توسل واستشفاع مراد ہے جو کہ علما دیوبند (کثر اللہ سوادہم) کے مشرب کے عین موافق ہے۔ فللہ الحمد والمنۃ

خود حضرت شیخ الحدیث باباجی صاحب رحمہ اللہ کی تحریرات اور ویڈیو بیانات کی روشنی میں بھی یہ بات غلط ہے کہ اس سے استعانت حقیقی مراد لیا جائے بلکہ اس سے فقط استشفاع وتوسل ہی مراد ہے۔

مماتیوں کا ضابطہ: اشاعۃ التوحید والسنۃ کے ایک جیّد عالمِ دین اور فتنہ پرست شخصیت (اور میدانِ مناظرہ سے دُور دُور رہنے والا) مولوی خضر حیات صاحب کے استاد گرامی مولانا عبدالسلام صاحب آف حضرو ضلع اٹک نے اپنی کتاب میں حکیم الاسلام مولانا قاری طیب صاحب رحمہ اللہ کا ایک مضمون نقل کیا ہے، اثناءِ مضمون میں یہ بات بھی موجود ہے کہ "اگر اس سلسلہ میں ان کی کچھ صاف اور واضح عبارتیں بھی پائی جاتی ہوں تو ان کے مبہمات یا مجملات کو واضح عبارتوں کے تابع کر کے مبہمات کی تفسیر کی جا سکتی ہے" (مسئلہ حیات النبی ﷺ ص: ۷و۸، شائع کردہ: ادارہ تحریر عربیہ اشاعت القرآن حضرو، ضلع اٹک)

جبکہ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث باباجی رحمہ اللہ کی صاف اور واضح عبارتیں اور عقائد موجود ہیں تو ان مبہمات یا مجملات کو ان واضح عقائد کی روشنی میں ہی لیا جائے نہ کہ اپنی طرف سے قائل کی منشاء کے خلاف عقیدہ گھڑنا!

یہی وجہ ہے کہ ترجمانِ علماء دیوبند، استاذالمفتین، شہید اسلام حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ [33] اپنی مشہور کتاب "اختلاف امت اور صراط مستقیم" میں لکھتے ہیں: "یارسول اللہ کہنے کی کئی صورتیں ہیں اور سب کا حکم ایک نہیں مثلاً ایک صورت یہ ہے کہ شعراء اپنے تخیل میں جس طرح کبھی بادِ صبا کو خطاب کرتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جس طرح عشاق اپنے محبوبوں کو خطاب کرتے ہیں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ کے صیغہ سے درود شریف پڑھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ خداتعالیٰ کے فرشتے اس درود کو بارگاہ اقدس ﷺ میں پہنچادیں گے۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اس نیت سے یارسول اللہ کہتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ہر شخص کو ہر جگہ سنتے ہیں الخ۔

یارسول اللہ کہنے کی پانچویں صورت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر مواجہہ شریف سامنے کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں" (اختلاف امت اور صراط مستقیم ص: ۴۸تا۵۰)

دیکھئے! حضرت اقدس لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ بھی اس میں تقسیم کرتے

---

[33] حافظ منصب خان حضروی صاحب اشاعتی حضرت صاحب رحمہ اللہ کو یوں ادب کے ساتھ نام ذکر کرتے ہیں: "شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ" (اظہارِ حقیقت ص:۹) میرا اپنا ذاتی خیال ہے کہ حضرو اٹک کے علاقہ میں واقع انہی کے مدرسہ جامعہ اشاعت القرآن کے ساتھ وابستہ حضرات میں دیگر مماتیوں کی بنسبت سنجیدگی اور ادب ضرور موجود ہے جزاہم اللہ خیرا

ہیں، نہ تو بالکلیہ اس کو جائز کہتے ہیں اور نہ بالکلیہ ناجائز و شرک کہتے ہیں بلکہ اس میں تقسیم کر کے ہر ایک قسم کی الگ الگ حثیت بیان کرتے ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں کہ وہاں روضہ اقدس پر جاکر مواجہہ شریفہ کے سامنے ان کو مخاطب کر کے ایسا کہئے ! تو ہمارا بھی مدعا یہی ہے کہ وہاں جاکر ان کے توسّل واستشفاع کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ہی سے دعا مانگی جائے۔

خلاصۃ التحقیق : یہ استعانت، استعانتِ حقیقی نہیں ہے کیونکہ حضرت شیخ الحدیث باباجی صاحب رحمہ اللہ خود بھی اس کے قائل نہیں تاہم اس استعانت سے استعانتِ مجازیہ وصوریہ مراد ہے جو کہ توسّل یا استشفاع ہے۔

الزامی حوالہ : مولانا محمد طاہر صاحب مرحوم کے استاذ شیخ القرآن مولانا حسین علی رحمہ اللہ اپنی املائی تفسیر میں استعانت کا رد کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں: "بدان اے برادر گفتن یارسول اللہ بطریق تعشّق و توسّل خارج از مبحث است" (بلغۃ الحیران ص: ۳۵۴) کہ جان لیں اے بھائی! یارسول اللہ عشق اور توسّل کے طور پر بحث سے خارج ہے۔

نوٹ : اس کتاب کا اردو ترجمہ مماتیوں کے محقّق ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف صاحب نے کیا ہے جس میں خوب ڈنڈیاں (تحریفات) ماری گئی ہیں، اس میں ایک درج بالا حوالہ بھی ہے جس کو موصوف ہضم کر گئے ہیں اور اس کا کوئی تذکرہ ہی نہیں کیا بلکہ نہایت خاموشی سے ہڑپ کیا ہے! اس لئے تو میں نے گزشتہ مضمون میں یہ کہا تھا کہ حوالوں اور عبارتوں کو یوں کھا جاتے ہیں کہ ڈکار تک نہیں لیتے ! اللہ تعالیٰ ہمیں خیانت سے بچا کر اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے نقش قدم پر تادمِ حیات قائم و دائم رکھے۔

☆... مشہور مماتی شیخ سلطان غنی عارف طاہری مرحوم کے افادات پر مشتمل کتاب میں یوں درج ہے: "کبھی کبھی شعراء کا تخیل ہوتا ہے جیسے الا یارسول اللہ کنت رجاءنا وکنت بنا برا ولم تک جافیا

یہ بھی شرک نہیں ہے کیونکہ اس میں سنانا مقصود نہیں، اگر سنانا مقصود ہو توپھر شرک ہے" (مناہل العرفان فی اصول القرآن ج: ۲، ص: ۱۷۳، ناشر: مکتبہ طاہریہ مردان)

چھٹا اعتراض: ینصرون اولیاءھم و یدمرون اعدائھم

اعتراض: حضرت ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ کا عقیدہ ہے کہ اولیاء کرام اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اوراپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں: "وقد تواتر عن کثیر من الاولیاء انھم ینصرون اولیائھم ویدمرون اعدائھم" دیکھئے کتبِ مماتیہ (تحقیق الحق ص: ۱۷، خالص مناظرہ سماع الموتی کے لیے ص: ۳۱، لایستوی الاعمی والبصیر ص: ۲۳۴، دیوبندی لبادہ بریلوی نظریات ص: ۷۰، ارشادالناظر ص: ۹۴وغیرہ)

الجواب: اگر بات مکمل ذکر کی جاتی تو قارئین کرام پر حقائق واضح ہوجاتے اور ان معترضین کی خیانت بھی ظاہر ہو جاتی لیکن انہوں نے اپنی شرم کوچھپانے کی غرض سے بات ادھوری ہی نقل کردی۔

حضرت شیخ الحدیث ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "وایضًا ذکر فی تفسیر المظھری فی تفسیر قوله تعالٰی "ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا بل أحیاء عند ربھم یرزقون" (سورۃ آل عمران: ۱۶۹) ان الصوفیة العلیة، قالوا (ان ارواحنا اجسادنا واجسادنا ارواحنا) وقد تواتر کثیر من الأولیاء أنھم ینصرون اولیاءھم ویدمرون أعداءھم والظاھر ان النسبة فی قول

المفسر مجازیة کما فی انبت الربیع البقل وشفی الطبیب المریض واعتقاد الموحد یجعل دلیلا علی ذالک علی ما ذکر فی کتب البلاغة" اور پھر ملا علی قاری اور حضرت تھانوی رحمہما اللہ کا حوالہ درج کر کے آخر میں لکھتے ہیں "فھذہ کلھا دلائل کرامات الاولیاء بعد الوفاۃ" کہ یہ سارے دلائل کرامات بعد الوفاۃ کے ثبوت میں ہیں۔ (البصائر ص: ۱۶، وفی نسخۃ اخریٰ ص: ۱۶و۱۷)

درج بالا عبارت سے چند باتیں واضح ہو گئیں:

اولاً: یہ قول حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کا اپنا نہیں بلکہ انہوں نے یہ قول علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (المتوفّٰی: ۱۲۷۰ھ) سے نقل کیا ہے جس کی تصریح مماتیوں میں خان بادشاہ صاحب نے بھی کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: "قال الداجوی بحوالة المظھری" (الصواعق المرسلہ ص: ۳۲۰)

اور اسی طرح محترم مولوی صدیق اکبر پنج پیری صاحب نے بھی اعتراف کیا ہے کہ یہ کسی اور کا حوالہ ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: "اسی طرح تفسیر مظہری میں ایک عبارت ہے جس کو داجوی صاحب نے نقل کیا ہے قد تواتر کثیر من الاولیاء...الخ" (دیکھئے دیوبندی لبادہ ص: ۱۷۵)

اور نقل کے متعلق اُصول گزشتہ ابحاث میں تکراراً و مراراً گزر چکا ہے۔

ثانیاً: حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ قول نقل کر کے اپنی طرف سے اس کی بہترین توجیہ وتاویل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "والظاھر ان النسبة فی قول المفسر مجازیة کما فی انبت الربیع البقل وشفی الطبیب المریض واعتقاد الموحد یجعل دلیلا علی ذالک علی ما ذکر فی کتب البلاغة"

یعنی فرماتے ہیں کہ مفسر قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کے اس قول میں مجاز (عقلی)

ہے (نہ کہ حقیقت) کیونکہ ظاہری و حقیقی معنی یہاں متعذر ہے جو کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدے کے موافق نہیں جیسے یہ قول ہے کہ موسم بہار نے سبزی اگائی یا ڈاکٹر نے مریض کو شفاء دی حالانکہ موحد بلاغت کی کتب میں ذکر شدہ اصول (حقیقت ومجاز وغیرہ) پر اعتقاد رکھے گا۔
معلوم ہوا کہ یہ حقیقت پر حمل نہیں کیونکہ خود حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ مشائخ کی ارواح کا حاضر و ناظر کا عقیدہ نہ رکھنا چاہئے کیونکہ یہ کسی عاقل کا کام نہیں ہے۔
بلکہ ایک اور جگہ تو صاف واضح الفاظ میں فرماتے ہیں: "مایزعمه سخفة العقول من ان الاولیاء یتصرفون بعدوفاتهم بنحوشفاء المریض وانقاذ الغریق والنصر علی الاعداء وغیر ذالک... والکل جهل" (صفحہ ۴۴)
یعنی بعض حمقاء کا جو خیال ہے کہ اولیاء بعدالوفات تصرفات کرتے ہیں جیسے مریض کو شفاء دینا، ڈوبتے کو بچانا اور دشمن کے خلاف مدد کرنا وغیرہ یہ سب سراسر جہالت ہے
اور مزید برآں حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ:
"نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ ہے" (البصائر ص:۷۱۰)
"میت کو نفع ونقصان کا مالک قرار دینا، مشائخ کی ارواح کو ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر جان لینا درست نہیں" (ایضاً ص: ۵۳)
"میت کے لئے افعال اختیاری ثابت نہیں" (ایضاً ص:۱۰۰)
"مخلوق کی دعائیں قبول کرنے والا، مدد کرنے والا، نقصان کو ہٹانے والا اور مریض کو شفاء دینے والا سمجھ لینا شرک ہے" (ایضاً ص: ۲۳۷)
ان حوالوں کے بعد یہ حوالہ بھی ٹھنڈے دل سے ملاحظہ کیجئے، لکھتے ہیں: "مخلوق سے

استعانت وہ استعانت نہیں جو اللہ کے ساتھ خاص ہے“ (ایضاً ص: ۳۱۰)

سبحان اللہ ! اب اس موحّد، بہترین محقق اور استاذ العلماء والصلحاء کی اتنی بے غبار اور واضح عباراتِ کثیرہ موجود ہونے کے باوجود بھی ان پر غیر اللہ سے مافوق الاسباب مدد مانگنے کا الزامِ فاسد لگانا احمد رضا خان بریلوی جیسی خیانت، بد دیانتی اور مجرمانہ الزامات سے بھری ہوئی کتاب ”حسام الحرمین“ کی یاد تازہ کرنے کی مانند ایک ناکام کوشش ہی ہو سکتی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ معترضین اور بریلویوں کے مزاج ایک ہی جیسے ہیں، وہ بھی بات کو توڑ مروڑ کر اور آگے پیچھے سے کاٹ چھانٹ کر قائل کی منشاء کے خلاف معنی مراد لیتے ہیں۔

نوٹ: ”البصائر“ کے مزید حوالہ جات تفصیلاً گزر چکی ہے پچھلے صفحات کی طرف مراجعت کریں

تو اس سے مجازی معنی ہی مراد ہیں اور وہ دُعا ہے کہ اپنے دوست واحباب کے لئے نیک دعائیں کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو بد دعائیں دیتے ہیں یا اگر نصرت کا حقیقی معنی لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ نصرت کا مظہر ہے یعنی کرنے والا تو اللہ ہی ہے لیکن ان کو متشکل کرکے اللہ تعالیٰ غیر کی مدد کرتے ہیں، تو اولیاء کی نسبت سے مدد کرنا مجازی ہوا کیونکہ یہ ایک سبب بنا ورنہ اصل مددگار تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔

اسی وجہ سے رئیس المفسّرین، عمدۃ المحدّثین، امام الصوفیۃ، قاطع الشرک والبدعۃ، حضرت شیخ القرآن مولانا حسین علی رحمہ اللہ (استاذ شیخ طاہر پنج پیری صاحب رحمہ اللہ) کی تصحیح، تحقیق و تعلیق سے شائع شدہ کتاب میں درج ہے:

” فرمودند اکثر تنازعات دین و دنیا ازحب جاہ و ریاست اند کہ صادق و مصدوق فرمودہ ”حب الدنیا رأس کل خطیئۃ“ چنانچہ تنازعات ”لامذہبان و اہل

سنت وجماعت" در باب امداد اولیاء کرام والا ہیچکس از اہل اسلام قائل نیست کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء اللہ استقلالا ضار و نافع اند اگر ہستند سبب ہستند وانکار ایشاں محض خالی از عناد نیست چرا کہ در ہمہ کار عادۃ اللہ جاری ست کہ مسبّب بسبب باشد" (فوائد عثمانی ص: ۵۳و۵۴)

شیخ التفسیر، امام اولیاء، حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ اس کلام کا اردو ترجمہ یوں کرتے ہیں: "حضرت خواجہ محمد عثمان رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اکثر دین و دنیا کے تنازعات اور جھگڑے حب جاہ اور ریاست کی طلب کی وجہ سے واقع ہوتے ہیں کیونکہ صادق و مصدوق ﷺ نے فرمایا ہے کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی اصل اور جڑھ ہے جیسا کہ "لامذہبوں اور اہل سنت" کے تنازعات اولیاء کرام کی امداد کے متعلق، ورنہ اہل اسلام میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہ ہوگا کہ اولیاء کرام کو استقلالاً نافع اور ضار کہتا ہو! اگر ہیں تو محض سبب ہیں اوران (لامذہبوں) کا انکار محض عناد کی وجہ سے ہے کیونکہ عادۃ اللہ جاری ہے تمام کاموں میں کہ مسبّب سبب کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے" (فیوضاتِ حسینی ص:۶۹، جزاهم الله تعالیٰ خیراً کثیراً عنی وعن سائر المسلمین)

شیخ القرآن حسین علی رحمہ اللہ کی اتفاقی تحریر سے بھی معلوم ہوا کہ اولیاء کرام کی متعلق جو نفع یا ضرر کا قول کیا گیا ہے وتسبّباً و مجازاً ہے نہ کہ حقیقاً! فافهم وتدبّر و تفکّر لاتعجل بالتّکفیر.

ثالثاً: یہ کرامت کے قبیلے سے ہے، کرامت بعد الوفات کے اثبات کے لئے حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے یہ نقل قاضی صاحب رحمہ اللہ سے پیش کی ہے اور کرامت تو بندہ کا فعل نہیں بلکہ اللہ ہی کا فعل ہے تو اس سے اموات کا حقیقی و عُرفی امداد و نقصان سے کیا تعلّق...؟!

اور کرامت کے متعلق مشہور متعصب مماتی خان بادشاہ صاحب بھی لکھتے ہیں: "کرامت تو اللہ تعالیٰ کا فعل ہے" (الصّواعق المرسلہ، البرہان الجلی ص: ۹۴)

مفتی سلیمان ساجد صاحب مماتی لکھتے ہیں: "کرامت انسان کے اختیار میں نہیں ہوتی" (موت کا پیغام ص:۳۰۱)

مولانا ابواحمد جمشید صاحب مماتی لکھتے ہیں: "معجزہ اور کرامت سے دلیل پکڑنا جائز نہیں ہے" (نفی سماعِ انبیاء واموات ص:۲۲۱)

مولانا واحداللہ وحدان صاحب مماتی لکھتے ہیں: "کرامت ولی کی اختیار میں نہیں ہوتی بلکہ یہ اللہ کا فعل ہے" (اشاعتیوں کے عقائد (پشتو) ص:۷۹)

"خوارق کا فاعل تو صرف اللہ ہے... صرف اتنا ہے کہ اس نے اپنا فعل اپنے چیدہ و برگزیدہ کے ہاتھوں سے ظاہر کیا" (تبین الحق ص: ۳۳)

محمد امیر بندیالوی صاحب لکھتے ہیں: "معجزہ اور کرامت غیر اختیاری ہوتے ہیں" (دعوت الحق ص:۵۶، ناشر: مکتبیہ حسینہ سرگودھا)

نیز دیکھئے (خطبات بندیالوی ج:۱، ص:۴۰۱، دیوبندی لبادہ ص:۵۲، شیخ القرآن پنج پیر افکار و آثار ص:۱۳۹و۲۱۸)

رابعاً: اس کی بہترین تشریح دارالعلوم دیوبند کے محدثِ کبیر مولانا ظفراحمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ نے بھی ذکر کی ہے، چنانچہ اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد بریلویت اور مماتیت جیسے ذہن رکھنے والوں کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "مگر نہ معلوم اس کو استعانت مروجہ سے کیا تعلق ہے؟ کیا تفسیر مظہری میں کہیں بھی یہ ذکر ہے کہ اولیاء اللہ کو دور بیٹھنے یا مرنے کے بعد اپنی امداد کے لئے پکارا کرو؟ یا ان کے مزاروں پر جا کر خود ان سے ہی اپنی حاجتیں مانگا کرو...! جو عبارت فاضل سائل نے نقل کی ہے اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ اولیاء اللہ سے وفات کے بعد بھی کرامات کا ظہور ہوتا ہے،

اس کا کون منکر ہے؟ مگر ظاہر ہے کہ جس طرح زندگی میں جس قدر کرامات ان سے ظاہر ہوتی تھیں ان میں فاعل و متصرف اور قادر صرف حق تعالیٰ ہے اور وہ محض ذریعہ اور وسیلہ ہوتے تھے، اسی طرح مرنے کے بعد بھی وہ خود کچھ نہیں کر سکتے بلکہ حق تعالیٰ اپنی قدرت سے ان کی ارواح کو ظہور کرامت کا وسیلہ اور ذریعہ بنادیتے ہیں اور در حقیقت وہ خدا تعالیٰ ہی کا فعل ہوتا ہے، پس اولیاء سے بعد وفات کے ظہور کرامات کا ہم کو بھی انکار نہیں" (مقالات عثمانی ج: ۲، ص: ۳۰۳)

ہمارا عقیدہ ملاحظہ فرمائیں:

اب اس کے بعد ہمارا (اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کا) عقیدہ ملاحظہ فرمائے:

ہمارا اور جملہ اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان برزخ میں جا کر عادۃً وعقیدۃً واپس دنیا کو نہیں آسکتا، نہ ان کی ارواح اور نہ اجسادِ عنصریہ (ہاں خرقِ عادت کا معاملہ جدا ہے جو قرآن کریم میں اور ہماری اور مخالفین سب کی کتابوں میں موجود ہیں) نہ کسی کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان (ہاں دعا و استغفار وغیرہ روحانیت الگ شے ہیں) نہ ان کو ہم حاجت روا مانتے ہیں اور نہ مشکل کشا و حاضر ناظر"

اب اس عقیدہ کے خلاف کسی کا کوئی عقیدہ، قول و فعل آجائے اور وہ شخص جتنا بھی بڑا اور معزّز کیوں نہ ہو، وہ دلائل کی بنیاد پر مردود ہی سمجھا جائے گا نہ کہ قابل قبول! ہاں یہ کوشش ہم ضرور کریں گے کہ اگر تاویلِ حسن ہو سکے تو ضرور کریں گے تاکہ شرعی قواعد موافق ہو کسی کو خواہ مخواہ کفر و شرک کی دلدل میں نہ پھنسائے اور نہ فتویٰ لگائے، اگر تاویل نہ ہو سکے تو ہم پر اس کی کوئی پابندی نہیں، احترام واکرام کے ساتھ وہ چھوڑ سکتے ہیں لیکن دلائل اور اپنا عقیدہ ہرگز چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

اب ہم دیکھیں گے کہ حضرت شیخ الحدیث باباجی صاحب رحمہ اللہ کی عبارت کی صحیح توجیہ و محملِ صحیحہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور صرف حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نہیں بلکہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (سمیت مماتیوں کے ممدوح شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ) کی عبارت کی بھی اگر صحیح تاویل ہوسکے تو فبہا ورنہ ہم اس کو چھوڑ سکتے ہیں لیکن اپنا عقیدہ کسی صورت میں بھی چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

اب سنئے! قاضی صاحب رحمہ اللہ کا حوالہ جو حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے، دراصل مماتی حضرات قاضی صاحب رحمہ اللہ پر براہ راست حملہ نہیں کرسکتے تو اس لئے سارا غصہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ پر نکالا جبکہ قانون و قاعدہ یہ ہے کہ ناقل پر صرف تصحیح نقل ہے (جس کی تفصیل گزر چکی ہے) اب معترضین کی ذمہ داری ہے کہ وہ نشاندہی کریں کہ شیخ صاحب رحمہ اللہ نقل کرنے میں صحیح ہیں یا ان سے کوئی کمی وبیشی ہوئی ہے؟ جبکہ ساتھ ہی حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے اس کی نفی بھی کی ہے کہ خبردار! اس سے یہ ظاہری و حقیقی مراد نہیں کہ مردے اپنے لوگوں کی نصرت وامداد کرتے ہیں بلکہ اس سے مجازی معنی مراد ہے (وہ مجازی معنی کیا ہے؟ وہ آخر میں ملاحظہ فرمائیں) اور وہ مجاز عقلی ہے جیسا کہ کتب بلاغت میں یہ قاعدہ مذکور ہے کہ اگر کوئی ملحد شخص کہے "انبت الربیع البقل" کہ موسم بہار نے سبزی اُگائی تو یہ غلط اور قابل گرفت ہے کیونکہ ملحد اس اسناد کو اسنادِ حقیقی سمجھتا ہے لیکن یہ جملہ جو ملحد بولتا ہے، اس کے لئے جملہ کفریہ ہی ہے۔

اور اگر کوئی مسلمان یہ جملہ کہہ دے تو جائز ہے کیونکہ وہ اسناد حقیقی سمجھ کر نہیں بولتا بلکہ اسنادِ مجازی سمجھ کر بولتا ہے، مسلمان سمجھتا ہے کہ سبزیاں اُگانے والا

موسم نہیں بلکہ صرف اللہ ہی ہے، وہ خداپرایمان رکھتاہے، یہ پانی دینا، کھاد دینااور موسم وغیرہ کھیتی اُگنے کے اسباب ہیں اوران اسباب کو فاعل بناکران کی طرف نسبت کرنااسنادِ مجازی ہے، اس لئے وہ مجازی طورپر کہہ رہاہے کیونکہ وہ ایک ظاہری سبب ہے۔ یا اسی طرح کوئی کہتاہے کہ طبیب (ڈاکٹر/ حکیم/ دوائی) نے مریض کوشفادی جبکہ دوائی ایک سبب ہے اصل شفاء دینے والاصرف تواللہ ہی ہے، حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ موحّد ہیں، مسلمان ہیں، اس لئے فرمایاکہ قاضی ثناءاللہ مظہری رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۲۲۵ھ) کے اس قول میں نسبت مجازی ہے اور ایساہی قول خود مماتیوں نے بھی نقل کیا ہے چنانچہ حافظ منصب خان حضروی اشاعتی صاحب اپنی کتاب میں ایک فتویٰ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سوال:... (۲) مولانا حسین علی موصوف یاان کے رفقاء اور وہ صاحب جواپنے آپ کو دیوبندی کہتاہو اور حضور ﷺ کو مجازاً شافی الامراض، دافع البلیات، مشکل کشا وغیرہ بذریعہ عام تقاریر ثابت کرتاہو اور ہر دور میں ازروئے شریعت اقتداء کس کی جائزہے یا کس کوترجیح دی جائے؟

الجواب:.. (۲) ان امور مذکورہ کا ثابت کرنا بطور مجاز کے آنحضرت ﷺ کے لئے جائزہے مگر عوام الناس میں اس کابیان کرنادرست نہیں کیونکہ عوام اس کے سمجھنے سے قاصرو عاجزہوتے ہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم، اجابہ و کتبہ حبیب المرسلین نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی بہ حکم مفتی اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب" (اظہارِ حقیقت ص:۴۸و۴۹)

الغرض: حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے اس قول کامطلب یہ ہوا کہ فوت شدہ حضرات کے ذریعے اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی مدد کرتاہے (دعاءً، توسّلًا) نہ کہ فوت شدہ حضرات قبروں سے نکل کرخودلوگوں کی نصرت اور مدد کرتے ہیں حاشاوکلا....! اس لئے تو

(ان کے دیگر عقائد صحیحہ وسلیمہ کے باوجود) آخر میں لکھتے ہیں کہ یہ کرامت ہے! جب کرامت ہوئی تو کرامت میں ولی کا اختیار نہیں ہوتا، یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جو مخلوق سے عقیدہ کاٹ کر اللہ تعالیٰ پر عقیدہ مضبوط کرادیتا ہے تو یہ اچھا کام ہے یا کہ شرک ہے؟ استغفراللہ! اللہ تعالیٰ کسی کو ایسی الٹی عقل وسوچ نہ دیں جیسی بریلوی و مماتی (معترضین) کی ہے۔

خود باباجی صاحب رحمہ اللہ سے اس کی توضیح:

آخر میں خود حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ سے اس جملے کی وضاحت لیجئے!

حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ اپنی اس عبارت کی تشریح خود ہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وقد تواتر کثیر من الاولیاء...الخ

اس کا حل صرف یہ ہے کہ اولیاء اللہ سے وفات کے بعد بھی کرامت کا ظہور ہوتا ہے، اس کا منکر کون ہے؟ مگر ظاہر ہے کہ جس طرح زندگی میں جس قدر کرامات ان سے ظاہر ہوتی ہیں کہ ان میں فاعل و متصرف اور قادر صرف حق تعالیٰ ہے اور وہ محض ذریعہ اور وسیلہ ہوتے ہیں، اسی طرح مرنے کے بعد بھی وہ خود کچھ نہیں کرسکتے بلکہ حق تعالیٰ اپنی قدرت سے ان کی ارواح کو ظہور کرامت کا وسیلہ اور ذریعہ بنادیتے ہیں اور درحقیقت وہ خدا تعالیٰ ہی کا فعل ہوتا ہے"

مولوی حمداللہ بقلم خود (مہر) ۲۰۱۷-۷-۳

آگے اصل سکین (عکس ووثیقہ) ملاحظہ فرمائیں.

اس کے بعد بھی اور وضاحت ہو سکتی ہے.....؟!

فائدہ: معجزہ و کرامت غیر اختیاری ہے، یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہے، اس میں ولی یا نبی کا کوئی دخل نہیں، اس موضوع پر ہمارے استاذ محترم، مناظر اسلام، وکیل احناف، ترجمانِ علماء دیوبند حضرت مفتی محمد ندیم المحمودی صاحب حفظہ اللہ کا مناظرہ بھی ہو چکا ہے جو ویڈیو کی شکل میں موجود ہے اور کتابی شکل میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ فللّٰہ الحمد والمنۃ.

علامہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کی عبارت:

حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی عبارت کا مفصل جواب تو ہو گیا بحمدہٖ تعالیٰ لیکن اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر قاضی صاحب رحمہ اللہ کی عبارت (جو شیخ صاحب رحمہ اللہ نے نقل کی ہے) کا کیا جواب ہوگا؟ تو یہی ہمارا مطالبہ ہے کہ معترضین خود ان کی عبارت کی توضیح کر دیں یا اپنی موروثی عادت کے موافق قاضی صاحب رحمہ اللہ کو بھی کفر و شرک کے فتویٰ سے نوازیں العیاذ باللہ، یہی تو ان کے حلق میں مچھلی کا کانٹا ہے جس کو نہ تو مماتی نگل سکتے ہیں اور نہ اگل سکتے ہیں کہ اگر قاضی صاحب رحمہ اللہ کی یہ عبارت درست ہے اور صحیح ہے تو پھر حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ پر کفر اور شرک کے فتوے کیوں؟ اور اگر کفر و شرک ہی ہے تو صرف حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ پر ہی فتویٰ کیوں...؟ مفسر قرآن قاضی صاحب رحمہ اللہ پر کیوں نہیں...؟!

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اس لئے ہم قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کی اس عبارت کا جواب قصداً عمداً چھوڑتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟ اور کیا معلوم کہ جواب دے بھی سکتے ہیں یا نہیں؟ ورنہ ہم نے اپنی کتاب "توضیحات عبارات

اکابر حصہ دوم" میں تفصیلی جواب دیا ہے، طبع ہونے پر قارئین کرام وہاں تفصیلی جواب ملاحظہ فرمالیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ اور صرف یہی نہیں بلکہ مزید بھی سنیئے:

چونکہ یہ لوگ (مماتی) اپنے آپ کو حنفی بالخصوص خالص دیوبندی کہتے ہیں اور مزے کی بات تو یہ کہ ماشاء اللہ دوسروں کو بناسپتی دیوبندی کہتے ہیں... ! واہ سبحان تیری قدرت ! توہم یہاں قاضی صاحب رحمہ اللہ کی عبارت کے جواب دینے کا قرض انہی پر چھوڑتے ہیں بلکہ بطور الزام اہل باطل (غیر مقلّدین) کے مزید اعتراضات بھی نقل کر دیتے ہیں جو کہ ان سے ملتے جلتے ہیں، ان عبارات پر ہم احناف اور علماء دیوبند کی تکفیر وتضلیل کرتے ہیں العیاذ باللہ کہ آپ کے مسلک ومشرب میں ہے کہ ارواح مدد کر سکتی ہیں وغیرہ۔

یہ لوگ تو حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ پر کفر کے فتویٰ لگاتے ہیں جبکہ مخالفین انہی پر فتویٰ لگاتے ہیں اس لئے یہ لوگ بھی مطعون ہیں لہٰذا اپنے ذمہ سے یہ قرض ادا کریں !!

الزامی حوالہ جات: حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ اور حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ پر الزاماتِ فاسدہ لگانے سے پہلے ذرا اپنے گھر کا حوالہ ملاحظہ کیجئے، چنانچہ آپ کے مسلک کے محققِ کبیر مولوی حسین نیلوی صاحب لکھتے ہیں:

"جس طرح حیات دنیا میں ارواح ابدانِ عنصریہ کے ذریعے متحرک ہوتی ہیں اور تمام اعمال وتصرفات بجالاتی ہیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور بعض کاملین کی ارواح وفات کے بعد عالمِ برزخ میں مثالی اور برزخی اجسام کے ذریعے حرکت کرتی اور نماز پڑھتی، تلاوتِ قرآن، حج اور کئی دوسرے اعمال بجالاتی ہیں۔ اگر کسی کامل بزرگ کو حالت بیداری میں کسی پیغمبر یا کسی فوت شدہ ولی کی زیارت بشکلِ انسانی

نصیب ہو جائے تو یہ شکل اس کی مثالی شکل ہے اور اس کی رُوح جسم میں متشکل ہو کر اس کے سامنے آئی ہے اور اس کا عنصری جسم قبر میں بلاحرکت و جنبش موجود ہوگا”
(ندائے حق: ۱/۵۵۷)

☆... مولوی شہاب الدین خالدی صاحب لکھتے ہیں:

”یہی برزخی جسم ہے جو جنت کی سیر کرتا ہے نماز پڑھتا ہے حج کرتا ہے اور کبھی کبھار بزرگ کو حالت بیداری میں کسی نبی یا کسی فوت شدوں کی زیارت انسانی شکل میں نصیب ہو جاتی ہے ان برزخی جسموں کو مثالی اجسام کہتے ہیں یعنی یہ جسم دنیا والے تو نہیں ہیں لیکن انہیں جیسے ہیں یعنی ان کی مثل ہیں انہی مثالی جسموں کے ساتھ انبیاء علیہم السلام اور بعض کاملین کی اراواح وفات کے بعد عالم برزخ میں حرکت کرتی ہیں نماز پڑھتی ہیں اور تلاوت قرآنی کرتی ہیں حج اور دوسرے اعمال بجالاتی ہیں۔“ (عقائد علماء اسلام صفحہ ۱۱۳)

بتلایا جائے کہ کیا اس پر بھی ”ینصرون اولیائھم“ اور بعد از موت تصرفات کے اعتراضات ہو سکتے ہیں ؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں...؟ بالتفصیل بیان کریں۔

☆... مماتیوں کے انتہائی معزّز ممدوح اور مفسر القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کی طرف منسوب تفسیر میں بھی ایک عجیب حوالہ موجود ہے، چنانچہ وہ اصل عبارت کے طور پر ملاحظہ فرمالیں:

”ایک اشکال: یہاں ایک اشکال ہے جس نے بڑے بڑوں کو متحیر و سرگرداں کر رکھا ہے... وہ یہ ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام کی ارواح کا مقام و مستقر اعلیٰ علیین ہے اور وہ نہ ان کے عنصری ابدان میں موجود ہیں اور نہ قبروں کے قرب و جوار میں اور ان کے ابدان قبروں میں مدفون و محفوظ ہیں اور ارواح کا ابدان میں اعادہ نفخہ ثانیہ پر ہوگا

اور اس وقت قبروں سے نکلیں گے اس سے پہلے نہیں لیکن صحیح حدیثوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے شب معراج میں مختلف آسمانوں پر کئی انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی اور بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کی امامت بھی فرمائی، نیز حدیث میں ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے کثیب احمر کے قریب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا نیز آپ نے فرمایا میں نے یونس علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اونٹنی پر سوار تلبیہ پڑھ رہے ہیں اور وادی میں اتر رہے ہیں اور بعض کاملین نے حالت بیداری میں حضور ﷺ اور حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا بعینہٖ یہی اشکال غیر انبیاء کے بارے میں ہے کیونکہ بعض کاملین کو بھی بیداری کی حالت میں دیکھا گیا ہے تو ان مشاہدات اور منصوصات سے بظاہر یہ قاعدہ ٹوٹتا ہوا نظر آرہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور دیگر اموات کے ابدان عنصریہ میں نہ قبروں میں جنبش ہوتی ہے اور نہ ہی قیامت سے پہلے وہ قبروں سے باہر نکلیں گے۔

اشکال کا حل: اس اشکال کے کئی حل پیش کئے گئے ہیں لیکن بیشتر توجیہات دل کو مطمئین نہیں کر سکتیں بلکہ ان سے مزید پیچ در پیچ اشکالات پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں صرف ایک حل ایسا ہے جس سے یہ اشکال نہایت عمدہ طریقہ سے حل ہو جاتا ہے اور کوئی الجھن باقی نہیں رہتی، محققین علماء اور صوفیاء نے بھی اسے ترجیح دی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح حیات دنیا میں ارواح ابدان عنصریہ کے ذریعے متحرک ہوتی اور تمام اعمال و تصرفات بجالاتی ہیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور بعض کاملین کی ارواح وفات کے بعد عالم برزخ میں مثالی اور برزخی اجسام کے ذریعے حرکت کرتی اور نماز، تلاوت، قرآن، حج اور کئی دوسرے اعمال بجالاتی ہیں، اگر کسی کامل بزرگ کو حالت بیداری میں کسی پیغمبر یا کسی فوت شدہ ولی کی زیارت بشکل انسانی نصیب ہو جائے تو یہ شکل اس کی مثالی شکل ہے اور اس کی روح مثالی جسم میں متشکل ہو کر اس کے سامنے

آئی ہے اور اس کا عنصری جسم قبر میں بلا حرکت و جنبش موجود ہوگا، علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں... اور دوسری جگہ فرماتے ہیں: "الارواح المقدسۃ قد تظھر متشکلۃ و یجتمع بھا الکاملون من العباد وقد صح انہ صلی اللہ علیہ وسلم رأی موسی علیہ السلام قائما یصلی فی قبرہ ورأہ فی السماء وراٰہ یطوف بالبیت۔" (روح المعانی ج:۱۵، ص:۳۲۷) پاکیزہ روحیں کبھی متشکل ہو کر ظاہر ہوتی ہیں اور کامل بندے ان سے ملاقات کرتے ہیں اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے حضرت موسی علیہ السلام کو کھڑے ہو کر قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور شب معراج میں ان کو آسمان پر بھی دیکھا اور انہیں خانہ کعبہ کا طواف کرتے بھی دیکھا اور بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کے بارے میں آپ کا اپنا ارشاد ہے جس کی امام ابو یعلی رحمہ اللہ نے مسند میں امام طبرانی رحمہ اللہ نے کبیر میں تخریج کی ہے قال مثل لی النبیون فصلیت بھم (بیضاوی ج: ۳، ص: ۱۱۲، مظہری ج: ۵، ص: ۳۹۹) حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام میرے لئے مثالی اجسام میں حاضر کئے گئے اور میں نے انہیں نماز پڑھائی... ابن منیر وغیرہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کی روح کو مثالی جسم عطا فرما دیتا ہے اور وہ جس طرح خواب میں دکھائی دیتا ہے اسی طرح بیداری میں بھی نظر آتا ہے... اسی طرح اگر کسی خوش بخت انسان کو بیداری میں آنحضرت ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہو جائے تو اکثر صوفیہ یہ فرماتے ہیں کہ اس نے آپ کے جسم مثالی کی زیارت کی ہے نہ کہ جسم عنصری کی... اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام کو کئی بزرگوں نے عالم بیداری میں دیکھا ہے تو چونکہ قول محقق اور مسلک صحیح کے مطابق ان کی وفات ہو چکی ہے اس لئے صوفیائے کرام میں سے بھی بعض کاملین نے فرمایا ہے کہ خضر علیہ السلام کی رؤیت مثالی اور عالم مثالی کی چیز ہے جسد عنصری کے ساتھ نہیں" (تفسیر جواہر القرآن ج:۱، ص: ۱۹۴ و ۱۹۵)

شیخ القرآن رحمہ اللہ سے منسوب تفسیر کے اس حوالے سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں:

(۱) جس طرح حیات دنیا میں ارواح ابدان عنصریہ کے ذریعے متحرک ہوتی اور تمام اعمال و تصرفات بجالاتی ہیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور بعض کاملین کی ارواح وفات کے بعد عالم برزخ میں مثالی اور برزخی اجسام کے ذریعے حرکت و تصرّف کرتی ہیں۔

(۲) کاملین کی ارواح برزخ میں نماز، تلاوت، قرآن، حج اور کئی دوسرے اعمال بجالاتی ہیں۔

سبحان اللہ! حج کے لئے یہ کاملین واپس اِسی دنیا میں آئیں گے یا برزخ میں ہی ارکانِ حج موجود ہوں گے؟ اسی طرح کئی اعمال جیسے جہاد، زکوۃ، خیرات، کسی کی مدد، کسی کے ساتھ خیر خواہی شامل ہوں گے یا نہیں؟ ان سب سوالوں کے جوابات مماتی حضرات ہی دے سکتے ہیں...!

(۳) نبی یا فوت شدہ حضرات کی زیارت بھی ہو سکتی ہے۔

(۴) ملاقات کے لئے روح جسم مثالی میں متشکل ہو کر سامنے آتی ہے...!
مطلب (بقول ان کے) روح واپس دنیا میں آسکتی ہے اگرچہ جسد عنصری بلاحرکت قبر میں مدفون ہوتا ہے۔

(۵) حضرت نبی اکرم ﷺ نے حضرت موسی علیہ السلام کو کھڑے ہو کر قبر میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

(۶) میت جس طرح خواب میں دکھائی دیتی ہے اسی طرح بیداری میں بھی نظر آتی ہے۔

(۷) خضر علیہ السلام جو فوت ہو چکا ہے ان کو بھی کئی بزرگوں نے عالم بیداری میں دیکھا ہے۔

(۸) صرف شیخ القرآن رحمہ اللہ ان مذکورہ باتوں میں شریک نہیں بلکہ کاتب سجاد بخاری صاحب اور جملہ مماتی حضرات بھی اس میں شامل ہیں، بلکہ خود شیخ الحدیث سجاد بخاری صاحب مرحوم نے بھی اپنی کتاب "اقامۃ البرہان صفحہ ۱۷۱ و ۱۷۷ میں فوت شدہ حضرات کو دیکھنے کی بات اور اس کی توجیہ بیان کرچکا ہے، اسی وجہ سے مولانا ابواحمد جمشید صاحب مماتی اس حوالے کو دیکھ کر پریشان ہو گئے اور یوں لکھنے پر مجبور ہوئے:

"اب آخر میں علمائے دیوبند کی چند باتیں وہ نقل کردیتا ہوں جن سے لوگ کفر اور شرک میں مبتلا ہو سکتے ہیں اور چند باتیں اس لئے کہہ دیں کہ اگر علمائے دیوبند کی ساری کتابوں سے وہ کفر اور شرک کے پھیلنے والی باتیں میں نقل کرنا شروع کردوں تو پھر تو صرف اُنہی سے یہ کتاب بھر جائے گی... (اس ضمن میں پھر شیخ القرآن رحمہ اللہ کی یہی مذکورہ حوالہ نقل کرکے بطور تبصرہ لکھتے ہیں) میں ابواحمد جمشید کہتا ہوں کہ شیعہ اور بریلوی بھی تو یہ نہیں کہتے کہ نبی کریم ﷺ کا جسم مبارک اپنی قبر مبارک سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لاتا ہے... بہرحال شیخ القرآن غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کے اس مضمون سے کفر اور شرک کو قوت ملتی ہے... صحیح بات یہ ہے کہ نیک لوگوں کی ارواح آسمانوں کے اوپر جنتوں میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں مشغول ہیں" (نفی سماعِ انبیاء واموات ص:۵۳۹ و ۵۴۷)

اتنی صراحت کے ساتھ کہتے ہیں "علمائے دیوبند کی کتابوں میں کفر اور شرک ...الخ" کہ پڑھنے والا وادی حیرت میں ڈوب جاتا ہے کہ آخر یہ مصنف کہیں بریلوی تو نہیں ہے یا غیر مقلدین کی طرح آزاد مزاج کا مالک ہے کہ اتنے صاف انداز میں علمائے

دیوبند پر اپنی بیمار اور انقص سوچ کے مطابق کفر و شرک کے فتوے لگاتا ہے...؟ اور پھر سینہ زوری اتنی کہ اپنے آپ کو خالص دیوبندی اور دوسرں کو بناسپتی دیوبندی اور نہ جانے کیا کیا دعوے کرتے ہیں اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم

...سوالات...

ہم یہاں موقع کی مناسبت سے مخالفین کے مختصراً چند اعتراضات پیش کرتے ہیں جو مماتیوں کی طرح کے اعتراضات پر مشتمل ہیں، قطع نظراس کے کہ یہ اعتراضات درست ہیں یا نہیں اوران اعتراضات میں کتنا وزن ہے..؟

(۱) بعض لوگ ارواح سے مدد مانگنے کے لئے مفسرین کے جن اقوال سے استدلال کرتے ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے جب زلیخانے بدکاری کا مطالبہ کیاتوقرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ولقد ھمت بہ و ھم بھا لولا ان را برھان ربہ" (سورۃ یوسف آیت: ۲۴)

تووہ برہان اور دلیل کیا تھی جس سے یوسف علیہ السلام باز آگئے تو بعض مفسرین (قطع نظر راجح و مرجوح کے) کہتے ہیں کہ اس دلیل سے مراد یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کو یعقوب علیہ السلام کی صورتِ مثالی دکھائی گی مثل لہ یعقوب۔ (متعدد کتب تفاسیر)

اب عرض یہ ہے کہ جن جن مفسرین کرام نے یہ بات لکھی ہے کیا ان پر کوئی فتویٰ لگے گا؟ اگر نہیں تو کیوں؟

(۲) مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "پس بزرگوں کی اروح مراد لینے کے ہم منکر نہیں ہیں" (سوانح قاسمی: ۱/۳۳۳)

اب ہم منتظر ہیں کہ آپ (مماتی) حضرات اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟

تنبیہ: غیر مقلدین حضرات وخواتین! اس بات کو خوب ذہن نشین فرمالیں کہ یہاں پر ہمارے مخاطب صرف فرقہ اشاعۃ التوحید کے ساتھی ہیں ورنہ اس اعتراض کا تحقیقی وتفصیلی جواب ہماری کتاب "توضیحات عبارات اکابر حصہ دوم" میں دیکھیں گے ان شاء اللہ جس میں تحقیقی جواب کے ساتھ ساتھ آپ کے گھر سے بھی حوالہ جات موجود ہیں الحمد للہ!

(۳) مخالفین علماء دیوبند کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ ان کے مردے اپنے دوستوں کی مدد کرنے کے لئے قبروں سے باہر نکلتے ہیں اور دلیل میں یہ حوالہ نقل کرتے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند میں جس وقت عارضی طور کچھ اختلافات تھے تو اس وقت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ قبر سے باہر نکل کر آئے اور فرمانے لگے کہ محمود حسن سے کہہ دو کہ وہ اس جھگڑے میں نہ پڑے (ارواح ثلاثہ ص: ۱۸۵، سوانح قاسمی: ۱/۳۳۲)

تو عرض ہے کہ غیر مقلدین کے اس اعتراض کا آپ (مماتی) حضرات کیا جواب دیں گے؟

یاد رہے! غیر مقلدین کے اعتراض پر آپ حضرات کے موروثی قول "میں نہیں مانتا" سے جان نہیں چھوٹے گی بلکہ بات ثابت کرنا ہوگا کہ اس کے قائل کا کیا حکم ہے؟؟

اور ساتھ یہ بھی تکراراً عرض کرتا چلوں کہ اس کا جواب ہم "عبارات اکابر حصہ اول" میں دے چکے ہیں الحمد اللہ لیکن یہاں ہم ان سے فقط الزاماً مطالبہ کرتے ہیں۔

(۴) اسی طرح غیر مقلدین حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے لکھا ہے کہ ابن جلاء رحمہ اللہ کو نبی کریم ﷺ کی قبر سے روٹی مل گئی تھی (فضائل صدقات) تو کیا یہ بھی اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں ..؟؟

ساتواں اعتراض: علم الغیب لغیر اللہ

اعتراض: شیخ ڈاگئی باباجی کہتے ہیں کہ علم الغیب لغیر اللہ ثابت ہے۔ (الزخائر ص:۳۶)

الجواب: واقعی مماتی حضرات نے بریلویوں کی بھی ناک کاٹ لی ہے، ان کا دعویٰ ہے کہ حضرت شیخ الحدیث ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ کا عقیدہ کفریہ و شرکیہ ہے (معاذاللہ) اور دلیل "ذخائر" نامی کتاب سے پیش کی ہے، مماتی حضرات نے دجل سے کام لیا ہے! اس جماعت میں کوئی اتنا انصاف پسند نہیں ہے جو ان سے پوچھ لے کہ شیخ القرآن شریف صاحب! یہ "الزخائر" کتاب کس کی ہے اور اس کا مصنف کون ہے؟ اگر مصنف کوئی اور ہے (اور یقیناً ایسا ہی ہے) تو پھر کیا اس پر حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی کوئی تقریظ یا پسند فرمودہ درج ہے کہ اس کتاب کو بھی حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے کھاتے میں ڈال دیا...؟

کتاب کسی اور کی اور الزام حضرت باباجی صاحب رحمہ اللہ پر...؟ اتنی عداوت و بغض اور بے جا الزاماتِ فاسدہ...! قیامت اور روزِ محشر کا ذرا سا خوف بھی نہیں...؟ رہا علمِ غیب کا دعویٰ! تو ہم نے گزشتہ صفحات میں حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی زبانی انہی کے خط سے یہ دکھایا تھا کہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا "میرے متعلق چند حضرات بعض عقائد مثلاً علم غیب... حاضر ناظر... کے بارے میں شکوک و شبہات میں ہیں، ان تمام عقائد میں میرا نظریہ وہی ہے جو میرے استاذ محترم شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ اور جملہ حضرات دیوبند کا ہے جو "المہند علی المفند" اور "براہین قاطعہ" میں مذکور ہے۔

لہٰذا میری کتاب "البصائر" کی وہ چند مغلق عبارات جن کو بعض حضرات یا تو سمجھ نہ سکے اور یا سمجھنے کی کوشش نہیں کی، جن کو میں نے کتب اہل السنۃ والجماعۃ

سے نقل کیا ہے توان کی وہی تشریح مراد ہے جو اکابرین دیوبند کرتے ہیں اور میں ہر اس عقیدے کو غلط سمجھتا ہوں جس کو اکابر علماء دیوبند غلط سمجھتے ہیں" (خط)

قارئین کرام! خدا کے لئے ذرا انصاف سے کام لیں اور بتائیں کہ اس واضح اعلان کے بعد بھی حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کو علم الغیب کا قائل قرار دینا کہاں کا انصاف ہے..؟

یاد رہے مماتیوں نے حضرت شیخ ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ کے استاذ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ پر بھی علم غیب کا الزام لگایا ہے دیکھئے (تحفۃ الاشاعۃ ص: ۲۹۸)

مماتیوں کے اُصول سے بری الذمہ ہونا:

حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ تو خود اہل اشاعت کے اپنے اُصول سے بھی علمِ غیب کے نافی اور منکر ہیں،

جس کی تفصیل یہ ہے کہ اشاعت کے ایک عالم مولوی صدیق اکبر صاحب لکھتے ہیں:

"عالم الغیب اور حاضر و ناظر میں تلازم من الجانبین ہے" (دیوبندی لبادہ ص: ۱۰۷)

جبکہ حاضر ناظر کی نفی پر تو حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کا حوالہ بھی گزر چکا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

"نعم لاینبغی أن یعتقد ان ارواح المشائخ حاضرۃ ناظرۃ فی کل وقت وکل مکان" (البصائر ص: ۵۳)

ترجمہ: جی ہاں! ایسا عقیدہ رکھنا مناسب نہیں کہ مشائخ کی ارواح ہر وقت اور ہر مکان میں حاضر و ناظر ہوتی ہیں۔

جب حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ حاضر ناظر کے منکر ہوگئے تو علمِ غیب خود مماتی حضرات کے اُصول کی روشنی میں رفع دفع ہوگیا الحمد للہ!

الزامی حوالہ : پنجپیریوں ! ذرا اپنے گھر کی خیر مناؤ! سوشل میڈیا پر بھی وہ ویڈیو وائرل ہو چکی ہے جس میں مماتی حضرات کثیر شیوخ سمیت بانی جماعت اشاعۃ شیخ طیب صاحب کی موجودگی میں یہ نعرہ لگا رہے ہیں کہ :

"ہر خبر سے باخبر — شیخ طیب طاہری شیخ طیب طاہری"

اشاعتی حضرات سے سوال ہے کہ کیا یہ علمِ غیب نہیں..؟ گویا

الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

☆... محترم محمد مطہر صاحب اپنے شیخ القرآن مولانا محمد طاہر صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں :

"جب (عورت، ناقل) قبروں کے پاس آجاتی ہے تو میت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے" (شیخ القرآن پنج پیر افکار و آثار ص: ۱۳۲)

مماتیوں کے نزدیک نیک لوگوں کی رُوح علیّین (ساتویں آسمان پر) اور برے لوگوں کی رُوح سجّین (ساتویں زمین) میں ہوتی ہے، سوال یہ ہے کہ رُوح اتنی دُور سے زندہ (زائر) کی معرفت کیسے کرتی ہے کہ یہ زیارت کرنے والی عورت ہے؟ کیا یہ علم غیب نہیں...؟ اگر نہیں تو تفصیل سے اور صرف دلیل کی رُو سے بتا دیں تاکہ لوگوں کا آپ حضرات کے عقیدہ اور منہج پر شک مرتفع ہو جائے !

آٹھواں اعتراض: نذر لغیر اللہ

اعتراض: شیخ ڈاگئی باباجی کہتے ہیں کہ نذر لغیر اللہ ثابت ہے۔ (حاشیہ البصائر ص:۱۴۱)

الجواب: کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا...!

اس اعتراض و الزام کے جواب میں بھی ہم یہی کہہ سکتے ہیں "لعنة الله علی الکاذبین" ہمارا اس بات پر یقین مزید پختہ ہوگیا کہ مماتی حضرات جب تک جھوٹ نہ بولیں، دجل سے کام نہ لیں، تب تک ان حضرات کے اعتراضات کا لقمہ نہیں بن سکتا! حسب سابق اس الزام کا بھی حقیقت کے ساتھ دُور دُور تک کوئی تعلّق نہیں کیونکہ میرے پاس موجود دونوں نسخوں میں سے کسی بھی نسخے میں کوئی ایسا حاشیہ نہیں جو باباجی صاحب رحمہ اللہ کا قول ہو اور اس میں مذکورہ عبارت ہو! یہ بھی اُن پر الزام اور تہمت ہے۔ ہاں! اگر کسی مخالف (مماتی، بریلوی وغیرہ) نے اس پر حاشیہ نگاری کی ہو تو یہ باباجی صاحب رحمہ اللہ کا عقیدہ ہوا یا کہ خود اسی بدمذہب محشّی کا عقیدہ ہوا...؟! دعویٰ تو معترضین کا یہ ہے کہ "شیخ ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ کا عقیدہ کفریہ و شرکیہ ہے" اور قول و عقیدہ کسی اور کا پیش کیا گیا ہے..؟

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا
بھان متی نے کنبہ جوڑا

جبکہ اس الزام کے برعکس خود حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ فرما چکے ہیں:

"النذر لغیر الله حرام" (البصائر ص:۱۲۵)

اور دوسری جگہ بھی تصریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "فلا شک ان النذر لغیر الله حرام باجماع العلماء" (ایضاً ص:۲۳۸)

کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ نذر لغیر اللہ حرام ہے۔
قارئین کرام! آپ خود انصاف فرمائیں کہ ان ظالموں نے کتنے افتراء اور الزام تراشی سے کام لیا ہے اور ان لوگوں کو جھوٹ بولنے کی ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ اب یہ لوگ اپنے جھوٹ کو ہی سچ باور کرتے ہیں اور جب ان کی کتابیں جھوٹ سے لبریز، ان کے بیانات جھوٹے دعووں سے متّصف تو پھر ان کے اصاغر کیوں نہ جھوٹ کے عادی ہوں گے؟

اسی وجہ سے تو شیخ عبدالسلام رستمی صاحب کا اقرار بھی گزر چکا ہے کہ پنج پیریت میں جھوٹ بولنا گناہ نہیں سمجھا جاتا (اگلے اعتراض کے جواب میں یہ حوالہ ملاحظہ فرمالیں گے ان شاء اللہ) اللّٰھم احفظنا من الکذب والغیبة والبھتان.

پس یہ بھی مماتیوں کی پرانی روش اور دائمی نزلہ ہے بلکہ خود مماتیوں کے مناظر محترم مولوی صدیق اکبر صاحب نے حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کو "نذرلغیراللہ حرام" کے قائل ہونے پر حوالہ جات لکھے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:
"مولوی حمداللہ جان صاحب لکھتے ہیں فالنذرلغیراللہ حرام (البصائر ص:۲۳۹)
یعنی غیر اللہ کے نام پر نذر کرنا حرام ہے" (دیکھئے تفصیلاً دیوبندی لبادہ ص:۱۲۶و۱۲۷)

نواں اعتراض: حاضر و ناظر کے قائل ہیں

اعتراض: ڈاگئی باباجی صاحب لکھتے ہیں: "النبی علیہ السلام والاولیاء الکرام حاضرون وناظرون" (البصائر ص:۱۸۶)
الجواب: یہ بھی ان کے بے شمار اکاذیب میں سے ایک سیاہ ترین جھوٹ ہے! لگتا یہی

ہے کہ پنج پیر مرکز میں جھوٹ بولنے کی مذمت نہیں ہوتی بلکہ جھوٹ بولنے کی خوب مشق کرائی جاتی ہے...!

ہم تو اس پر حیران ہیں کہ یہ لوگ کیسے ہر قدم پر جھوٹ بول لیتے ہیں؟ جھوٹ ان لوگوں کی فطرت ثانیہ بن چکی ہے! یہ لوگ حضرت شیخ الحدیث ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ کے متعلّق زندگی میں کتنے جھوٹ بول چکے ہوں گے؟ کتنے الزامات اور افتراء کرچکے ہوں گے...؟ ہم نے تو ابھی آنکھیں کھولی ہیں، ان بڑوں کی زندگی تو ہم نے نہیں دیکھی ورنہ ان کی زندگی اور حیات میں کتنے لوگوں نے ان جھوٹے مماتیوں پر ان کے جھوٹ کے سبب لعنت بھیجی ہوگی ؟ ہم جیسے اصاغر تو صرف اندازہ ہی لگا سکتے ہیں کہ اپنے باطل مذہب کو چمکانے کے لئے مماتی حضرات کتنی دیدہ دلیری سے جھوٹ بولتے اور الزاماتِ فاسدہ لگاتے ہیں۔

یہی فریاد تو خود شیخ عبدالسلام رستمی صاحب مرحوم بھی کرچکے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

"صد افسوس اس بات پر کہ پنج پیریت میں جھوٹ کو کوئی گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا ہے" (سہام الصیاد فی قلوب الحساد ص:۱۷)

اسی طرح مماتیوں کے مناظر یونس نعمانی صاحب نے اپنے مولویوں کے متعلق کہا ہے کہ "جھوٹ بولتا ہے" (دیکھئے سوالاتِ بے چین صفحہ:۱۲۹)

اور صرف ہم پر ہی نہیں بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ تک پر بڑی دیدہ دلیری سے جھوٹ باندھتے ہیں، چنانچہ مرکزی اشاعۃ التوحید والسنۃ کے بانی احمد سعید ملتانی صاحب نے امام بخاری رحمہ اللہ پر ان الفاظ میں اپنے دل کی بھڑاس نکالی: "امام بخاری کا ابراہیمؑ اور حضور ﷺ پر جھوٹ" (قرآن مقدس اور بخاری محدث ص:۴۹)

جب ایک شخص امام بخاری رحمہ اللہ جیسے عظیم محدث پر جھوٹ بول سکتا ہے تو مماتی حضرات ہمارے شیوخ پر کیونکر جھوٹ نہیں بولیں گے..؟

الغرض! حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے تو خود مسئلہ حاضر و ناظر کی تردید کی ہے جیسا کہ ہم نے ان کے عقائد اور ان کا خط گزشتہ مضمون میں ذکر کیا تھا! کیا اس واضح اور دوٹوک اعلان کے بعد بھی موصوف حاضر و ناظر کے قائل ہو سکتے ہیں...؟

بلکہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ اسی کتاب میں اس بدبودار عقیدے کی نفی کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "نعم لا ینبغی أن یعتقد ان ارواح المشائخ حاضرۃ ناظرۃ فی کل وقت وکل مکان" (البصائر ص:۵۳)

یعنی جی ہاں! ایسا عقیدہ رکھنا مناسب نہیں کہ مشائخ کی ارواح ہر وقت اور ہر مکان میں حاضر و ناظر ہوتی ہیں۔

جھوٹ کہنے سے جن کو عار نہیں
ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

فائدہ: مماتیوں کا ایسا الزام صرف حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ پر ہی نہیں بلکہ ان لوگوں نے ایسا فاسد الزام محدّثِ کبیر مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ پر بھی لگایا ہے دیکھئے (البرہان الجلی ص:۲۸، لمولوی خان بادشاہ)

مماتی حضرات کے پاس شرم نام کی کوئی چیز نہیں ہے اِسی وجہ سے ان کو کسی پر بھی جھوٹا الزام لگانے میں ذرا تردّد نہیں ہوتا بلکہ ڈھٹائی سے جھوٹ بول دیتے ہیں۔

دسواں اعتراض: تأتي الأرواح الی الدنیا بعد الموت ثابت

اعتراض: شیخ ڈاگئی باباجی صاحب لکھتے ہیں: "**تأتي الأرواح الی الدنیا بعد الموت ثابت**" (البصائر ص: ۱۷)

الجواب: قارئین کرام کاآپ حضرات کے جھوٹا ہونے پر مزید یقین پختہ ہو رہا ہے! آپ حضرات جتنے الزامات اور تہمتیں لگاتے ہیں اور ان میں جھوٹ کی آمیزش کرتے ہیں اُتنا ہی اللہ کے فضل و کرم سے آپ حضرات کا مردود اور ساقط العدالت ہونا لوگوں کی نظر میں بڑھ رہا ہے، اگر آپ لوگ خرقِ عادت کے طور پر عارضی طور پر بھی سچ بولیں تب بھی لوگ آپ حضرات پر مزید یقین کرنے کو تیار نہیں ہوں گے! ہم نے محوّلہ صفحہ دیکھا تو وہاں اس جیسی عبارت یا مفہوم کا اشارہ تک نہیں ہے! یہ بھی آپ لوگوں کا سیاہ بلکہ سفید جھوٹ ہے! بدقسمتی سے ہمارا واسطہ ایک ایسے فرقے سے پڑا ہے جس کے خمیر میں جھوٹ اور دجل سے کام لینا شامل ہے اور جن کے قلم سے کوئی بات نہیں نکلتی سوائے پروپیگنڈا کے!

ہاں! اگر کہیں شیخ صاحب رحمہ اللہ نے خرقِ عادت کے طور پر کرامتاً ایسے اقوال یا واقعات نقل کئے ہوں تو ان میں اعتراض کی کیا گنجائش...؟ آپ حضرات ہی کا اُصول ہے کہ "عادی اور خوارق ہر دو باہم متضاد ہیں، دونوں کا فاعل فقط اللہ تعالیٰ ہے" (تبین الحق ص: ۳۳)

اپنا ایک اور حوالہ بھی ملاحظہ فرمالیں، حافظ منصب خان خضروی صاحب پنج پیری لکھتے ہیں: "اور یہ اہل بدعت کا نظریہ ہے کہ معجزات (یا کرامات، ناقل) کو قانون اور عادت بنا کر ان سے احکامات (کفرو شرک وغیرہ، ناقل) ثابت کرنے لگے جس کی وجہ سے گمراہیوں کے گڑھوں میں جا گرے" (اظہار حقیقت ص: ۹۹)

مزید برآں اس پر تو محدثین کرام، احادیث بلکہ خود آپ ہی کے مسلک کی کتابیں بھی شاہد ہیں، اگر کہیں ضرورت محسوس ہوئی اور کسی نے جواب میں کچھ لکھا تو بہت سے حوالہ جات کا سامنا کرنا پڑے گا ان شاء اللہ الرحمٰن!

تاہم چلتے چلتے ایک دو حوالہ جات کی زیارت کریں، خضر حیات صاحب مماتی علّامہ سیوطی رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ علامہ صاحب کے نزدیک نبی ﷺ زندہ ہیں اور تصرّف بھی کرتے ہیں اور قبر مبارک سے نکل کر جہاں چاہیں چلتے پھرتے ہیں!! خضر حیات صاحب کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں: "علامہ سیوطی کا مفصل قول ہم سے سنیے وہ فرماتے ہیں.. پس حاصل ہوا مجموعہ اس کلام منقول سے اور احادیث سے کہ نبی ﷺ زندہ ہیں ساتھ روح اور جسم دونوں کے اور وہ تصرف کرتے ہیں اور چلتے پھرتے ہیں جہاں چاہیں زمین کے اطراف میں اور آسمان میں اور وہ اسی ہیئت پر ہیں جس پر قبل الوفات تھے آپ ﷺ سے کوئی چیز نہیں بدلی اور وہ آنکھوں سے غائب ہیں جیسا غائب کئے گئے ملائکہ باوجود ان کے باجساد ہم زندہ ہونے کے، پس جب ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ پردہ اٹھانا جس کو ارادہ کرے شرف بخشا اس کی زیارت کا، دیکھئے گا اس کو اس کی ہیئت پر جس پر تھے ...اور اذن دیا گیا واسطے ان کے نکلنے میں اپنی قبروں سے اور تصرف کرنے میں عالم علوی اور سفلی میں (روح المعانی ج ۲۲)

یہ ہے علامہ سیوطی کا مفصل اور واضح مسلک... سیوطی صاحب کے مسلک کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱) نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرامؑ حیات دنیوی حقیقی کے ساتھ زندہ ہیں۔

(۲) تمام انبیاء کرامؑ اطراف زمین اور ملکوت میں جہاں چاہتے ہیں آتے جاتے ہیں صرف آنکھوں سے پوشیدہ ہیں جیسے فرشتے موجود ہیں لیکن نظر نہیں آتے۔

(۳) تمام انبیاء کرامؑ عالم علوی سفلی میں تصرف فرماتے ہیں اور قبروں سے باہر تشریف لاتے ہیں۔" (الفتح المبین فی کشف مکائد الکاذبین ص:۷۵او۷۶او۷۸ا)

اور ایسا عقیدہ ہمارا ہے یا نہیں..؟ تو وہ بھی خود مماتیوں ہی کے گھر سے ملاحظہ فرمالیں:

چنانچہ مماتیوں کے مناظر مفتی امیر عبداللہ صاحب ڈیروی بھی علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے متعلق ایسا عقیدہ منسوب کرکے آخر میں لکھتے ہیں:

"ہمارے دیوبند کے ٹھیکداروں کا عقیدہ دونوں (حضرت قاسم نانوتوی اور علامہ سیوطی رحمہما اللہ، ناقل) حضرات سے نہیں ملتا" (اعلان حق ص:۸۴)

اور دو صفحے بعد لکھتے ہیں: "علامہ سیوطی کی طرف سے مسئلہ حیات جو منسوب ہے اس کے قائل صرف بریلوی ہیں آپ ان کے کب سے ہمنوا ہوگئے ہیں؟" (ایضاً ص:۸۶)

اب مماتی حضرات انصاف کی لاج رکھتے ہوئے دوسروں پر فتوے لگانے سے پہلے علامہ سیوطی رحمہ اللہ پر بھی فتویٰ لگائیں ورنہ قومِ شعیب علیہ السلام کی عادت اپنا کر اپنی آخرت مزید خراب نہ کریں۔

ہم نے پچھلے صفحات میں بھی یہ حوالہ درج کیا تھا اور موقع کی مناسبت سے مختصراً یہاں دوبارہ عرض کرتے ہیں کہ ایک مماتی مصنف مولانا ابو احمد جمشید صاحب اپنے مسلک کی اندرونی کہانی کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں لکھنے پر مجبور ہوئے:

"اب آخر میں علمائے دیوبند کی چند باتیں وہ نقل کردیتا ہوں جن سے لوگ کفر اور شرک میں مبتلا ہو سکتے ہیں اور چند باتیں اس لئے کہہ دیں کہ اگر علمائے دیوبند کی ساری کتابوں سے وہ کفر اور شرک کے پھیلنے والی باتیں میں نقل کرنا شروع کردوں تو پھر تو صرف اُنہی سے یہ کتاب بھر جائے گی..." اس ضمن میں پھر شیخ القرآن رحمہ اللہ کا ایک حوالہ نقل کرکے بطور تبصرہ لکھتے ہیں "میں ابو احمد جمشید کہتا ہوں کہ یہ شیعہ اور

بریلوی بھی تو یہ نہیں کہتے کہ نبی کریم ﷺ کا جسم مبارک اپنی قبر مبارک سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لاتے ہیں... بہر حال شیخ القرآن غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کے اس مضمون سے کفر اور شرک کو قوت ملتی ہے... صحیح بات یہ ہے کہ نیک لوگوں کی ارواح آسمانوں کے اوپر جنتوں میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں مشغول ہیں"

(نفی سماعِ انبیاء واموات ص: ۵۳۹ و ۵۴۷)

معلوم ہوا کہ احمد جمشید صاحب مماتی کے نزدیک شیخ غلام اللہ خان رحمہ اللہ اموات کے ارواح دنیا میں واپس تشریف لانے کا قائل ہیں۔

اگر ناحق تمہیں طوفان بپا کرنے کا چسکا ہے
تو حق والوں کو طوفانوں سے ٹکرانا بھی آتا ہے

بات مکرّر ہو جائیگی ہم نے گزشتہ صفحات پر یہ بات درج کی ہے کہ پنجپیری حضرات کی کتابوں میں بھی یہ بات موجود ہے کہ فوت شدہ حضرات سے ملاقات ہو سکتی ہے تو وہاں جو جواب دیا جاتا ہے وہ یہاں بھی متصوّر کریں.

نوٹ: ہم نے اس اعتراض کی تفصیلی خبر اپنی کتاب "توضیحاتِ عباراتِ اکابر حصہ اول" میں خوب لی ہے بفضلہٖ تعالیٰ، شائقین حضرات اس کتاب کی طرف مراجعت کریں۔

گیارہواں اعتراض: عرض الأعمال

اعتراض: "عرض الاعمال" کا عقیدہ شرکیہ ہے۔ (ملاحظہ کیجئے کتبِ مماتیت)

الجواب: اگرچہ ہم نے قلم صرف حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے دفاع میں اٹھایا تھا اس

لئے کہ آپ (مماتی) حضرات اُن کے متعلق لکھتے ہیں "ڈاگئ باباجی کا عقیدہ کفریہ و شرکیہ ہے" یا "ڈاگئ باباجی صاحب مشرک ہے" العیاذ باللہ، لیکن "عرض الاعمال" کو بھی آپ حضرات نے عملاً شرک کہا ہے حالانکہ یہ تو نری جہالت ہے کیونکہ اس کا کفر و شرک سے کیا تعلّق ہے؟ تاہم موقع کی مناسبت سے مختصراً چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں تاکہ آپ لوگوں کو پتہ چلے کہ اگر یہ کفر و شرک ہے تو پھر گنتے جائیں کہ کن کن محدثین اور اسلاف کو آپ کافر و مشرک قرار دے رہے ہیں معاذاللہ!

اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا موقف:

ہمارا اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا نظریہ اور موقف یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ پر امت کی اجابت کے اعمال فرشتوں کے ذریعے سے اجمالی طور پر پیش کئے جاتے ہیں، یہی بات من جملہ "مسند بزار" کی صحیح حدیث سے ثابت ہے دیکھئے (مسند بزار ج: ۳، ص: ۲۷۶)

علّامہ ظفراحمد عثمانی رحمہ اللہ اس حدیث کے متعلق کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند عمدہ ہے دیکھئے (فتح الملہم ج: ا، ص: ۴۱۳)

اس کے علاوہ اس مضمون کے متعلق تفصیل کے لئے درج ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں:

(ازالۃ الریب ص: ۵ ۴۰، تسکین الصدور ص: ۶ ۲۳، کلاھما للشیخ المحقق سرفراز خان صفدر، المعجم الکبیر للطبرانی ج: ۴، ص: ۹ ۲ ۱، کتاب الزہد لعبد اللہ بن مبارک ص: ۳۴۳، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج: ۴، ص: ۲۸۲، فہرست عقیدۃ الاسلام ص: ۱۱، للشیخ العلامۃ الکشمیریؒ، کتاب لاجواب در توحید ص: ۱۰۲)

بارہواں اعتراض: الطواف حول القبور جائز

اعتراض: شیخ ڈاگئی باباجی لکھتے ہیں: "**الطواف حول القبور جائز** " (البصائر ص: ۱۰۴)

الجواب: میں نے محولہ صفحہ بلکہ اگلے پچھلے کئی صفحات مزید بھی الٹ پلٹ کر دیکھ ڈالے مگر ایسی کوئی بھی عبارت نہیں ملی، عجیب لوگ ہیں؟ چشمِ فلک نے بھی ایسے جھوٹ کے ریکارڈ قائم کر دینے والے لوگ شائد کم ہی دیکھے ہوں گے! ان ظالموں کی تحاریر میں اتنا جھوٹ ہے تو عام حالات و واقعات میں کتنی دیدہ دلیری سے جھوٹ کے ریکارڈ قائم کر چکے ہوں گے...؟ یہ ظالم اسی طرح حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے خلاف جھوٹ گھڑ گھڑ کر عوام الناس کو دھوکہ دیتے رہے اور آج بھی بات بات پر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں اور اسی طرح اپنی عوام کالانعام اور عقل کے اندھوں کی دنیا میں "شیخ القرآن" کا لقب پا رہے ہیں اور اپنے آپ کو "ناصر السنۃ اور امام اہل السنۃ" کے لقب دلوا رہے ہیں... انا للہ وانا الیہ راجعون۔

باقی مفتی سلیمان ساجد صاحب مماتی کے بقول "موضوع سے ہٹ کر ہر بات کا جواب اور اس پر طویل کلام مقصود نہیں ہوتا (موت کا پیغام ص: ۴۲۸) لہٰذا ہم بھی اس پر مزید کلام سے پہلو تہی کرتے ہوئے اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

تیرہواں اعتراض: حیاۃ دنیوی اور حقیقی ہے نہ برزخی

اعتراض: شیخ ڈاگئی باباجی لکھتے ہیں: "حیاۃ دنیوی ہے نہ برزخی اور حیاۃ حقیقی ہے" (البصائر ص: ۲۴)

الجواب: یہ اعتراض بھی مماتیانہ اعتراض ہے یعنی اس کی عبارت ہمیں محوّلہ صفحے پر نہیں ملی، تاہم آپ کو ویسے ہی خالی ہاتھ واپس نہیں بھجواتے کیونکہ یہی اعتراض آپ (مماتی) حضرات کو "المہند علی المفند" پر بھی ہے اس لئے ہم یہاں جواب دینا ضروری سمجھتے ہیں:

اولاً: حیات تو واقعی حقیقی ہی ہے نہ کہ مجازی اور حقیقی حیات کسے کہتے ہیں؟ وہ شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی کتاب "تسکین الصّدور" وغیرہ میں دیکھ لیں لیکن یہ حیاتِ مجازی کیسی ہوتی ہے؟ ہم نے تو آج تک ایسی دلیل نہیں دیکھی لہٰذا مماتی حضرات اپنے اصولوں کی روشنی میں اس کی تعریف بتا دیں تاکہ ہم بھی اس حیات کو جان سکیں۔

ثانیاً: یہ جدید فرقہ معتزلہ کا جھوٹ ہے کہ آپ لوگ حیات برزخی کا انکار کرتے ہیں کیونکہ اسی "المہند" میں لکھا ہے کہ "برزخیة لکونها فی عالم البرزخ" یعنی اس معنی میں برزخی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے مگر معترضین اس صریح تحریر کو نظر انداز کرتے ہیں اور لفظ "لابرزخیة" سے استدلال کرتے ہیں، اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہاں عام لوگوں جیسی حیات برزخی ہونے کی نفی ہے مطلق برزخی ہونے کی نفی نہیں ہے مگر وہ مماتی ہی کیا جو صحیح بات کو تسلیم کرے! چلیں اب انہیں ان کا چہرہ (اعتراض) انہی کے آئینہ (کتاب) میں دکھاتے ہیں:

علامہ خضر حیات صاحب مماتی (جو آج تک استاذ المناظرین حضرت مفتی محمد ندیم المحمودی حفظہ اللہ کے مقروض ہیں) اپنے بڑے قاضی شمس الدین صاحب سے خود نقل کرتے ہیں: "برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے سب مسلمانوں کو یہاں نفی مطلق برزخی کی نہیں بلکہ برزخی مطلق کی نفی ہے اور یہ اہل علم پر ادنیٰ تامل سے واضح ہے" (المسلک المنصور ص: ۲۰۷ و ۲۰۷) آگے لکھتے ہیں "انبیاء کرام و شہداء کی قبر میں حیات ایسی

ہے جیسے دنیا میں تھی: تشبیہ بالحیاۃ الدنیا کی تصریح ہے، حیاۃ دنیویہ کی تصریح نہیں اور اوپر جہاں حیات ﷺ دنیویہ غیر تکلیف میں حیات دنیویہ کی تصریح ہے وہاں حضرات نے اس کا ترجمہ "حیات دنیا کی سی ہے" کرکے مقصد کو واضح کردیا کہ مراد تشبیہ بلیغ ہے حقیقت نہیں" (ایضاً ص:۲۷۱)

اور خضر حیات صاحب کا یہی حوالہ ان کی دوسری کتاب میں بھی لفظ بہ لفظ موجود ہے دیکھئے (الفتح المبین فی کشف مکائد الکاذبین ص: ۱۷۳ و ۱۷۴، وص: ۱۷۷)

یاد رہے خضر حیات مماتی صاحب نے یہ حوالہ اپنے مسلک اور فرقے کے مشہور عالمِ دین قاضی شمس الدین صاحب کی کتاب سے نقل کیا ہے دیکھئے (مسالک العلماء فی حیاۃ الانبیاء ص:۲۲۱)

اور مفتی سلیمان ساجد صاحب مماتی یوں دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "بذل المجہود (خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کی کتاب، وہ سہارنپوری رحمہ اللہ جس نے المہند علی المفند نامی کتاب لکھی) کی عبارت کا مقصد ہرگزیہ نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو ایسی حیات حاصل ہے جو دعویٰ میں ذکر کی گئی ہے اس پر علامہ کی دوسری عبارت خود دال ہے:

" انما وصفهم بالحيوة فى حق احكام الاخرة الا ترى الى قوله تعالى "بل احياء عندربهم يرزقون" فاما فى احكام الدنيا فالشهيد ميت يقسم ماله وتنكح امرأته بعد انقضاء العدة فوجوب الصلوة عليه من احكام الدنيا فكان ميتا يصلى عليه" (بذل المجہود ج:، ص: ۱۴، ص: ۱۰۳، بحوالہ البرھان الجلی ص: ۶۵)

ترجمہ: تحقیق ان کو حیات کے ساتھ آخرت کے احکام کے اعتبار سے موصوف کیا گیا، کیا تم اللہ تعالیٰ کے اس قول کو نہیں دیکھتے کہ "بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں، ان کو رزق دیا جاتا ہے" پس دنیا کے احکام میں شہید مردہ ہے، اس کا مال تقسیم کیا جاتا ہے،

اس کی بیوی کے ساتھ بعد از عدت نکاح کیا جاتا ہے، اس پر نماز کا ہونا دنیاوی احکام میں سے ہے، پس وہ دنیا میں مردہ ہے، اس پر نماز جنازہ پڑھا جاتا ہے۔

اسی طرح ان کی یہ عبارت بھی ہے:

"کفن رسول الله ﷺ فی ثلاثة اثواب النجرانية الحلة ثوبان وقميصه الذی مات فيه" (بذل المجہود ج:، ص: ۱۴، ص: ۱۲۰)

ان دونوں عبارتوں کو اگر ماقبل عبارت کے ساتھ جوڑ دیا جائے تو خود بخود قاضی صاحب کے دعوے کی تردید ہو جاتی ہے، قاضی صاحب انبیاء علیہم السلام کے لئے دنیاوی حقیقی زندگی ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں.. (الی ان قال) جب معلوم ہوا کہ سہارنپوری صاحب رحمہ اللہ شہید کے لئے موت کو تسلیم کرتے ہیں جس طرح حوالہ سے واضح ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی تسلیم کرتے ہیں۔ (موت کا پیغام ص:۳۶۹و۳۷۰)

اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

چودھواں اعتراض: قبروں سے تبرک، انتفاع واستمداد

اعتراض: شیخ ڈاگئی باباجی صاحب قبروں سے تبرّک اور قبر کے پاس دعا کرنے کے قائل ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ قبروں سے انتفاع (فائدہ) واستمداد کر سکتے ہیں؟ (دیکھئے مماتیوں کے متفرق کتب میں متفرق اجزاء: لایستوی الاعمی والبصیر ص: ۲۳۴و۲۳۶، دیوبندی لبادہ ص: ۱۴)

الجواب: میرا تو یہ ارمان ہے کہ اہلِ اشاعت حضرات کب پوری بات ذکر کرینگے؟ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے تو یہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے

فرماتے ہیں: "ومن الدلائل على التوسل والافادة والاستفادة من الاولياء المدفونين، ما ذكره مولانا المحدث الشاه عبدالعزيز الدهلوى فى تفسيره...بنابرین کہ ازاولیای مدفونین و دیگر صلحای مومنین انتفاع و استفادہ جاری است..." (تفسیر عزیزی سورۃ عبس ص: ۵۰) (البصائر صفحہ ۶۱)

معلوم ہوا کہ یہ قول حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے حضرت دہلوی صاحب رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے تو سب سے پہلے منقول عنہ پر حکم لگانا چاہیے اس کے بعد حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ پر حکم لگائے:

ثانیا: قبروں سے تبرّک (بدونِ خلاف شرع) اور قبروں کے پاس دعا کرنا کیوں کفر اور شرک ہے..؟ محدثین واسلاف کی عبارات ملاحظہ کیجئے اور سوچئے کہ کون کون سے محدثین واسلاف آپ کے فتوے کی لپیٹ میں آرہے ہیں العیاذ باللہ!

☆.. "أَخْبَرَنَا الْقَاضِي أَبُو عَبْد الله الْحُسَيْنُ بْن عَلِيّ بْن مُحَمَّد الصيمري قال أنبأنا عمر بن إبراهيم قال نبأنا عَلِيّ بْن ميمون قَالَ: سمعت الشافعي يقول: إني لأتبرك بأبي حنيفة وأجيء إِلَى قبره في كل يوم، يَعْنِي زائرا، فإذا عرضت لي حاجة صليت ركعتين وجئت إِلَى قبره وسألت الله تعالى الحاجة عنده، فما تبعد عني حتى تقضى" [تاریخ بغداد ج: ۱، ص: ۱۳۵، باب ماذكر فى مقابر بغداد المخصوصة بالعلماء والزهاد، ناشر: دارالکتب العلمیہ بیروت، وفی نسخۃ الاخریٰ ج: ۱، ص: ۴۴۵، ناشر: دارالغرب الاسلامی بیروت]

☆... اسی طرح ابوعبداللہ الحسین بن علی الصَّیمَرِی رحمہ اللہ (المتوفّی: ۴۳۶ھ) بھی بذاتِ خود اپنی تصنیفِ لطیف میں فرماتے ہیں:

"أخبرنَا عمر بن إِبْرَاهِيم ،قَالَ ثَنَا مُكْرَم ، قَالَ:ثَنَا عمر بن إِسْحَاق بن إِبْرَاهِيم ، قَالَ: ثَنَا عَليّ بن مَيْمُون، قَالَ: سَمِعتُ الشَّافِعِيَّ، يَقُول: إِنِّي لأتبرك بِأبي حنيفَة، وأجيء الى قَبره فِي كل يَوْم ، يَعْنِي زَائِرًا، فَإِذا عَرَضَتْ لي حَاجَةٌ صليتُ رَكْعَتَيْنِ، وَجئتُ إِلَى قَبره، وَسَأَلت الله الْحَاجة، فَمَا تبعُدُ عني حَتَّى تُقضى" (امام ابی حنیفۃ واصحابہ رضی اللہ عنہ و عنھم ص: ۷۲ ا، طبع اولیٰ، ناشر: دار السراج)

نیز دیکھئے (الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیۃ ج: ۱، ص: ۴۶، مؤلف: تقی الدین بن عبد القادر التمیمی الداری الغزی المتوفی: ۱۰۱۰ھ)

یہاں صرف قبر سے تبرّک نہیں بلکہ قبر کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دُعا کرنے کا ثبوت بھی ہے الحمد للہ۔

☆... شمس الدین محمد بن علی بن خمارویہ بن طولون الدمشقی الصالح رحمہ اللہ (المتوفی: ۹۵۳ھ) اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"الوزير ابن هبيرة: وهو عون الدين يحيى بن محمد، أبو المظفّر وزير المقتفي وكان متمكنا عند مخدومه هذا تمكنا عظيما حتى أنه كان يقول عنه: لم يتوزر لبني العباس مثله. . . . . حكى عون الدين المذكور قال: ضاق حالي قبل الوزارة وأصابني فاقة عظيمة حتى عدمت القوت أياما فأشار عليّ بعض أصحابي أن أسأل الله عند قبر الشيخ معروف الكرخي فتوضأت وجئيت إلى قبره فصليت ركعتين ودعوت الله عز وجل ثم رجعت إلى بغداد... الخ" (انباء الامراء بانباء الوزراء ج: ۱، ص: ۵۶)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ عون الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر ایک دفعہ امتحان آیا، میری وزارت سے پہلے میری زندگی مجھ پر تنگ ہو گئی اور مجھے بڑا فاقہ آیا یہاں تک کہ میری طاقت انہی دنوں میں ختم ہوئی تو میرے بعض دوستوں نے مجھے مشورہ دیا کہ آپ شیخ معروف کرخی رحمہ اللہ کی قبر کے پاس اللہ سے دعا مانگیں پس میں نے وضو کیا اور معروف کرخی رحمہ اللہ کی قبر کے پاس گیا، پس میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ سے دعا کی پھر میں بغداد چلا گیا... الخ۔

دیکھ لیجئے ...! دعا تو ہر جگہ سے اللہ سنتے ہیں لیکن پھر بھی بزرگانِ دین کی قبر کے پاس دعا صرف اللہ ہی سے مانگتے ہیں! تو آخر یہ کس طرف اشارہ ہے...؟

☆... علامہ ذہبی رحمہ اللہ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:

"وَعَنْ إِبْرَاهِيْمَ الحَرْبِيِّ، قَالَ: قَبْرُ مَعْرُوْفٍ التِّرْيَاقُ المُجَرَّبُ، يُرِيْدُ إِجَابَةَ دُعَاءِ المُضْطَرِ عِنْدَهُ؛ لِأَنَّ البِقَاعَ المُبَارَكَةِ يُسْتَجَابُ عِنْدَهَا الدُّعَاءُ، كَمَا أَنَّ الدُّعَاءَ فِي السَّحَرِ مَرْجُوٌّ، وَدُبُرَ المَكْتُوْبَاتِ، وَفِي المَسَاجِدِ، بَلْ دُعَاءُ المُضْطَرِ مُجَابٌ فِي أَيِّ مَكَانٍ اتَّفَقَ، اللّٰهمَّ إِنِّيْ مُضْطَرٌّ إِلَى العَفْوِ، فَاعْفُ عَنِّي" (سیر اعلام النبلاء ج: ۹، ص: ۳۴۴، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ معروف کرخی رحمہ اللہ کی قبر تریاق مجرب ہے اس کے پاس دعائے حاجت کا ارادہ کیا تھا کیونکہ ان کی قبر مبارک کے پاس دعا جلد قبول ہوتی ہے اگرچہ دعا کے ہر جگہ قبول ہونے پر اتفاق ہے لیکن بعض جگہوں میں دعا جلد قبول ہوتی ہے جیسا کہ تہجد کے وقت، فرض نمازوں کے بعد اور مساجد میں وغیرہ وغیرہ۔

مماتیو... غور تو کرو.! فرماتے ہیں کہ اگرچہ ہر جگہ سے دعا قبول ہوتی ہے لیکن اولیاء کرام رحمہم اللہ کے قبروں کے پاس اللہ سے دعا مانگے تو امید رہے کہ اللہ اسے جلد قبول فرمالیں! یہ نظریہ نہ رکھے کہ اللہ ہر حال میں یہاں دعا قبول فرماتے ہیں اور باقی جگہوں میں نہیں، یہ غلط خیال ہے اور یہ بھی سراسر غلط خیال اور نظریہ ہے کہ قبر والے سے ہی مانگے العیاذ باللہ! بلکہ اس بابرکت اور بافیض مقام میں اللہ سے جلد دعا قبول کرنے کی امید رکھنا چاہئے، باقی اللہ کی مرضی وہ دعا قبول کرتا ہے یا نہیں کیونکہ مشکل کُشا اور حاجت روا صرف ایک اللہ ہی کی ذات ہے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ) ضیاء المقدسی رحمہ اللہ کے تعارف میں لکھتے ہیں: "احمد بن سالم بن ابی عبداللہ ابو العباس المقدسی المرداوی الزاهد.." آگے لکھتے ہیں "وقال الضّیاء: کَانَ ثقة، ... توفّي في المحرّم، وقبره بِزُرَع یُتبرَّك بِهِ" (تاریخ الاسلام ووفیات المشاهیر والاعلام، تحت الطبقة الحادیة والستون، سنة احدی وستمأءة، حرف الالف، جزء: ۴۳، ص: ۴۳، المحقق: عمر عبد السلام التدمری، ناشر: دار الکتاب العربي بیروت، وفی نسخة اخریٰ بتحقیق الدکتور بشار عواد معروف جزء: ۱۳، ص: ۲۹)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ تو صاف الفاظ میں قبر سے تبرک حاصل کرنے کا کہہ رہے ہیں..!

ایک اور جگہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں: "قال ابن الجوزی رحمہ اللہ: کان خیراً زاهداً کثیر العبادة، دائم التلاوة، حسن الاخلاق، کان الناس یتبرکون به وکنت ازوره" (تاریخ الاسلام ج: ۳۶، ص: ۱۶۹، حرف المیم)

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محمد بن احمد بن علی رحمہ اللہ بہت بڑے زاہد اور عبادت گزار تھے، ہمیشہ تلاوت کرنے والے تھے، اچھے اخلاق کے مالک تھے اور لوگ

اس کی قبر سے تبرک حاصل کرتے تھے۔

ایک اور جگہ یہی علامہ ذہبی رحمہ اللہ **محمد بن منصور** رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں: "وقال ابن النجار، كان الناس يتبركون به ويستشفون بدُعاء" (تاریخ الاسلام ج: ۴۰، ص: ۱۳۴)

یعنی لوگ اس کی قبر سے تبرک حاصل کرتے اور اس کی دعا کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے شفاء طلب کرتے تھے۔

اب علامہ ذہبی رحمہ اللہ پر لگائیں اپنے فتوے۔ ۔ ۔! اس موضوع پر میرے پاس کافی حوالہ جات ہیں جن سے ایک ضخیم کتاب بن سکتی ہے الحمد للہ، مگر ماننے والوں کے لئے یہ حوالہ جات کافی وشافی ہوں گے ان شاء اللہ اور نہ ماننے والوں کیلئے ہزاروں دلائل بھی مفید نہیں! اللہ تعالیٰ ہمیں تعصّب و انانیت و تکفیریت سے بچا کر اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے عقائد و موقف پر تاحیات قائم و دائم رکھے۔ آمین

(کاش۔۔۔! اللہ تعالیٰ اس کتاب (تاریخ الاسلام للذہبی) کے حصول کا کوئی غیبی ذریعہ بنا دے آمین یارب العالمین بجاہ النبی الامی الکریم ﷺ!)

باقی قبروں سے استمداد (العیاذ باللہ) کی تحقیق گزر چکی ہے، رہی قبروں سے فائدہ کی بات۔۔۔! تو جن کے دل و دماغ میں خباثت بھری ہو اُن کو قبروں سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور جن کے دل و دماغ اور عقائد درست ہوں تو ان کو یقیناً فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ زیادہ تفصیل میں جانے کی بجائے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کی مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو زندگی ظاہری میں میری ذات سے ہوتا تھا، فرمایا حضرت صاحب نے کہ میں نے حضرت کی قبر مقدس سے وہی فائدہ

اٹھایا جو حالت حیات میں اٹھایا تھا[34]" (امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق ص:۱۱۱)

فائدہ: مماتی حضرات تو انبیاء کرام علیہم السلام اور دیگر صالحین کی قبور سے تبرّک کو بدعت وغیرہ کہتے ہیں لیکن اپنے شیخ کے تھوک کو صرف تبرّک ہی نہیں سمجھتے بلکہ اس کو شوق سے کھاتے بھی ہیں العیاذ باللہ!

چنانچہ فرقہ اشاعت کے قائد محترم مولانا شیخ طیب صاحب اپنی زبان سے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

دشیخ القرآن د کٹ د لاندی اوده ووم ځمونږه کور کښی یو پکښی وو هغه زمانه کښی پکیښی نه وو، مونږه به قالین اچولي وو کمره کښی، کټ کښی به شیخ القرآن پروت وو نو ځه به د هغه د کټ د لاندی اکثرسملاستم، لاس می هسی بهر کړي وو،شیخ القرآن ناساپه لاړی اوتوکلی ځما په لاس راغلی،ما سوچ کولو چه دا اوغورزوم نوما دا برداشت نه کړل چه ځه د خپل پلار لاړی خکته اوغورزوم نو ما هغه راواغستی او اومی ستلی، (او د پنجپریانو سامعینو د طرفنه سبحان الله نعری اولگیدلی...)

ترجمہ: شیخ القرآن کی چارپائی کے نیچے میں سویا تھا ہمارے گھر میں ایک پنکھا تھا اُس زمانے میں پنکھے نہیں تھے ہم کمرے میں قالین بچائے تھے چارپائی پر شیخ القرآن لیٹے تھے تو میں اکثر ان کی چارپائی کے نیچے لیٹتا تھا میں نے ویسے ہاتھ باہر کیا تھا شیخ القرآن نے اچانک تھوکا وہ میرے ہاتھ پر آیا، میں سوچ رہا تھا کہ یہ پھینک لوں تو میں

[34] اس پر بھی اغیار نے فضول اعتراضات کرکے اپنا جہل مزید ثابت کر دیا، اللہ کی تقسیم ہے بس کسی کو فہم کم دیا ہے کسی کو زیادہ، اللہ رحم کا معاملہ فرمائے

نے یہ برداشت نہیں کیا کہ میں اپنے والد کا تھوک نیچے گرادوں، تو میں نے وہ (تھوک) لیااور چاٹ لیا(اوریوں پنجپیریوں کے سامعین نے سبحان اللہ کا نعرہ لگایا اور وہ بھی جہراً ذکر...!!)

یاد رہے یہ ویڈیو عام سوشل میڈیا پر کافی وائرل بھی ہو چکی ہے اور ہمارے پاس ریکارڈ میں بھی محفوظ ہے، بصورتِ مطالبہ یا انکار ہم ان کو دکھانے کے لئے تیار ہیں بعونہ تعالیٰ!

پندرہواں اعتراض: اطلاق مشکل الکشاء وحاجت روا علی المخلوق جائز

اعتراض: "اطلاق مشکل الکشاء و حاجت روا علی المخلوق جائز"
(ندائے حق ص: ۸۳)

الجواب: واقعی مماتی حضرات "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" کا مصداق بنے ہوئے ہیں! کیا"ندائے حق" حضرت شیخ الحدیث باباجی صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ہے..؟ یا اسے بھی "الذخائر"کتاب کی طرح حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے کھاتے میں (اُن کو کافر و مشرک ثابت کرنے کے لئے) ڈالنے پر تُلے ہوئے ہو العیاذ باللہ..! کیوں عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہو؟ کیا قیامت کا خوف آپ لوگوں کے دلوں میں نہیں ہے...؟ یقینی بات ہے کہ یہ کتاب حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی نہیں! مجھے علم نہیں کہ اس کتاب کا مصنف کون ہے اور اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے البتہ فرقہ مماتیہ سے اتنا ضرور پوچھنا چاہوں گا کہ کہیں یہ آپ کے مماتی مولوی حسین نیلوی صاحب کی کتاب تو نہیں ہے جس نے فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کو ثابت کرنے کے لئے مستقل کتاب لکھی ہے اور اپنی دوسری تصنیف میں آل رسول ﷺ کی تنقیص کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "حضرت امام حسین سے تو جنرل ضیاء الحق ہی اچھا رہا

کہ جب بھی اسے کوئی مہم پیش آتی تو سیدھا مکہ شریف جا پہنچتا، اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعائیں کرتا" (مظلوم کربلا ص:۱۰۰)

یہی صاحبِ "ندائے حق" اسی کتاب میں دوسری جگہ حضرت حسین کے متعلّق لکھتے ہیں: "کیا وجہ ہے کہ حضرت حسین تعلیمِ نبی کریم ﷺ کے برعکس ایک مومن امیر کے خلاف علمِ بغاوت اٹھا کر برسرِ پیکار ہوئے" (مظلومِ کربلا ص: ۱۴۳)

مزید بھی کچھ لکھتا لیکن فی الحال معاملہ مبہم ہے، معلوم نہیں کہ یہ کون سی "ندائے حق" کی بات ہو رہی ہے؟ اس لئے اتناہی لکھنا کافی ہے، مزید بحث پھر کبھی سہی ان شاء اللہ...! یار زندہ صحبت باقی

البتہ شیخ صاحب رحمہ اللہ کی "البصائر" میں ملحق رسالہ "غوث العباد" (مماتی حضرات اس رسالے کی وجہ سے بھی حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی تکفیر و تبدیع کرتے ہیں) میں اس کے برعکس یہ حوالہ ضرور موجود ہے: "فان المتوسل بالانبیاء والاولیاء لایعتقد و لایخطر علی باله ان الانبیاء او الاولیاء یقضون له حاجته التی یتوسل بهم الی الله تعالیٰ ان یقضیها له وانما الذی یعتقده ویعمله وینطق به کل متوسل ان قضاء الحوائج بید رب العالمین لایسال فی قضائها غیره ولایقضیها سواه و لیس لمخلوق کائنا من کان ان یقضی حاجة...فان المتوسل لایرفع حاجته الا الی ربه ولا یطلب قضاءها من غیره" (البصائر ص: ۳۰۴)

سولھواں اعتراض: مصیبت کے وقت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو پکارنا

اعتراض: باباجی صاحب لکھتے ہیں کہ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا کہ مصیبت کے وقت مجھے پکارو "من استغاث بی فی کربة کشفت عنه" (البصائر ص: ۷۳)" (دیکھئے مخالفین

حضرات کی کتب: لایستوی الاعمی والبصیر ص:۲۳۸، دیوبندی لبادہ ص:۱۴، ارشاد الناظر ص:۹۴)

الجواب: سب سے پہلے حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی اصل عبارت دیکھیں پھر اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "وایضاً ذکر علی القاری فی نزهة الخاطر الفاتر فی ترجمة الشیخ عبدالقادر رحمة الله علیه من استغاث بی فی کربة کشفت عنه ومن توسل بی فی حاجة قضیت عنه.. قال علی القاری وقد جرّب ذلک مرارا فصح" (البصائر ص: ۷۳)

معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الحدیث باباجی صاحب رحمہ اللہ نے یہ حوالہ اپنی طرف سے نہیں گھڑا بلکہ اپنے بزرگ، اپنے ہی مذہب ومسلک کے شارح الحدیث اور محقّق عالم دین ملا علی قاری الحنفی رحمہ اللہ (المتوفّی: ۱۰۱۴ھ) سے یہ مقولہ نقل کیا ہے اور خان بادشاہ صاحب مماتی بھی لکھتے ہیں: "قال الداجوی بحوالة نزهة الخاطر بان الشیخ عبدالقادر الجیلانی قال من استغاث بی...الخ" (الصواعق المرسلہ ص:۴۲۶)
یعنی خان بادشاہ صاحب مماتی نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ قول حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے کسی اور (نزهة الخاطر للملا علی القاری) سے نقل کیا ہے! تو مماتی حضرات کو ملا علی قاری رحمہ اللہ پر اپنا تکفیری فتویٰ استعمال کرنا چاہئے نہ کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ پر جو کہ فقط ناقل ہیں!

وضاحت: ملا علی القاری الحنفی رحمہ اللہ (المتوفّی: ۱۰۱۴ھ) نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی منقبت میں ایک کتاب لکھی ہے اسی میں یہ عبارت موجود ہے دیکھئے (نزهة الخاطر الفاتر فی ترجمة سیدی الشریف عبدالقادر سلطان الاولیاء والاکابر ص:۷۶، مجموع رسائل العلامة الملا علی القاری ج:۱۰ ص: ۵۶۹، ناشر: دار الکتب پشاور)

☆... ابوالحسن نورالدین علی بن یوسف الشطنوفی الشافعی رحمہ اللہ نے بھی یہ مقولہ اپنی کتاب کی زینت بنایا ہے دیکھئے(بھجة الاسرار و معدن الانوار،ذکر فضل اصحابه وبشراھم ص:۱۰۲،مصرومترجم صفحہ:۳۴۹)

☆... محدّث العصر شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی یہی مقولہ اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے، چنانچہ اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں جس سے کئی حضرات کی غلط فہمی اور غلط استدلال واضح ہو جائے گا ان شاء اللہ الرحمٰن۔ فرماتے ہیں: "وقال رضی الله عنه اذا سألتم الله فاسئلوه بی وقال من استغاث بی فی کربة کشفت عنه ومن نادی باسمی فی شدة فرجت عنه ومن توسل بی الی الله عزوجل فی حاجة قضیت له... ویذکر اسمی ویذکر حاجته فانها تقضی بفضل الله وکرمه"

(زبدة الاسرار فی مناقب غوث الابرار وقطب الاخیار ص:۱۰۱)

اس سے کئی فوائد ظاہر ہوئے جن کو "مقالات عثمانی" میں شیخ الاسلام ظفراحمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے اور ہم آگے نقل کرنے والے ہیں ان شاء اللہ الرحمٰن، تاہم یہاں مماتی حضرات سے مؤدبانہ عرض کرتے ہیں کہ اگر حضرت شیخ الحدیث ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ اس حوالے کو صرف نقل کرنے کی وجہ سے بقول آپ کے کفروشرک کے مرتکب ہوگئے العیاذ باللہ تو پھر حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمہ اللہ پر بھی فتویٰ لگائیں نا! یا توسب (ملاعلی قاری، شیخ محدث دہلوی وابوالحسن الشطنوفی وغیرہم رحمہم اللہ اور اپنے اکابرین پر بھی) پر فتوے لگائیں یاان کی وہ صحیح توجیہ و صحیح محمل بیان کریں جیسے علماء دیوبند نے اس مقولے کی صحیح توجیہ بیان کی ہے جزاہم اللہ خیرا فی الدارین۔

آخر میں اس کا جواب ہم اپنے ترجمان و وکیلِ دیوبند اور محقّق کبیر کے قلم سے آپ ہی کے گھر کے حوالے سے دیتے ہیں تاکہ ہماری طرف سے بھی جواب ہو جائے

اور آپ کے لئے بھی الزامی حوالہ ہوسکے یعنی دوطرفہ جواب ہو! چنانچہ شیخ سرفراز صفدر صاحب رحمہ اللہ کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں جن کو مماتیوں کی طرف سے بھی ان القابات سے نوازا گیا ہے "امام اہل السنۃ والجماعۃ، شیخ الحدیث، ترجمان دیوبند حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نوّراللہ مرقدہ" (دیکھئے: الفرقان بین عبادالرحمٰن و عبادۃ الشیطان صفحہ ۱۲۰و۱۲۶ مؤلفہ مفتی منیر شاکر[35])

شیخ سرفراز صفدر صاحب رحمہ اللہ نے شیخ حسین علی صاحب نوّراللہ مرقدہ سے اس کا جواب یوں نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: "اور کہتے ہیں کہ حضرت عبدالقادر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مصیبت کے وقت مجھے پکارو، یہ اس طرح نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ اول تو ثبوت اس امر کا نہیں، "بهجة الاسرار" والے کے حق میں شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مشائخ "بهجة الاسرار" والے کو معتبر نہیں سمجھتے، مع ہذا اس نے جو سند لکھی ہے رواۃ کا پتہ نہیں کہ کیسے ہیں اور اصل عبارت یوں لکھتے ہیں:

"اذکرنی" اس کا معنی یہ ہے کہ بتوسل میرے دعا مانگو واللہ اعلم بالصواب۔" (بلغۃ الحیران ص ۳۳۷، بشکریہ تسکین الصدور ص ۴۱۴)

☆... امام اہل السنۃ مفسّر قرآن مولانا صوفی عبدالحمید رحمہ اللہ بھی شیخ القرآن مولانا حسین علی رحمہ اللہ کے حوالے سے فرماتے ہیں: "اسی طرح بلغۃ الحیران ص: ۳۳۷ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے قول "مجھے مصیبت کے وقت پکارو" کی توجیہ اس طرح کی گئی ہے کہ اذکرنی اس کا معنی یہ ہے بتوسل میرے دعا مانگو" (فیوضاتِ حسینی ص: ۶۲)

---

[35] اور حافظ منصب خان خضروی صاحب بھی انصاف سے کام لیتے ہوئے یوں لقب کے ساتھ یاد کرتے ہیں: "امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ" (دیکھئے: اظہارِ حقیقت فی جواب انکشاف حقیقت صفحات ۱۱، ۱۲، ۱۴، ۳، ۷، ۷۰)

☆... شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ اس کی توضیح کرتے ہوئے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: "اگر مشکلے پیش آید مرا یاد کنی چوں رواں شدم...معنی اینکه حضرت را یاد کرده بتوسل ایشاں از حق تعالیٰ دعاخواهی ساخت...پس آنچه دربهجة الاسرار است که حضرت عبدالقادر جیلانی ابوالقاسم بزاز رافرمودند که بوقت حاجت نام من ذکر کنی مراد توسل است..." (کتاب لاجواب درتوحید المعروف طُفَنْچَہ ص: ۶۳)

سبحان اللہ...! جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

محقّق و محدّثِ علماء دیوبند کی طرف سے اس کی تشریح: آخر میں اس مقولے کی تشریح خود دارالعلوم دیوبند کے مسلّم محدّث اور محقّق کبیر شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب نوّراللہ مرقدہ کے قلم سے ملاحظہ کیجئے جس میں انہوں نے بریلویوں کو جواب دیا ہے اور قارئین کرام! آپ حیران ہوجائیں گے کہ جیسے بریلویوں کے اعتراضات ہیں ویسے ہی ان مماتی منکرین حضرات کے بھی اعتراض ہیں اور پھر علامہ صاحب رحمہ اللہ کی بہترین توجیہ بھی ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:

"من استغاث بي في كربة كشفت عنه ومن نادى باسمي في شدة فرجت عنه ومن توسل بي الى الله عزوجل في حاجة قضيت له. اھ

ہمارے نزدیک یہ بھی سراسر موضوع ہے اور حضرت شیخ عبدالحق کا بلاسند اس کو نقل کردینا حجت نہیں جب تک کہ حضرت شیخ سے غوث اعظم تک سلسلہ روایت پھر ان راویوں کا ثقہ ہونا ثابت نہ ہو کیونکہ فاضل سائل کو یہ بات اوپر معلوم ہوچکی ہے کہ اثبات احکام کے لئے حدیث ضعیف بھی کافی نہیں، نیز اگر حدیث ضعیف اصول شرعیہ کے خلاف ہو تو اس پر عمل جائز نہیں، پھر ائمہ و اولیاء اللہ کے اقوال و افعال سے احکام کا ثبوت کیونکر ہوسکتا ہے جبکہ وہ بلاسند ہوں یا سند ضعیف سے ثابت ہوں؟

پس اب دو صورتیں ہیں اگر اصول سے کام لیا جائے تو ان بلاسند اقوال و افعال کو رد کر دینا چاہئے اور اگر مصنفین کے ساتھ حسن ظن سے کام لیا جائے تو ان اقوال و افعال کو صحیح محمل پر محمول کر لینا چاہئے، چنانچہ بتقدیر تسلیم ہمارے نزدیک حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی اپنی مصیبت میں خدا تعالیٰ سے میرے وسیلہ سے فریاد کرے گا، اس کی مصیبت دور ہو جائے گی اور جو کوئی میرا نام لے کر خدا تعالیٰ سے اپنی تکلیف میں دعا کرے گا اس کی تکلیف زائل ہو جائے گی۔

چنانچہ اگلا فقرہ ومن توسل بی الله تعالیٰ فی حاجة قضیت له (جو کوئی اپنی حاجت کیلئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں مجھ سے توسل کرے اس کی حاجت پوری ہو جائے گی) اس مطلب پر قرینہ ظاہر ہے اور ہمارے نزدیک اس عبارت میں (**کشفت وفرجت و قضیت**) یہ تمام الفاظ بصیغہ مونث ہیں بصیغہ تکلم نہیں ہیں اور اگر صیغہ تکلم کو بھی صحیح مان لیا جائے تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ میں اپنی قدرت و تصرف سے ایسا کروں گا کیونکہ شیخ عبدالحق کی عبارت میں یہ امر صاف طور پر مذکور ہے کہ اولیاء کے لئے نہ اس وقت قدرت تصرف کسی فعل کی ثابت ہے جبکہ وہ قبروں میں ہیں اور نہ اس وقت ثابت تھی جبکہ وہ زندہ تھے بلکہ قادر و فاعل و متصرف ہر فعل میں حق تعالیٰ شانہ ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس مصیبت و کلفت کے زائل ہونے اور حاجت پوری ہونے لئے دربار الٰہی میں دعا و سفارش کروں گا جس سے ان شاء اللہ وہ مصیبت زائل اور حاجت پوری ہو جائے گی اور "نادانی باسمی" سے نداء غائب پر استدلال نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ میرا نام لے کر خدا سے

دعا کرے، جس کا حاصل وہی ہے کہ مجھ سے توسل کرے اور خدا تعالیٰ سے سوال کرے اور مجھ کو ذریعہ واسطہ وسیلہ قرار دے۔

چنانچہ دوسری جگہ یہ الفاظ صاف مذکور ہیں "ویذکر اسمی ویذکر حاجة فانها تقضی باذن الله تعالیٰ" یعنی میرا نام لے اور اپنی حاجت کو ذکر کرے تو وہ خدا کے حکم سے پوری ہوجائے گی۔ (برکات الامداد ص:۱۹) " (مقالات عثمانی ج:۲ ص:۳۰۱و۳۰۲)

سبحان اللہ! کیا بہترین و معقول توجیہ بیان کی ہے جس نے بریلویوں اور اس کے ہمنواؤں کے فکری پرخچے اڑا دیئے ہیں۔ رحمه الله تعالیٰ رحمة واسعة و نوّرالله مرقدہ و کثّر الله امثاله

الغرض! یہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ اپنے متقدمین علماء سے نقل کئے ہیں اور نقل کے متعلق ہم گزشتہ صفحات میں مماتیوں کے ہی تین جوابات ذکر کر چکے ہیں کہ:

(۱) منقول عنہ کو چھوڑ کر ناقل کا نام لینا (تبرابازی کرنا) تلبیس و دھوکہ ہے۔

(۲) بقول خان بادشاہ ناقل پر کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی وغیرہ۔

(۳) بقول سلیمان ساجد صاحب مماتی روایت نقل کرنے سے اس کا ہم عقیدہ و ہم مسلک ہونا لازم نہیں وغیرہ وغیرہ، گزشتہ صفحات میں اپنے اصول دوبارہ ملاحظہ فرما لیں۔

بلکہ ہم نے مولوی صدیق اکبر صاحب مماتی کا یہ حوالہ بھی قلمبند کیا ہے جو انہوں نے لکھا ہے کہ "قاعدہ یہ ہے کہ نقل من حیث النقل پر فتوی نہیں لگایا جاسکتا بلکہ فتوی عقیدے پر ہوتا ہے" (دیوبندی لبادہ ص:۱۷۱)

قارئین کرام ! آپ نے گزشتہ صفحات میں حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے عقائد ملاحظہ فرمالئے ہوں گے اور دونوں جانب کے حوالوں سے یہ بھی جان گئے ہوں گے کہ ناقل پر صرف تصحیح نقل ہے اور پھر محدثین اور خود انہی کے گھر سے حوالہ جات اور پھر آخر میں علماء دیوبند کے ترجمان اور محدّث و محقّق کی طرف سے اس کی توضیح بھی ملاحظہ فرما لی ہے تو اس اُصول کی روشنی میں اس منقولہ عبارت پر انہی کے اُصول کے مطابق بھی فتوی نہیں لگایا جاسکتا ورنہ دنیا جان لے گی کہ تعصب اور تکفیر بازی کی مٹی بھی ان بعض الناس نے پلید کی

-

سترہواں اعتراض: غیر اللہ کو سجدہ کرنا

اعتراض: ڈاگئی باباجی صاحب غیر اللہ کو سجدہ کرنے کا قائل ہے، چنانچہ خان بادشاہ صاحب مماتی ان الفاظ میں اعتراض کرتے ہیں:

"وبجواز السجدة لقبورالانبياء وكذا لأكمل الأولياء حتى افتى على المنكرين بأنهم مثل الشيطان الرجيم كمافى البصائر" (حاشية على البصائر المسماة ارشاد الناظر ص: ۹۴، نیز دیکھئے: لایستوی الاعمی والبصیر و شیخ القرآن پنج پیر افکار وآثار ص: ۲۱۴)

الجواب: آخر اصل عبارت کیوں ذکر نہیں کی جاتی..؟ کہیں یہ مقولہ تو یہاں صادق نہیں آتا کہ "دال میں ضرور کچھ کالا ہے"

اولاً: اگر اس کا یہی مفہوم ہے جو مماتی حضرات لکھتے ہیں کہ قبروں کو سجدہ جائز ہے تو پھر آپ حضرات کو معلوم ہونا چاہئے خان بادشاہ صاحب..! کہ یہ حوالہ تو حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے "تفسیر روح البیان" سے نقل کیا ہے، چنانچہ اس عبارت سے پہلے

حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے لکھاہے: "ومنها ما ذکر فی تفسیر (روح البیان) ...الخ" (البصائر ص:٦٠)

معلوم ہوا کہ اس باب میں حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے یہ بات بنقلِ صاحبِ تفسیر "روح البیان" قلمبند کی ہے اور آپ نے خود ہی لکھا ہے کہ "کسی کتاب یا رسالے سے نقل کریں تو پھر اس کا حوالہ دیا کریں، اگر غلطی بھی ہو تو گویا کہ اس میں اپنے ذمہ سے بوجھ اٹھا کر اس پر ڈال دیا ہے" (ماہنامہ التوحید والسنۃ ج:٣، شمارہ:٩، ص:٢٠)

تو پھر یہاں اپنی بات کیوں بھول گئے..؟ اپنے لئے ایک پیمانہ اور دوسروں کے لئے دوسرا پیمانہ..! یہ کون سا انصاف ہے؟

ثانیاً: یہاں صاحبِ روح البیان نے حکایت کا ایک حصہ نقل کیا ہے، وہ حکایت یوں ہے (قطع نظر اس کی صحت وعدم صحت کے) کہ موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے شیطان ملا تو شیطان نے کہا کہ آپ اللہ کو کہہ دیجئے کہ میں توبہ کرنا چاہتا ہوں، میں کیا کروں؟ موسیٰ علیہ السلام جب اللہ سے ملاقات کو گئے تو اللہ سے شیطان کے توبہ کرنے کی بات کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا تو اب یہ آدم علیہ السلام کی قبر کو جائے اور وہاں اُسے سجدہ کرلے! جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا پیغام شیطان کو پہنچایا تو شیطان نے کہا کہ جب آدم (علیہ السلام) زندہ تھے تو میں نے سجدہ نہیں کیا، اب اس کی قبر کو کیوں سجدہ کروں..؟

اس کے بعد علامہ حقی رحمہ اللہ (صاحب تفسیر روح البیان، المتوفّی:١١٣٧ھ) نے فرمایا (اور یہی بات حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے نقل فرمائی):

"فیه اشارة الی ان السجدة لآدم علی نبینا وعلیه الصلوة والسلام وهو مقبور کالسجدة له وهو غیر مقبور، اذ الانبیاء علیهم الصلوة والسلام أحیاء

عند ربهم وكذا أكمل الأولياء قدّس الله أسرارهم والشيطان الرجيم غفل عن هذا فنكل عن قبول الحق الصريح ومثله من ينكر الأولياء او زيارة قبورهم والاستمداد منهم نسأل الله العصمة ونعوذ بالله من الخذلان" (روح البیان ج: ۲، ص: ۹۰)

ترجمہ: اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آدم علی نبیناوعلیہ الصلوۃ والسلام کو سجدہ کرنا اس حالت میں کہ وہ قبر میں ہے ایسا ہے جیسا کہ وہ قبر میں نہ ہو جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے رب کے ہاں زندہ (بھی) ہیں اور اسی طرح کامل اولیاء قدّس اللہ اسرارہم (بھی زندہ ہیں) اور شیطان رجیم اس سے غافل ہو گیا پس واضح حق کو قبول کرنے سے گریز کیا اور اسی طرح (وہ لوگ بھی غافل ہیں جو) اولیاء کرام اور ان کی زیارت اور ان سے مدد طلب کرنے (یعنی توسل، ناقل) کے منکرین ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے عصمت کا سوال کرتے اور رسوائی سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

قارئین کرام! یہ ہے وہ ساری تحقیق جس کو مماتی حضرات غلط رنگ دے کر اصل عبارت چھپا کر سادہ لوح عوام کو گمراہ کر رہے ہیں۔

حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ سے منقول عبارت میں (شیطان الرجیم) کا تعلق کس کے ساتھ ہے اور خان بادشاہ صاحب مماتی نے اپنے مسلکی تعصب کی بناپر اس کو کہاں لگا دیا ہے؟ اس کا تعلق "وكذا أكمل الأولياء" کے ساتھ تھا اور خان بادشاہ صاحب مماتی نے خیانت سے کام لیتے ہوئے اس کو کہاں پر لگا دیا؟ واقعی اپنے نام "خان" کی اچھی لاج رکھی ہے ...!

حالانکہ غیر اللہ کو سجدہ کرنے کے متعلق حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ اعلان بھی کر چکے ہیں جو ہم نے گزشتہ صفحات میں مولانا بشارت حسین صاحب مدظلہ کی زبانی انٹریو میں درج کیا تھا کہ " اور لوگ یہ پروپیگنڈہ بھی کرتے ہیں کہ مولانا صاحب

(باباجی صاحب رحمہ اللہ) نے یہ بھی لکھا ہے کہ قبر کو سجدہ کرنا جائز ہے، الحمد اللہ انہوں (باباجی رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ قبر کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے، اگر سجدہ بطور عبادت ہو تو شرک ہے، اگر بطور تعظیم ہو تو حرام ہے اور یہ منسوخ ہو چکا ہے۔"

اس اعلانِ صریح کے باوجود قدرتِ خداوندی کا نظارہ کیجئے، اسی کتاب "البصائر" میں ہی یہ واضح عبارت درج ہے جسے پڑھ کر معترضین کے لئے بے اختیار زبان پر "لعنة الله علی الکاذبین" آجاتا ہے، حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "ولیست محبتنا وتوسلنا بهم شرکا الا اذا کانت علی وجه العبادة کالسجود مثلاً" (البصائر ص:۷۶)

ترجمہ: اور ہماری محبت اور توسل شرکیہ نہیں، ہاں اگر یہ بطور عبادت ہو مثلا جیسا کہ (غیر اللہ کو) سجدے (تو پھر شرک ہے)

اور دوسری جگہ اس کو حرام کہتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں: "ولذالک یحرم السجود لغیرالله تعالیٰ" (البصائر ص: ۲۳۹)

اور حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کا یہ فرمان ہم پہلے بھی نقل کر چکے ہیں کہ میری کتاب "البصائر" کی وہ چند مغلق عبارات جن کو بعض حضرات یا تو سمجھ نہ سکے اور یا سمجھنے کی کوشش نہیں کی جن کو میں نے کتب اہل السنۃ والجماعۃ سے نقل کیا ہے، تو ان کی وہی تشریح مراد ہے جو اکابرین دیوبند کرتے ہیں اور ہر اس عقیدے کو غلط سمجھتا ہوں جس کو اکابر علماء دیوبند غلط سمجھتے ہیں" لیکن اس کے باوجود بھی مماتی حضرات ان عبارات کو توڑ مروڑ کر ایسے معنی بیان کرتے ہیں جو مصنف کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہے۔

خان بادشاہ صاحب مماتی کے قلم سے ایک اور مزے کی بات ملاحظہ فرمائیں وہ یہ کہ خان

بادشاہ صاحب نے خود اقرار کیا ہے اور اپنے زعمِ فاسد سے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے اس کے برعکس سجدہ کو ناجائز کہا ہے، چنانچہ اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں اگرچہ خان بادشاہ صاحب اپنی پرانی عادت کے مطابق گالیوں اور سب و شتم کے تیر چلاتے ہیں تاہم آپ حضرات صرف اپنے موضوع اور مطلوب پر نظر جمائے رکھیں، لکھتے ہیں: "ولایخفی انه أقر بجواز السجدة بقبور الانبیاء والاولیاء حتی عدّ المنکرین مثل الشیطان الرجیم (لعنة الله علی الکاذبین، الناقل) ثم قال بان التوسل اذا کان علی وجه العبادة فیکون شرکا کالسجود ولما کانت السجدة للانبیاء والآولیاء[36] جائزة فکیف تکون شرکا واذا کانت شرکا فکیف تکون جائزة لکن صدق الله سبحانه...انها لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔

بل ان الداجوی أثبت لنفسه جهالة فوق جهالة ابی جهل لانه اتصل بکتابه غوث العباد للتأئید.. مع أن مؤلفه قال: ان احقر و اجهل واسفل وافسق مؤمن علی وجه الارض لوقلت له تعال اسجد لفلان الولی او النبی او ترب الیه بأی نوع من العبادة[37] او ادعه ان یقضی حاجة من دون الله ان کان یعتقد انک عاقل جاد فی قولک الا القتال ان قدر علیک او الهجر طول حیاته ان کان لایقدر" (غوث العباد مع البصائر ص: ۲۲۰)

---

[36] سبحان اللہ! اس بیچارے کو اتنا علم و شعور نہیں کہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی عبارت میں اولیاء کا تعلق سجدے کے ساتھ ہے یا کہ احیاء کے ساتھ...؟ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ہم نے اوپر جو حوالہ درج کیا ہے اُس کی طرف ایک دفعہ پر رجوع کیجئے اور خان بادشاہ صاحب بادشاہانہ نشے میں جو ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں کہ میں حضرت شیخ صاحب کا واضح کفر اور فتح ارتداد بیان کرونگا العیاذ باللہ (دیکھئے: حاشیہ علی البصائر ص: ۹۴) تو ان کی حیثیت اور لیول خود چیک کریں! ہم کچھ نہیں کہتے کیونکہ ہم اگر کچھ عرض کریں گے تو شکایت ہو گی۔

[37] یہاں سے ایک سطر سے زیادہ عبارت چھوڑی ہے بغیر کسی اشارہ کے، چونکہ ہم نمونہ کے طور پر ویسے ہی ادھوری عبارت نقل کرتے ہیں (اصل عبارت جدید ایڈیشن کے صفحہ: ۳۲۰ پر ملاحظہ کیجئے)

"فعلم من هذه العبارة امور: الاول منها ان من یقول بالسجدة للانبیاء والاولیاء فهومن غیرالعقلاء لان الذی یأمره بالسجدة لقبور الانبیاء والاولیاء ان کان یعلم انه عاقل فیقاتله او یهجر عنه طول حیاته لکن اذا اعتقد انه من المجانین وغیر العقلاء فیترکه..." (ارشاد الناظر ص: ۹۴)

معلوم ہوا کہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی کتاب کے ساتھ منسلک کتاب میں بھی غیر اللہ کو سجدہ کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

الزامی حوالہ: ابھی یہاں الزاماً اپنا مکروہ چہرہ بھی ملاحظہ کیجیے:

ایک دفعہ جب ہمارے پاکستان کے سابقہ وزیراعظم عمران خان نے بابا فریدالدین صاحب کے قبر کو سجدہ کیا تو مماتیوں کے قائد محترم شیخ طیب صاحب نے ایک بیان میں ان کا یوں دفاع کیا:

"آج عمران خان جب ویسے چھوکاٹ کو چھوے تو کہتے ہیں کہ اس نے سجدہ کیا وہ مشرک ہو گیا"

مطلب شیخ طیب صاحب نے غیر اللہ کو سجدہ کرنے والے کی یوں فاسد تاویل کی[38]..!!

اٹھارہواں اعتراض: ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہنا کفر ہے

اعتراض: ڈاگئی باباجی صاحب لکھتے ہیں: جس نے حافظ ابن تیمیہؒ کو "شیخ الاسلام" کہا تو وہ کافر ہے (البصائر ص: ۲۲۶، ۱۷۹)

یہ اعتراض محمد مطہر نامی اشاعتی نے بھی اپنی کتاب میں اس عنوان "مخالفین

---

[38] ذوقی حضرات اس کے برعکس اس موضوع پر مفتی توصیف صاحب اور خضر حیات صاحب کی ویڈیو بھی شائقین حضرات دیکھے

کے چند اہم عقائد" سے ذکر کیا ہے دیکھئے (شیخ القرآن پنج پیر افکار و آثار صفحہ ۲۰۲، ناشر: مکتبۃ الایمان دار القرآن پنج پیر صوابی ایڈیشن طبع دوم ۲۰۰۵)

الجواب: اگرچہ یہ مسئلہ ہمارے موضوع کے عین موافق نہیں تاہم یہ لوگ اس کو "شیخ حمد اللہ جان ڈاگئی کے کفریہ عقائد" کے ضمن میں لائے ہیں، اس وجہ سے مختصراً جواب عرض کر دیتے ہیں:

یہ قول حضرت شیخ الحدیث باباجی صاحب رحمہ اللہ کا اپنا نہیں بلکہ یہ دورانِ بحث ایک محدّث سے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے تفرّدات کو نقل کیا ہے جن کی وجہ سے کئی محدّثین و محقّقین علماءِ عصر نے اُن پر تنقید کی تھی اور ماقبل صفحات میں مفتی سلیمان ساجد صاحب مماتی کے قلم سے ہم نے الزامی حوالہ کے طور پر پیش کیا تھا کہ روایت نقل کرنے سے خود اس کا معتقد ہونا ضروری نہیں (محصلہ) تو یہاں پر بھی اپنا یہ اُصول یاد رکھیں!

جو لوگ کتابوں کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں اُن کو خوب معلوم ہے کہ محقّقین علماء ایک دوسرے پر علمی رُدود کرتے رہتے ہیں اور خوب سخت کرتے ہیں، اس میں کیا مضائقہ ہے...؟ کیا امام ذہلی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ پر رُدود نہیں کیے؟ بلکہ امام بخاری کے ساتھ تعلّق رکھنے والوں کی بھی خوب کلاس لی ہے (مقدمہ فتح الباری و دیگر کتبِ تاریخ دیکھ لیں) شکر ہے اس وقت مماتی حضرات نہیں تھے ورنہ امام ذہلی رحمہ اللہ پر بھی خوب برستے اور تکفیری زبان استعمال کرتے! امام ابوزرعہ رحمہ اللہ اور امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کو حدیث میں ترک نہیں کیا تھا؟ (دیکھئے: الجرح والتعدیل برقم: ۱۰۸۶، الناشر: طبعۃ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ) نیز علامہ ذہبی رحمہ اللہ کی کتاب "المغنی فی الضعفاء برقم: ۵۳۱۱" بھی دیکھ لیں جس میں یہی مذکورہ بات اور پھر امام

بخاری رحمہ اللہ کی طرف سے دفاع کیا گیا ہے۔ امام یحی بن معین رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ پر، امام کرابلیسی رحمہ اللہ نے امام احمد رحمہ اللہ پر، امام احمد رحمہ اللہ نے امام اوزاعی رحمہ اللہ پر اور اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر کتنی سخت ترین رُدود کی ہیں؟ ہم اگر بالتفصیل محدّثین کی آپس کی چپقلش ذکر کرنا شروع کریں تو میرے خیال میں بات بہت دُور تک چلی جائے گی۔

خود مشہور متعصّب خان بادشاہ صاحب علامہ ذہبی رحمہ اللہ سے نقل کرکے لکھتے ہیں: "ہم عصر علماء کے درمیان کلام ہوتے رہتے ہیں اس میں کوئی بھی نہیں بچا سوائے انبیاء کرام علیہم السلام کے" (دیکھئے الصواعق المرسلہ ص: ۳۷۳)

یہ مذکورہ حوالہ جات بطور نشاندہی کے ہم نے عقلاء کے لئے "العاقل تکفیه الاشارة" کے مصداق ذکر کئے.

مماتیوں کا محدثین بلکہ صحابہ کے بارے میں گستاخیوں کا ایک جھلک:

ورنہ خود آپ لوگوں نے شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ پر کتنی رُدود کی ہیں؟ جیسا کہ "البصائر" میں حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے اس پر بحث کی ہے، اسی طرح مماتیوں کے ایک اور شیخ القرآن مولانا سلطان غنی عارف طاہری صاحب نے بھی اس کو زندیق کہا ہے العیاذ باللہ دیکھئے (مناہل العرفان ج: ۲، ص: ۲۰۸)

اسی طرح مماتیوں کے شیخ الادیب مولانا شیر احمد صاحب نے علّامہ سبکی رحمہ اللہ کو "ایک بڑی بے بنیاد افتراء" اور "شفاء السقام اس لئے لکھی کہ مجھ سے بادشاہ خوش ہو جائے" اور "ضد و عناد اور بے جا تہمت لگانے والا" اور "علمِ حدیث میں عدمِ مہارت والا" قرار دیا ہے دیکھئے (لایستوی الاٴعمی والبصیر ص: ۲۲ و ۲۳)

اور خان بادشاہ صاحب مماتی نے علّامہ سبکی رحمہ اللہ کو "مبتدع تاج الدین سبکی" کے نام سے ذکر کیا ہے دیکھئے (البرہان الجلی ص: ۱۵۳)
اور دوسری کتاب میں موصوف کو متعصّب[39] کہا ہے دیکھئے (الصواعق المرسلہ ص: ۳۷۴)

بلکہ مماتی حضرات نے تو امام بخاری رحمہ اللہ کو بھی متعصّب کہا ہے دیکھئے (قرآن مقدس اور بخاری محدث ص: ۲)

"امام بخاری رحمہ اللہ قرآنی بصیرت سے خالی تھے" (قرآن مقدس اور بخاری محدث ص: ۱۲و۱۸)

امام بخاری پر خدا کی توہین (ایضاً ص:۱۹) اور کفر و شرک و جھوٹ کا الزام (ایضاً ص:۲۱) "قرآن فہمی سے کورے اور بد باطن" (ایضاً ص ۱۱۴) "صحابہ پر بہتان لگانے والا" (ایضاً ص: ۳) اور امام بخاری پر شیعت نوازی کا الزام (ایضاً ص: ۳۸) وغیرہم جیسے گستاخانہ الزاماتِ فاسدہ کی طعن کی ہے العیاذ باللہ۔

اسی طرح امام ابن کثیر رحمہ اللہ کو اتنی فحش گالیاں دی ہیں جن کو نقل کرنے سے بھی شرم آتی ہے لیکن دل مضبوط کرکے نقل کر دیتے ہیں، محمد فضاد صاحب مماتی احمد سعید خان ملتانی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں: "ایک مجلس میں گفتگو کے دوران کسی نے علامہ ابن کثیر کا حوالہ دے دیا، مولانا کی رگ ظرافت پھڑک اٹھی، فرمانے لگے اُسے چھوڑو، مخاطب نے کہا جی علامہ ابن کثیر تو بڑی قابل اعتماد شخصیت ہیں! مولانا نے ارشاد فرمایا: "یہ بتاؤ ابن کثیر کا معنی کیا ہے ؟ یعنی وہ جس کے کئی باپ ہوں (استغفر اللہ) " (خس کم جہاں پاک ص: ۱۵۵)

---

[39] علامہ عبد الحئی لکھنوی فرماتے ہیں: "ولیس ردہ تعصبا بل ہو مصیب فیما رد بہ شھد بہ الاجلۃ" (التعلیقات السنیۃ ص: ۱۹۶) سبکی کا رد کرنا تعصب پر محمول نہیں ہے بلکہ وہ اس رد میں درست رائے کے حامل ہیں جلیل القدر علماء نے اس کی شہادت دی ہے (بحوالہ تسکین الصدور ص: ۴۰۰، جزاہ اللہ خیرا)

بلکہ خود انہی کے گھر کی گواہی ہے کہ عطاء اللہ بندیالوی صاحب نے بعض صحابہ کو شریر کہا ہے العیاذ باللہ دیکھئے (سوالاتِ بے چین ص: ۱۲۲و۱۲۳) اور اسی طرح سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کو سبائیوں کا سرغنہ اور بدبخت کہا ہے العیاذ باللہ (ایضاً ص: ۱۲۹)

اس موضوع پر اگر مزید حوالے ذکر کروں تو بات بہت لمبی ہو جائے گی، تفصیل کسی دوسرے موقع پر ذکر کروں گا ان شاء اللہ الرحمٰن۔

الزامی حوالہ: جیسا کہ ہم نے اُوپر ذکر کیا کہ یہ حوالہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ نے بطورِ فتویٰ یا بطورِ حکم کے ذکر نہیں کیا بلکہ صرف نقل کی حیثیت سے لکھا، اب خود مماتیوں کی کتاب سے ملاحظہ کیجئے کہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں..؟

مماتیوں کے شیخ الادیب مولانا شیر احمد منیب صاحب لکھتے ہیں: "حضرت شیخ ڈاگئی باباجی صاحب کو شیخ الحرم کے سامنے پیش کیا گیا (قطع نظر اس واقعہ کی صحت و عدمِ صحت کے، عبدالرحمٰن عابد عفی عنہ) اور بتایا گیا کہ موصوف نے اپنی کتاب (البصائر) میں امام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کو کافر کہا ہے تو حضرت شیخ باباجی صاحب نے کہا کہ میری کتاب میں جو کہا گیا میں اس پر یقین نہیں رکھتا بلکہ یہ میں نے اور کتابوں سے نقل کیا ہے! اس کے بعد حمداللہ (یعنی حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ، ناقل) نے کہا کہ ہر وہ شخص جو امام ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب اور ان کے پیروکاروں کو کافر کہے تو وہ شخص خود کافر ہے اور جو لوگ انہیں گمراہ کہتے ہیں وہ خود گمراہ ہیں اور جو لوگ انہیں فاسق کہتے ہیں وہ خود فاسق ہیں۔" (لایستوی الاعمی والبصیر ص: ۲۴۳)

فائدہ: خضرحیات صاحب مماتی نے اپنی کتاب کو چٹخارے دار بنانے کے لئے مولانا محمود عالم اوکاڑوی صاحب مدظلہ پر بھی ایسا الزام لگایا ہے چنانچہ اپنی کتاب میں "تمام اہل

سنت پر کفر کا فتوی" کا عنوان منعقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "مولوی محمود عالم صاحب، علاء کے حوالہ سے لکھتے ہیں: جس نے ابن تیمیہ پر شیخ الاسلام کا اطلاق کیا وہ کافر ہے (تسکین الاتقیاء ص: ۱۲۴) (دیکھئے: اکابر کا باغی کون؟ ص: ۲۷۲)

الجواب: یہ خضر حیات صاحب کی اتنی صاف اور واضح تلبیس ہے جس کی مثال نہیں ملے گی! واضح رہے کہ خضر حیات صاحب بھاگنے میں نہایت تیز ہیں! وہ استاذی المکرّم حضرت مفتی محمد ندیم المحمودی حفظہ اللہ سے خراسان کیمپ پشاور سے، اور ویڈیو پیغام کی صورت میں بھی مناظرے سے بڑی تیزی سے فرار ہوئے ہیں (اور اگر آپ حضرات سمجھتے ہیں کہ یہ تحریر و طعنہ دیکھ کر وہ مناظرے کے لئے تیار ہو جائیں گے تو یہ آپ حضرات کی خام خیالی ہے! قیامت تو آ سکتی ہے لیکن خضر حیات صاحب مناظرے کے لئے پھر بھی تیار نہیں ہو سکتے ورنہ تجربہ کر لیں) مولانا محمود عالم اوکاڑوی صاحب مدظلہ تو صرف اکابرین کی آراء نقل کرتے ہیں کہ دیکھئے شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر اپنے زمانے میں ایسی ایسی رُدود کی گئی ہیں اور صرف حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر نہیں بلکہ خضر حیات صاحب کی طرف سے دیئے ہوئے لقب والی شخصیت "عرب کے مشہور محدث علامہ البانی" (اکابر کا باغی کون؟ (مماتی) ص: ۱۸۰) کو بھی اس نظر سے پیش کیا گیا ہے، چنانچہ مولانا محمود عالم صاحب مدظلہ لکھتے ہیں: "البانی کے بارے میں علماء کرام کی آراء نقل کرتا ہوں" (تسکین الاتقیاء ص: ۱۲۴)

تو دیکھ لیجئے حضرت صاحب صرف شخصیات کے متعلق آراء نقل کر رہے ہیں کہ ان شخصیات کے بارے میں علماء اسلام کے کیا خیالات ہیں! اسی لئے تو حضرت اوکاڑوی صاحب مدظلہ صاف اور موٹے الفاظ میں بطور نوٹ لکھتے ہیں:

"نوٹ: ہمارا ان حوالہ جات سے قطعاً یہ مقصد نہیں کہ ہم بھی ابن تیمیہ کی تکفیر کے

قائل ہیں، ان حوالہ جات سے صرف مدمقابل کو آئینہ حقیقت دکھانا مقصود ہے کہ ابن تیمیہ معیار حق وصداقت یا معیار ایمان وکفر نہیں ہے" (تسکین الاتقیاء ص: ۱۲۳و۱۲۴)

حضرت اوکاڑوی صاحب مدظلہ کتنے صاف اور واضح الفاظ میں ان حوالوں سے عدم موافقت کا اظہار کر رہے ہیں لیکن یہ حوالہ خضر حیات صاحب نے حکومت کا دس ہزار روپے کا وظیفہ سمجھ کر ہڑپ کیا ہے۔۔۔!

اصل حقیقت بالکل ذکر ہی نہیں کیا کیونکہ پھر تو عام قارئین کرام کو حقیقت سمجھ آجائے گی اور یہ بے چارہ تو تعصب کی آگ میں خوب جل بھن رہا ہے اس لئے تو حضرت محمود عالم اوکاڑوی صاحب مدظلہ کی عبارت ذکر کرنے کے بعد آخر میں جو حوالہ حضرت اوکاڑوی صاحب نے دیا تھا وہ ذکر ہی نہیں کیا! حالانکہ مولانا محمود عالم صاحب نے ان الفاظ میں یہ حوالہ نقل (جی نقل، نہ کہ از خود لکھا) کیا تھا کہ "ابو عبداللہ علاء الدین البخاری الحنفی فرماتے ہیں جس نے ابن تیمیہ پر شیخ الاسلام کا اطلاق کیا وہ کافر ہے (الضوء اللامع ج: ۹، ص: ۲۹۲) " دیکھئے (تسکین الاتقیاء ص: ۱۲۳)

دیکھئے! آخر میں مولانا محمود عالم صاحب نے حوالہ بھی دیا تھا لیکن خضر حیات صاحب نے انتہاء درجہ کی مکاری سے کام لیتے ہوئے صرف "علاء" کا نام درج کیا اور باقی باتوں پر ایسا پردہ ڈالا جیسا کہ ان صاحب نے شیخ القرآن والحدیث، ماہر فی الفنون مولانا محمد اسماعیل محمدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وکثر اللہ امثالہ سے عین مناظرہ کے وقت بھاگنے پر اپنے اوپر پردہ ڈالا تھا۔

اور پھر تعجب بالا تعجب یہ کہ آگے خضر حیات صاحب اپنے ظالمانہ قلم سے لکھتے ہیں:

" نوٹ: مولوی محمود اس طرح کے کئی حوالہ جات ذکر کرنے بعد انتہائی نفاق والی

پالیسی کے تحت دھوکہ دینے کے لئے لکھتا ہے: " ہمارا مقصد ان حوالوں سے حافظ ابن تیمیہ کی توہین و تنقیص نہیں ہے"

اور پھر آخر میں فاتح مماتیت مماتیوں کے لئے دردِ سر حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی[40] نوّراللہ مرقدہ و کثراللہ امثالہ کو خوب گالیاں دی ہیں جن کو نقل کرتے ہوئے بھی ہمیں شرم آتی ہے! پس یہ گالیاں ہم خضرحیات اور اس کی تربیت کرنے والے اساتذہ کی ارواح کو ایصال عذاب کرتے ہیں! ہم یہ خوب جانتے ہیں کہ خضرحیات صاحب کے منہ سے صرف غلاظت ہی نکلتی ہے اور مناظرے سے بھاگنا اُس کا پسندیدہ مشغلہ ہے جیسا کہ پنجاب میں استاذالمناظرین حضرت مولانا عبداللہ عابد حفظہ اللہ اور فاتح مماتیت، معالج امراض مماتیت حضرت اقدس مفتی عبدالواحد قریشی صاحب ادام ظلہ سے بے شمار دفعہ بھاگ چکا ہے (اب بھی اگر کسی مماتی میں غیرت ہو تو اُس کو میدان میں لے آئے، ہم تیار ہیں بعونہ تعالیٰ)

الجواب: اس کو نفاق کہنے والا خود نفاقِ اکبر کا مرتکب ہے اور خیانت کی انتہاء درجے پر ہے کہ یہ بات مولانا محمود عالم اوکاڑوی صاحب مدظلہ کی اپنی نہیں بلکہ یہ انہوں نے حضرت شیخ سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ کی بات نقل کی ہے! خضر حیات صاحب کے اعلیٰ درجہ کی حماقت اور ان کے تجاہل عارفانہ کا اندازہ اس سے لگایئے کہ یہ حوالہ حضرت اوکاڑوی مدظلہ نے جہاں سے نقل کیا ہے اس سے پہلے حضرت اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں: "محدث اعظم پاکستان امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر مازالت شموس فیوضہ بازغۃ علینا ایک مقام پر لکھتے ہیں . . . " (تسکین الاتقیاء ص: ۱۲۴)

---

[40] حافظ منصب خان خضروی صاحب پنج پیری، حضرت رحمہ اللہ کو یوں مؤدبانہ انداز اور کلمات دعائیہ کے ساتھ یاد کرتے ہیں: "مناظر اسلام مولانا امین صفدر رحمہ اللہ اوکاڑوی . . . " (اظہارِ حقیقت ص: ۲۶)

لیکن خضر حیات صاحب نے منقول عنہ کو چھوڑ کر اپنا سارا غصہ حضرت اوکاڑوی صاحب پر نکال دیا! ہم اس کو بزدلی اور خیانت نہ کہیں تو پھر کیا کہیں؟ اور ساری کتاب ایسی ہی خیانت سے بھری ہوئی ہے، اگر اللہ نے چاہا اور موقع اور سبب پایا تو اس کتاب کا بہترین انداز سے پوسٹ مارٹم کروں گا ان شاء اللہ.....!

آخری ملاقات:

کتاب کے اختتام پر دو باتیں عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں:

پہلی بات: یہ کتاب میں نے موٹی موٹی اعتراضات پر مشتمل ہونے کی بناء پر لکھی اس لئے یہ مالہ وماعلیہانہ سمجھیں کہ گویا یہ کتاب حضرت شیخ ڈاگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ پر تمام اعتراضات کے جوابات پر مشتمل ہیں چونکہ یہ پہلا ایڈیشن ہے اس لئے اس حد تک یہ کافی سمجھے، دوسرے ایڈیش یا اگر کسی مماتی میں جرات ہوئی تو اس سے زیادہ تفصیلی کتاب نشر کرلینگے ان شاء اللہ الرحمٰن.

لیکن قارئین کرام سے تعاون کی درخواست ہے:

وہ تعاون یہ کہ ایک تو کتاب کے اسباب کے لئے اور مقبولیت عنداللہ و عندالناس کے لئے دعا کیا کریں.

دوسرا یہ کہ جن حضرات کی اردو زبان میں مہارت حاصل ہے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ ہمارے ساتھ اس سلسلے میں تعاون کیا کریں اس حیثیت سے کہ مضمون کی اردو املاء یا تصنیف و تالیف میں جس شکل میں مدد (ہیلپ) کرسکتے ہو تو ضرور کرلیا کریں ایک تو کتاب کی معیار بھی اچھی ہوگی اور دوسرا یہ کہ ہم مزید کتابوں کو شوق سے لکھ کر آپ حضرات کی اُخروی ذخیرہ بھی بنے گی ان شاء اللہ الرحمٰن.

یا اسی طرح کوئی ساتھی کمپوزنگ کا خدمت کرسکتا ہے تو بھی ہم ان کے شکر گزار رہینگے

دوسری بات: وہ مخالفین اور خصم سے عرض کرنا ہے وہ یوں کہ چونکہ میرا اپنا مطالعہ فرقہ غیر مقلّدیت پر ہے بارہا صبر کرنے کے باوجود جب اہلِ اشاعت ساتھیوں کی طرف سے کفر و شرک کے فتوے ہم پر برسائے تو میرا بھی ارادہ بدل چکا اور میں اب فرقہ اشاعتیہ پر مطالعہ کرونگا ان شاء اللہ الرحمٰن.

لہٰذا جو اشاعتی بھائی میری اس کتاب میں کوئی دُکھی دل مضمون یا خلافِ مروت کوئی تحریر دیکھے یا کوئی اپنا ساتھی یا مخالفین میں سے جو بھی معقول مشورہ دینا چاہیتے ہیں ہم ان کی معقول مشورہ پر ضرور عمل کے ساتھ ساتھ اس کا شکریہ بھی ادا کرلینگے اور اس کو اگلے ایڈیشن میں اس کی تصیح بھی کرلینگے ان شاء اللہ.

تیسری بات: میں نے حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کا دفاع اللہ کے فضل و کرم سے اپنی طاقت اور معلومات کی حد تک کی ہےاس لئے اگر حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے کسی متعلقین کو مزید معلومات ہو تواس کی خدمت اقدس میں گزارش ہے کہ وہ ہم اُن سے بھی مستفید فرمائےتاکہ وہ بھی کتاب کی زینت بنے اور یوں قارئین کرام سے دعائیں لیتے رہے،

مخالفین سے گزارش: آخر میں ہم اپنےاُن مخالفین اور خصم سے گزارش کرلینگے کہ اگرآپ حضرات اس کتاب کا خواب لکھتے ہو تو پورے شوق سے لکھیں میدان آزمائیں اور نوادرات بھی قارئین کرام اور ناظرین کے سامنے ہو جائینگے ان شاء اللہ

لیکن ان ہی کے مزاج کے موافق اور ان ہی کی اُصول کی روشنی میں ان دو مندرجہ ذیل شرطوں کے ساتھ :

پہلا شرط: گالیاں، الزام تراشیاں، سبّ و شتم اور لفظوں کی چکر سے پیشگی معذرت

ورنہ ہم بھی پھر حق رکھتے ہیں، مقصود یہاں ذاتیات نہیں فقط احقاقِ حق اور ابطالِ باطل ہے اس سے ہم سب پرہیز کرینگے اس میں طرفین (دونوں طرف) کی کامیابی اور فوائد کثیرہ ہیں ان شاء اللہ

دوسرا شرط: مماتیوں کے محقق مفتی سلیمان ساجد صاحب اپنی ایک کتاب کے تعارف میں لکھتے ہیں:

"ایک دن مناظر اشاعت جناب علامہ خضر حیات صاحب سے ملاقات ہوئی اور اس کتاب کی تردید کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے پوری رحمت کائنات نامی کتاب لکھ کر پھر رد کرنے کا مشورہ دیا اور میں نے اس طرز پر کام شروع کیا" (موت کا پیغام صفحہ ۱۳)

تو اس حوالہ بالا کی رُوشنی میں میرا بھی یہ شرط ہے کہ میری کتاب کا جواب اگر کسی اشاعتی بھائی نے کرنا ہو تو پوری کتاب کو سامنے رکھے ورنہ کم از کم میرا پورا کا پورا مضمون رکھ کر جواب دینا از حد ضروری ہے قطع و بُرید کی صورت میں پیشگی سے معذرت اور ناقابل جواب الجواب سمجھے اور یہ آپ کی شکست پر حمل ہوگی.

ورنہ علمی ردّ پر میں خود بندہ لاشئ اور پوری ٹیم نوجوانانِ احناف بلکہ جمیع علماء دیوبند (جن جن کو آپ کی علمی ردّ کا پہنچ ہو) آپ کو نیک دعائیں اور شکریہ ادا کرنے سے نوازینگے اور یوں علمی موتیاں سے قارئین کرام بھی لُطف اندوز ہوتے رہینگے ان شاء اللہ العزیز.

اللہ تعالی ہم سب کو صحیح معنوں میں اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے ساتھ وابستگی اور آخرت میں علماء دیوبند رحمھم اللہ جمیعا کے ساتھ حشر نصیب فرمائیں اور یہ کتاب میرے لئے اور میرے والدین اور جملہ اساتذہ کرام حفظھم اللہ جمیعا کیلئے دنیا وآخرت میں نافع بنائے آمین یارب العالمین

مماتیوں کی چند قلا بازیاں

آخر میں بطور خوش طبعی مماتیوں کی چند قلا بازیاں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) مماتیوں کے مناظر مولانا صدیق اکبر صاحب مماتی لکھتے ہیں: "داجوی صاحب کی مسلّم شخصیت امام ابن القیم لکھتے ہیں..الخ" (دیوبندی لبادہ ص:۱۶۷)

جبکہ خان بادشاہ صاحب لکھتے ہیں: "فان شیخ الاسلام ابن قیم لیس عندہ فی زمرۃ المسلمین کما ذکرہ فی البصائر: ۱۵۰" (ارشاد الناظر ص:۱۱۹)

یعنی شیخ الاسلام ابن قیم شیخ ڈاگئی بابا جی صاحب کے نزدیک مسلمان نہیں۔

ایک مماتی صاحب لکھتے ہیں کہ ابن قیم حضرت شیخ صاحب کے نزدیک مسلّم شخصیت ہیں جبکہ دوسرے مماتی صاحب ان کو حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک بالکل مسلمان ہی نہیں مانتے! کس کو سچا کہوں اور کس کو جھوٹا کہوں؟

۲... پنج پیری حضرات کرامت بعد الموت کے قائل نہیں (تحقیق کرامات الاولیاء ص:۲۶۱)

لیکن اپنے شیخ القرآن کے بارے میں قائل ہیں!!! چنانچہ حافظ منصب خان صاحب اشاعتی لکھتے ہیں: "یہ حضرت شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری رحمہ اللہ کی کرامت ہے کہ ایک طرف تو حافظ نثار احمد صاحب اینڈ کمپنی نے ان کو محرف قرآن ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی اور اس کے باوجود ان کے نام کے ساتھ "رحمہ اللّٰہ" بھی لکھا یہ کرامت بعینہٖ ایسی ہی کرامت ہے کہ...الخ" (اظہار حقیقت ص:۴۵)

۳... شیخ حسین نیلوی صاحب مرحوم لکھتے ہیں: " شہداء پر زندوں کا اطلاق ہوسکتا ہے مگر انبیاء علیہم السلام پر زندوں کا اطلاق نہیں ہوسکتا"

(ندائے حق ج۱ص۲۶ غیر محرّف نسخہ [41])

جبکہ مولانا جمشید مماتی صاحب لکھتے ہیں کہ: "انبیاء علہیم السلام کی برزخی زندگی قرآن پاک کے دلالۃالنص کے ذریعہ سے معلوم ہوئی ہے"

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: "جو بات دلالت النص کے ساتھ قرآن کریم سے ثابت ہو جائے وہ اسی طرح قطعی اور یقینی ہوتی ہے جس طرح عبارت النص کے ساتھ قرآن کریم سے ثابت ہونے والی بات قطعی اور یقینی ہوتی ہے۔" (نفی سماعِ انبیاء و اموات صفحہ ۱۵۳و۷۰)

نتیجہ: مماتی حضرات قرآن کا حکم نہیں مانتا اور جو قرآن کا حکم نہیں مانتا تو اس کی کیا حیثیت ہے وہ خود یہی حضرات ہی متعین کریں؟

☆... شیخ حسین نیلوی صاحب لکھتے ہیں: "روح مع الجسد ہی کو نبی کہنا غلط ہے" (رسائل نیلوی ج۱صفحہ ۹۸)

جبکہ ان کے مفتی سلیمان ساجد صاحب لکھتے ہیں: "وصفِ رسالت نہ تو صرف جسد کے

[4141] یاد رہے کہ آج کل مارکیٹ میں محرّف نسخہ (ندائے حق کا) موجود ہے مماتی برادر نے اصل نسخہ عوام سے چھپایا ہے افادہ کے لئےبطور نشاندہی ذکر کرتا ہوں کہ جن کے پاس نیلا سارنگ ندائے حق کا نسخہ موجود ہے اس میں صفحہ ۳۲تک مولوی محمد امیر صاحب سرگودھوی کا مقدّمہ ہے اس کے بعد اس محرَف نسخہ میں شیخ حسین نیلوی صاحب کا اس عبارت کو خاموشی سے نکالنے کے لئےپوری ۳۲ صفحات بیچ سے نکالا ہے اور ڈارک صفحہ ۳۳ سے بلا ربط مضمون (سوال وجواب) سے شروع ہوا ہے

جبکہ اصل نسخہ جو زرد رنگ (کلر) کا ہے اس میں اس مقدّمہ کے بعد جو کتاب کی فہرست ہے اور شیخ نیلوی صاحب کی جو مضمون شروع ہو رہا ہے وہ سب حذف اور معدوم ہے(!!)

اور مزے کی بات یہ ہے کہ دونوں نسخوں پر "مکتبۃ اشاعت اسلام" کا نام موجود ہے...!!

اس لئے قارئین کرام ان کا یہ کارنامہ سامنے رکھ کر بحث یا کتاب خریدنے کے وقت یہ بات معاون ثابت ہوگی ان شاء اللہ العزیز.

ساتھ خاص ہے نہ صرف روح کے ساتھ بلکہ روح اور جسد دونوں پر وصفِ رسالت صادق آتا ہے" (موت کا پیغام صفحہ ۴۹۱)

عرض ہے اگر نیلوی صاحب کی بات معتبر مانی جائے تو جسد جو غیر نبی ہے اس کو مفتی سلیمان ساجد صاحب نبی کہہ کر غیر نبی کو نبی کہنے والا کا حکم خود اہلِ اشاعت ہی بتادے اور اگر مفتی سلیمان ساجد صاحب کی بات مانی جائے تو نبی کو بقول نیلوی صاحب نبی نہ کہنے والا کا حکم تب بھی اہلِ اشاعت اس کا حکم بتادے

☆... خان بادشاہ صاحب مماتی لکھتے ہیں: "رُوح کا جسدِ عنصری کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور یہی ہمارے تمام اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے" (البرہان الجلی صفحہ ۱۷۹)

جبکہ مولانا جمشید صاحب مماتی لکھتے ہیں: "اپنے جسدِ عنصری (یعنی دنیاوی جسم) کے ساتھ رُوح کا تعلق یقیناً ثابت ہے جو اسی قرآنی آیت سے بطریقِ دلالت النص ثابت ہے اور جو بات دلالت النص کے ساتھ قرآن کریم سے ثابت ہو جائے وہ اسی طرح قطعی اور یقینی ہوتی ہے جس طرح عبارت النص کے ساتھ قرآن کریم سے ثابت ہونے والی بات قطعی اور یقینی ہوتی ہے یہ تعلق ثابت ہے اس تعلق کا کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا کیونکہ اس تعلق کے انکار سے قرآن پاک کی آیت کا انکار لازم آتا ہے اور ایک آیت بلکہ ایک کلمہ قرآنیہ کا انکار کفر ہے جس طرح سارے قرآن کا انکار کفر ہے" (نفی سماع انبیاء واموات صفحہ ۷۰)

نتیجہ خود مماتی حضرات ہی نکالیں ہم اگر عرض کرینگے تو......

بس یہی حوالہ جات بطورِ مسکال کافی ہے اگر اس موضوع کے ساتھ تعلّق رہا اور مماتی حضرات نے اس جیسے موضوع کو طول دیا تو پھر ہم بھی اس باب میں داخل ہونگے اور اس مضمون بلکہ کئ نیا مضامین قارئین کرام کی خدمت عالیہ میں ہدیہ کرینگے ان شاء اللہ

اس لیےآخر میں بطور نصیحت عرض کرونگا کہ اشاعت کے بھائیوں ! اپنی مسلک کو مزید بد نامی سے بچانے کے لیےواحد اللہ وحدان اور خصوصاً اجہل الجاہلین بلال نامی سوات کا منہ بند کرادے جو بات بات میں استاذ المکرّم استاذ العلماء محبوب الصلحاء حضرت مفتی محمد ندیم المحمودی حفظہ اللہ کو مخاطب ہو کر کافر ومشرک[42] کا تکفیری زبان چلاتا ہے ہمارے پاس بھی زبان اور قلم ہے لیکن آپ کے مسلک کے قائدینِ کرام کی تائید یا تردید کی کچھ انتظار کر رہے ہیں تاکہ ہم آگے لائحہ عمل طے کرسکے بعونہ تعالی !

ختم شد بعونہ اللہ تعالیٰ!

یاران زندہ صحبت باقی

اے اللہ ! اس مضمون میں اگر میری طرف سے کوئی کمی بیشی ہوئی ہو تو اس کو معاف فرما کر مسلمانوں کے لئے مفید اور نفع بخش بنا، ہمیں علماء واولیاء کرام کی سچی محبت نصیب فرما، دنیا میں رزقِ حلال کی وسعت اور کشادگی عطا فرما اور اپنا مال دین پر لگانے کی توفیق عطا فرما۔

آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الامین۔

عبدالرحمٰن عابد عفی عنہ و عن أسلافہ (پشاور)

بتاریخ ۲۰ اگست ۲۰۲۴ء بمطابق ۱۴ صفر المظفر ۱۴۴۵ھ، بروز منگل

رابطہ نمبر: 03333300274

---

[42] یہ تکفیر معین والا تکفیری فتوی گزشتہ خارجیانہ فتوی کی طرح ابھی بتاریخ ۲۰۲۴/۸/۱۷ کو اس کی اپنی ذاتی ایڈی سے نشر کیا ہے صاحبِ استطاعت حضرات اس کو نوٹس میں رکھیں